بعونہٖ

و

ذریعۂ دولت

تالیف

ابو محمد جلیل الدین حسین عرف سید شاہ فرزند علی صوفی منیریؒ

بہ تصحیح و تحشیہ

از

محمد طیب ابدالی ایم۔اے

صدر شعبۂ اردو، کوآپریٹو کالج جمشید پور

قیمت مجلد ـــــــــــ چھ روپے ؀

قیمت غیر مجلد ـــــــــــ پانچ روپے ؀

طبع اول ـــــــــــ اکتوبر ۱۹۶۵ء

تعداد ـــــــــــ ایک ہزار

ـــــــ ملنے کا پتہ ـــــــ

۱۔ جناب سید شاہ علی ابدالی۔ خانقاہ اسلام پور۔ ڈاکخانہ عطا سرائے ضلع پٹنہ

۲۔ منیجر کتاب منزل۔ سبزی باغ پٹنہ ۴

۳۔ جناب سید شمیم احمد۔ خانقاہ حلیمیہ ابو العلائیہ۔ چک نیا حجرہ الہ آباد

۴۔ جناب محمد عباس غازیپوری اسٹار کیمکل ورکس ۱۵ لور چیت پور روڈ کلکتہ ۱

۵۔ ڈاکٹر محمد افضال۔ سیام پور ہاٹ۔ ڈاکخانہ ڈوبا پورنیہ

مطبع : ـــــــ سلیمی برقی پریس یحییٰ پور الہ آباد

فہرست مضامین

تصویریں

نوٹ:- میں ان تصویروں کے لئے برادر عزیز سید شاہ علی ابدالی زاہدی ایم۔ اے کا مشکور ہوں جنھوں نے ان تصاویر کی عکاسی کی ہے اور جناب راجکل رجوہری صاحب الہ آباد بلاک ورکس لمیٹڈ کا بھی شکرگزار ہوں جنھوں نے بلاک بناکر مرحمت فرمایا۔

طیب ابدالی

دیباچہ

بزرگوں کے تذکرے اور صوفیائے کرام کے حالات لکھنے کا رواج بہت قدیم ہے چنانچہ وہ حضرات جنھیں تاریخ اور تذکروں سے دلچسپی ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ قدیم الایام میں بھی ملفوظات اور تذکروں کی شکل میں بڑا سرمایہ یکجا کر دیا گیا تھا۔ عربی اور فارسی میں مشہور تصنیفیں طبقات الصوفیہ، احیاء العلوم، تذکرۃ الاولیا، نفحات الانس لکھی گئیں چنانچہ ہندوستان میں بھی اکثر تذکرے اور ملفوظات فارسی میں لکھے گئے جن میں سیر الاولیا، مناقب الاصفیا، لطائف اشرفی، مونس القلوب اور گیارہویں صدی ہجری میں گوہرستان، گنج رشیدی، گنج ارشدی اخبار الاخیار، گلزار ابرار، مراۃ الاسرار، سفینۃ الاولیا اور اخبار الاصفیا مشہور اور کارآمد ہیں جن سے بہت لوگ واقف بھی ہیں۔ اردو زبان میں اس طرح کی تذکرہ نویسی کا رواج دیر میں شروع ہوا اس کی وجہ ظاہر ہے۔ اگرچہ یہ بھی حقیقت ہے کہ اردو کا فروغ صوفیائے کرام ہی کے ہاتھوں ہوا اور ان ہی کی ابتدائی کاوشوں سے اس زبان نے علمی حیثیت اختیار کی لیکن مبسوط اور مرتب شکل میں صوفیائے کرام کے تذکرے اردو میں اٹھارہویں صدی عیسوی تک دستیاب نہیں ہوئے۔ وسیلۂ شرف کو اس حیثیت سے بڑی اہمیت حاصل ہے کہ یہ اردو زبان میں صوفیائے کرام کا ایک مبسوط تذکرہ ۱۳۱۱ھ میں مرتب ہوا ہے۔ اس میں جیسا کہ اس کے مطالعے سے معلوم ہوگا کہ حضرت مخدوم جہاں شرف الدین یحییٰ منیریؒ اور ان کے خلفاء کے حالات اور روش و مشرب پہلی دفعہ اس تفصیل سے پیش کئے گئے ہیں اور بہ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت صوفی منیریؒ نے جس طرح یہ تذکرہ اُردو میں ترتیب دیا ہے وہ نہ صرف ہمیں مناقب الاصفیا، گنج لایخفیٰ اور مونس القلوب سے بے نیاز کر دیتا ہے بلکہ ان روایتوں سے بھی روشناس کراتا ہے جن کا تعلق سینے اور سفینے سے ہے۔ حضرت صوفی منیریؒ اور ان کی علمی فتوحات پر مقدمہ میں تفصیل سے بحث کی جائیگی یہاں صرف اتنا ہی کہنا ہے کہ خانوادہ فردوسیہ اور زاہدیہ کے اس قابل فخر خلف اور مرزا غالب کے اس شاگرد نے اردو نثر اور شاعری میں اپنے بزرگانِ سلف اور استاد کی جلائی ہوئی شمع کو روشن رکھا اور اتنا ذخیرہ چھوڑا جس کے مطالعے کیلئے کافی وقت درکار ہے۔

میں نے حضرت صوفی منیریؒ کے نثری کارناموں کو صحت کے ساتھ پیش کرنیکی سعی کی ہے۔ چونکہ مجھے موصوف کے تمام نثری تصانیف کو صحیح متن کے ساتھ پیش کرنا ہے اس لئے میں نے اسکا خاص خیال رکھا ہے کہ مطبوعہ اور قلمی نسخے جو دستیاب ہو سکیں ان سب کو سامنے رکھ کر ایک صحیح ترین متن تیار کیا جائے جو موجودہ اصول تحقیق کے مطابق بھی ہو اور صحیح ترین بھی۔ اس سلسلے میں میں نے تمام مطبوعہ نسخوں اور غیر مطبوعہ نسخے سے استفادہ کیا ہے جن میں قابل ذکر یہ ہیں۔

(۱) حضرت صوفی منیریؒ کے دست خاص کا نوشتہ نسخہ جسے انھوں نے ۱۳۱۱ھ میں لکھا ہے۔ وہ میرے پاس موجود ہے۔
(۲) وسیلۂ شرف و ذریعۂ دولت کی پہلی اشاعت مصنف کی زندگی ہی میں احسن المطابع پٹنہ سے ۱۳۱۳ء میں ہوئی۔
(۳) دوسری اشاعت مطبع اخبار الپنچ بانکی پور پٹنہ سے ۱۳۳۴ھ میں ہوئی۔ (۴) تیسری اشاعت مطبع اسلامیہ لیتھو اینڈ پرنٹنگ پریس چندن پورہ چاٹگام سے ۱۹۶۱ء میں ہوئی جس میں برادر عزیز یحییٰ ابدالی سلمہ نے حرف اولین اور فہرست مضامین کا

اضافہ کیا ہے۔

اس تصنیف کے متعلق مجھے مزید عرض کرنا ہے کہ اس میں میں نے املا کی وہی روش برقرار رکھی ہے جو اس زمانے میں رائج تھی چنانچہ قلمی نسخوں میں اس کی جگہ "اوس" ان کی جگہ "اون" پاؤں کی جگہ "پانو" وغیرہ تھا وہی یہاں بھی باقی رکھا گیا تاکہ اصل میں کسی قسم کی تحریف کا الزام مرتب پر نہ آئے۔ جدید اصول تحقیق کا تقاضا یہ ہے کہ جو نام مقامات، کتب اور تلمیحات متن میں آئیں ان کے متعلق مختصر لیکن ضروری اور جامع معلومات فراہم کئے جائیں۔ اس کو ہر مقام پر مدنظر رکھا گیا ہے۔ اس سلسلے میں دو طرح کی مشکلیں خاص طور پر پیش آئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ بعض ناموں کے متعلق ہمارے پاس معلومات کا بڑا ذخیرہ ہے اس میں سے کاٹ چھانٹ کر صرف اتنا ہی لینا مناسب تھا جو ویسے شرح کے مطالعے کے لئے غیر ضروری نہ ہو۔ دوسری دشواری اس سے بھی بڑی تھی اور وہ یہ کہ بعض حضرات کے متعلق معلومات بہت کم تھیں اور ان کی تلاش و جستجو میں بہت سے کتب خانوں کی خاک چھاننی پڑی اور ہزارہا اوراق پڑھ جانے کے بعد بھی تشنگی باقی رہی۔ ایسی صورت میں جس حد تک معلومات یکجا کی جا سکیں وہ فراہم کر دی گئی ہیں اور بہت ممکن ہے کہ تلاش و جستجو سے کچھ اور چیزیں مل جائیں اگر ایسا ہوا تو انشاءاللہ دوسری اشاعت میں شامل کر دی جائینگی۔

اس سلسلے میں مجھے کتب خانہ مشرقیہ خدا بخش خاں پٹنہ، ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ، کتب خانہ رشیدیہ جونپور، کتب خانہ بلخیہ فردوسیہ فتوحہ پٹنہ، کتب خانہ خانقاہ منیر شریف، کتب خانہ قادریہ اسلام پور پٹنہ، کتب خانہ زاہدیہ محل پر بہار شریف کے کمیاب اور نادر مخطوطات اور ہمارے خاندانی سلاسل اور انساب کے مخطوطات سے کافی مدد ملی ہے۔ اس تلاش و جستجو میں جن شخصیتوں نے میری بڑی ہمت افزائی اور رہنمائی کی ہے میں ان حضرات کا شکر گزار ہوں خصوصیت کے ساتھ پروفیسر سید اختر احمد اورینوی صاحب، صدر شعبہ اردو پٹنہ یونیورسٹی، جناب پروفیسر سید حسن عسکری صاحب ڈاکٹر کرم جیسوال ریسرچ انسٹی ٹیوٹ پٹنہ، جناب پروفیسر سید احتشام حسین صاحب صدر شعبہ اردو الہ آباد یونیورسٹی، عم محترم جناب مولانا شاہ تقی حسن بلخی صاحب مدظلہ، سجادہ نشیں، خانقاہ بلخیہ فردوسیہ فتوحہ پٹنہ، عم محترم جناب شاہ ابوالبرکات ابدالی صاحب مدظلہ، سجادہ نشیں، خانقاہ اسلام پور پٹنہ، عم محترم جناب حافظ شاہ یحیٰ ابدالی صاحب، عم محترم جناب مولانا شاہ مراد اللہ منیری صاحب مدظلہ، خانقاہ منیر شریف، عم محترم جناب شاہ محمد علی صاحب مدظلہ، خانقاہ منیر شریف، اور والد ماجد حضرت شاہ ایوب ابدالی صاحب مدظلہ کی رہنمائی اور سرپرستی نے مجھے سہارا دیا۔ ان کے علاوہ میں ان حضرات کا بھی شکر گزار ہوں جن کے ذریعہ اس تصنیف کی اشاعت میں سہولتیں فراہم ہوئیں۔ ان میں مکرمی جناب حکیم شاہ عزیز احمد صاحب، سجادہ نشیں، خانقاہ حلیمیہ ابوالعلائیہ الہ آباد اور وصی الرحمن صاحب اور جناب ڈجکمار جوہری صاحب الہ آباد بلاک ورکس لمیٹیڈ ہیں۔

محمد طیب ابدالی

حضرت مخدوم جہاں شرف الدین یحیٰ منیریؒ بہار شریف کے روضۂ اقدس کا بیرونی منظر

مزار مبارک حضرت مخدوم یحیٰ منیریؒ بڑی درگاہ منیر شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد بے غایت اور سپاس بے نہایت ہادیٔ مطلق اور رہنمائے برحق کو جس نے وسیلہ ڈھونڈھنے کو فرض راہ عباد کیا اور بصیغۂ امر ارشاد کیا اور اس کو مقدم ٹھہرایا کہ فرمایا وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ اور بعد اس کے فرمایا کہ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ کیونکہ بے دیکھی راہ میں جو پُر خطر و باریک ہو اور جادۂ راہ نامعلوم اور شب تاریک ہو۔ بغیر کسی ایسے رہبر کے کہ روشنی رکھتا ہو اور راہ سے آگاہ ہو کوئی کیونکر جا سکتا ہے۔ مثنوی

ہے دُور و دراز و پُر خطر راہ | آفت ہے ہر اک قدم پہ جانکاہ
اندھے کے لئے ہے شرط رہبر | تا جائے عصا کو وہ پکڑ کر

اور وسائل انبیا ہیں صلوٰت اللہ علیہم اور اُن کے بعد اُن کے نائب اور خلیفے رضی اللہ عنہم اور شب تاریک دنیا ہے اور روشنی کتاب و سنّت اور عصا اہل ظاہر کے اعتبار سے محققوں کی تقلید اور مجتہدوں کا اعتماد اور اہل باطن کے اعتبار سے رابطۂ پیر اور اعتقاد ہے کہ تعلق قلبی ہے اور آخریں وسائل اور افضل ترین وسائط ہمارے پیشوا محمد مصطفےٰ ہیں صلی اللہ علیہ وسلم وَعَلٰی مَنْ مَعَهٗ وَعَلٰی مَنِ اتَّبَعَهٗ اور آپ کے بعد اصحاب پھر تابعین پھر تبع تابعین اُن کے بعد علمائے شریعت اور مشائخ طریقت تا دور قیامت رضوان اللہ علیہم اجمعین اور بعضے کہتے ہیں کہ وسیلہ کتاب و سنت اور عبادت ہے تو اس میں بھی بتلانے والے اور سکھانے والے کی حاجت ہے۔ الغرض معنی اوّل ہر طرح مقدم ہے کہ الرفیق ثم الطریق اس رفیق سے رہنما اور رہبر مقصود ہے اور جس طرح یہ لوگ قوت باطن سے اور زبان فعل سے اور تحریر و تقریر سے رہبری کرتے ہیں ویسا ہی ان پیشواؤں کا تذکرہ بھی راہبر ہوتا ہے اور مفید و پُر اثر ہوتا ہے کہ راہ کی

باتیں ہیں اور ان باتوں سے تنبیہ حاصل ہوتی ہے اور شوق پیدا ہوتا ہے اور اپنی حقیقت معلوم ہوتی ہے اور دعویٰ اور عجب وغرور دور ہوتا ہے۔ شعر

پیر دہقاں گر بسوئے شہر روزے بگذرد کلبۂ خود را دگر ایوان شاہی نشمرد

لہٰذا فقیر راقم فرزند علی منیری نے حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس اللہ سرہٗ وافاض علینا برہ کے حالات کو کتاب مناقب الاصفیا[1] سے جو محرم اسرار غیب حضرت مخدوم شاہ شعیب بن جلال منیری رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف شریف سے اور کئی اور معتبر کتابوں سے جن کا نام ہر تذکرہ کے اوّل میں لکھا ہوا ہے ترجمہ کیا اور اس کا نام وسیلۂ شرف رکھا۔ قطعۂ تاریخ

یہ دلکشا صحیفہ موجب مرے شرف کا راہِ طلب میں صوفی دل کا رفیق ٹھہرا

کیا حال کے مطابق اور وقت کے موافق سال اس کا الرفیق ثم الطریق ٹھہرا

۱۳ ھ ۱۱

---

[1] مناقب الاصفیا حضرت مخدوم جہاں کے عم زاد اور مرید وخلیفہ حضرت مخدوم شاہ شعیب بن جلال بن عبدالعزیز بن امام محمد تاج فقیہؒ کا فارسی میں گرانقدر تالیف ہے۔ اس میں سلسلۂ فردوسیہ کے سلسلۂ بیعت کے بزرگوں کے مختصر احوال ہیں۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت مخدوم شیخ مظفر شمس بلخی تک کے حالات ہیں یعنی تئیس ۲۳ انفاس قدسیہ کے حالات ہیں۔ اس تذکرہ میں، صحاح ستہ، رسالہ قشیری، احیاء العلوم، تمہیدات عین القضاۃ، تذکرۃ الاولیا، عوارف المعارف، راحت القلوب فوائد الفواد، دلیل العارفین، خیر المجالس، آثار الاولیاء، برہان الاتقیاء، تہذیب اسماء اللغات، شرح آداب المریدین۔ خزانۂ جلالی۔ گنج لاتخفیٰ۔ لطائف المعانی وغیرہ جیسی مستند کتابوں سے حوالہ جات ہیں۔ یہ تذکرہ نویں صدی ہجری کے اوائل میں لکھا گیا ہے اس لئے اس کی قدامت تو مسلم ہے ہی۔ ساتھ ہی ساتھ بزرگان فردوسیہ کے حالاتِ زندگی کا ایک قدیم اور مستند ماخذ بھی ہے اس کی عبارت فارسی زبان میں رواں اور پُر تاثیر ہے۔ بزرگوں کے القاب ان کے اوصاف کی ترجمانی کرتے ہیں یہ کتاب طبع بھی ہو چکی ہے لیکن میرے زیر مطالعہ ۱۱۴۳ھ کا مکتوبہ قلمی ایک نادر نسخہ ہے جو ایک سو اکہتر صفحات پر مشتمل ہے اس کے اختتام پر یہ تحریر ثبت ہے۔ "تمام شد نسخہ مناقب الاصفیا تصنیف زبدۃ الاولیا حضرت مخدوم شیخ شعیب قدس سرہٗ بن شیخ جلال منیری، ابن عم حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین قدس سرہٗ در زبان سلطنت بادشاہ محمد غازی محمد شاہ و صوبہ داری نواب فخر الدین خان بہادر فخر الدولہ شجاعت جنگ در بلدہ عظیم آباد عرف پٹنا بتاریخ بیست یکم شہر صفر المظفر ۱۱۴۳ھ یکہزار و یکصد و چہل و سہ ہجری۔ حسب آلفرمودہ شیخ محمد اسد اللہ صاحب نواسہ حضرت مخدوم شیخ شعیب مرقوم بخط احقر العباد مستمند ماانکجد اتمام یافت"

(یہ قدیم اور نادر نسخہ خانقاہ فردوسیہ بلخیہ فتوحہ ضلع پٹنہ کی زینت ہے)

اگر کسی بزرگوار کی نظر سے گذرے اور وہ خوش وقت ہوں تو یہ عاجز بھی اون کے برکاتِ انفاس سے محروم نہ رہیگا پہلے مناقب الاصفیا سے لکھا جاتا ہے اور جہاں لفظ **فائدہ** ہے وہ مترجم کی طرف سے عبارت زائد ہے الٰہی یہ نسخہ طالبانِ راہِ حق کے حق میں نافع اور امراضِ قلب کا دافع ہو۔ **قولہٗ** ؎

خداوند شرف الدین احمد — **کہ قدمش بود بر قدمِ محمدؐ**

وہ[1] مجرد تجریدِ توحید میں وہ مفرد تصحیح تفرید میں وہ بیان کرنے والے دقائق راہ طریقت کے، وہ ظاہر کرنے والے معانی حقیقت کے، وہ صاحبِ صفا، وہ مرد خدا وہ ساکن لجۂ احدیت، وہ متمکن مقام زوجیت، وہ مبارزِ میدان دین مجاہدہ، وہ مالکِ ممالکِ کشف و مشاہدہ، وہ سیمرغِ قافِ یقین، وہ ہمائے ہمتِ اہلِ تمکین، وہ داؤدِ تختِ خلافت، وہ سلیمانِ ملکِ محبت و معرفت، وہ واقفِ اسرارِ ہدایت و رہبری یا شیخ جہاں شرف الدین احمد یحیٰی منیریؒ کبار مشائخِ طریقت اور عظام اہلِ حقیقت سے تھے۔ ریاضت و مجاہدہ میں شانِ عجیب و غریب رکھتے تھے۔ آپ کو جذبہ سلوک پر سابق تھا تیس برس بیابانوں اور پہاڑوں اور جنگلوں میں عبادت خدا میں مشغول تھے تارک ماسوائے اللہ تھے دنیا آپ کے آگے نابود تھی کچھ وجود نہ رکھتی تھی۔ آخرت و نعیمِ آخرت آپ کی ہمت کے آگے متروک تھی مقصودِ جان آپ کا خدا تھا۔ جاہِ دنیا اور منزلتِ عقبٰی سے بیزار تھے کرامت اور خوارقِ عادات سے تبرا رکھتے تھے۔ احوالِ حقیقت میں صاحبِ تمکین تھے۔ مرجع اہلِ معرفت و یقین تھے۔ بیان دقائقِ طریقت و اسرارِ حقیقت و معرفت میں عالی کلام تھے۔ ہر طور میں بیان شافی رکھتے تھے۔ عشق و محبت میں کلمات لطیف و غامض رکھتے ہیں۔ بیان علم تصوف میں تصنیفات آپ کی بہت ہیں۔ اسرارِ توحیدِ خواص اور علم حقیقت نے ہند میں آپ سے ظہور پایا۔ موحدوں اور اہلِ حقیقت کی باتیں جیسے کہ امام محمد غزالی[2] اور امام احمد غزالی[3] اور

---

[1] مناقب الاصفیا قلمی ص ۱۳۶ (الف)

[2] حجۃ الاسلام محمد بن الغزالی طوسی قدس اللہ روحہٗ۔ آپ کی کنیت ابو حامد اور لقب زین العابدین ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت سنہ ۴۵۰ھ مطابق ۱۰۵۶ء میں طوس میں ہوئی۔ ابتدا میں آپ نے طوس اور نیشاپور میں تعلیم حاصل کی۔ نظام الملک طوسی سے ملاقات ہوئی اور علمی مباحثے ہوئے پھر مدرسہ نظامیہ بغداد کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ سنہ ۴۸۴ھ میں بغداد تشریف لے گئے۔ آپ نے ۴۸۸ھ میں فریضہ حج ادا کیا۔ آپ شام بیت المقدس، مصر اور اسکندریہ وغیرہ گئے۔ پھر آپ تصوف کی طرف مائل ہوئے اور

عین القضات ہمدانیؒ[1] اور ابن عربیؒ[2] اور خواجہ فرید الدین عطارؒ[3] اور شیخ عراقیؒ[4] اور مولانا جلال الدین رومؒ[5] آپ سے

خلوت اختیار کی۔ آپ کو شیخ ابو علی فارمدیؒ سے نسبت حاصل ہے۔ احیاء العلوم، جواہر القرآن، مشکوٰۃ الانوار، بدایت الہدایت اور کیمائے سعادت آپکی مشہور تصانیف ہیں۔ آپ نے المنقذ من الضلال میں اپنی پوری حالت لکھی ہے۔ آپ کی وفات ۱۴ جمادی الآخر ۵۰۵ھ مطابق ۱۱۱۱ء میں ہوئی۔ آپ کی قبر بغداد شریف میں ہے (نفحات الانس ص ۱۶۳) مکتوبہ داؤد بن حاجی ربیع الآخر ۹۶۵ھ
(یہ نادر نسخہ کتبخانہ قادریہ اسلام پور پٹنہ کی زینت ہے)

[2] حضرت امام ابو الفتوح شیخ احمد غزالی قدس اللہ سرہ طوس ــــــــہ میں پیدا ہوئے۔ آپ حجۃ الاسلام امام محمد غزالی کے برادر حقیقی اور بہت بڑے عالم ربانی، عارف کامل اور صاحبِ کشف و کرامات بزرگ تھے۔ بغداد میں آپ کے پُر اثر مواعظ کا غلغلہ اور آپ کی درویشی وکشف وکرامات کا شہرہ تھا اگرچہ اس وقت آپ مدرسہ نظامیہ کی تولیت اور تدریس سے کنارہ کش ہو چکے تھے۔ آپ امام محمد غزالی کے بعد عرصے تک مدرسہ نظامیہ کے مدرس بھی رہے تھے۔ آپ شیخ ابو بکر نساجؒ کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ حضرت ابو بکر نساج کی نسبت ارادت وخلافت حضرت شیخ ابو القاسم گرگانیؒ سے ہے اور حضرت ابو القاسم گرگانیؒ تین واسطوں سے حضرت سید الطائفہ جنید بغدادیؒ سے ملتے ہیں۔ حضرت خواجہ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردیؒ آپ کی صحبت سے مستفیض ہوئے اور آپ سے علم تصوف حاصل کیا اور آپ کے سب سے پہلے شیخ ہیں اور آپ سے خرقہ خلافت بھی پایا۔ آپ کا وصال بحوالہ تاریخ خلکان ۵۲۰ھ میں ہوا۔ نفحات الانس میں ۵۱۷ھ درج ہے۔ آپ کا مزار شریف قزوین میں ہے (نفحات الانس قلمی ص ۱۶۵ سفینۃ الاولیا ص ۹۷ مخطوطہ ۱۱۰۸ھ)

[1] نام اور کنیت ابو الفضائل عبداللہ بن محمد المیانجی ہے۔ لقب عین القضاۃ ہے ۴۹۲ھ میں پیدا ہوئے۔ ہمدان کے رہنے والے ہیں شیخ محمد بن حمویہؒ اور امام احمد غزالیؒ کی صحبت میں رہے ہیں اور امام احمد غزالی کے اجل خلفاء میں سے بھی ہیں عربی اور فارسی میں تصنیفات آپکی مشہور ہیں۔ آپکی ایک تصنیف زبدۃ الحقائق معروف بہ تمہیدات عین القضاۃ ہمدانیؒ تصوف کی مشہور تصنیف اور معارف وحقائق کا بہترین گنجینہ ہے۔ علمائے ظواہر نے اپنی ناسمجھی سے آپ کے کلمات حقائق ومعارف اور آپ کے اذواقِ مواجید کو نہ سمجھ کر آپ پر کفر کے فتوی لگا دئے گئے اور آپ اپنی پیشین گوئی کے مطابق بورے میں لپیٹ کر آگ میں جلا دئے گئے۔ آپ کے ساتھ یہ واقعہ ۵۳۳ھ یا ۵۲۵ھ میں پیش آیا (نفحات الانس ص ۱۸۳ سفینۃ الاولیا۔ مراۃ الاسرار۔ مناقب الاصفیا)

[2] محی الدین ابن عربی قبیلہ طے سے تعلق رکھتے تھے۔ اندلس کے قصبہ مرسیہ میں ۱۷ رمضان المبارک ۵۶۰ھ میں پیدا ہوئے۔ اشبیلیہ اور سیوطہ میں حدیث وفقہ کی تعلیم حاصل کی پھر ۵۹۰ھ میں ٹیونس پہونچے وہاں تصوف کا رنگ ان پر چڑھا۔ آٹھ برس کے بعد مشرق کی طرف روانہ ہوئے اور مکہ معظمہ میں کچھ دن قیام کرنے کے بعد عراق ایشیائے کوچک اور شام کا دورہ کیا اور دمشق میں ۶۳۸ھ میں رحلت کی۔ سفینۃ الاولیا میں تحریر ہے کہ آپ کا نام محمد بن علی بن عربی ہے۔ آپ کو خرقہ کی نسبت ایک واسطہ سے حضرت عبد القادر جیلانیؒ سے حاصل ہے اور یہ نسبت شیخ ابو محمد یونس القصار ہاشمی سے وابستہ ہے۔ نفحات الانس میں مذکور ہے کہ آپ کے تصنیفات کی تعداد پانچ سو سے زیادہ ہے جس میں فصوص الحکم، فتوحات مکیہ تفسیر ابن عربی مشہور ہیں۔ آپکی وفات شب جمعہ کی ۲۲ ربیع الآخر ۶۳۸ھ کو دمشق میں واقع ہوئی۔ آپ کا مزار مبارک جبل قاسیون میں ہے جو آجکل صالحیہ کے

بیان ہوئیں۔ آپ کے پہلے ہند میں کوئی ان بزرگوں کے کلمات نہ دیکھتا تھا اور اگر دیکھتا تھا تو مطلب نہ سمجھتا تھا۔ ف (فائدہ) اس مقام میں فقیر مترجم نے کوئی دو ورق مناقب الاصفیا کا ترجمہ متروک کیا اسلئے کہ توحید وغیرہ کی

نام سے مشہور ہے اور مرجع خلائق ہے۔ (نفحات الانس ص ۳۲۹ ۔ سفینۃ الاولیا (SUFISM BY ARBERRY)

۳ خواجہ فریدالدین عطار۔ آپ کا اصل مسکن قریہ کوکن ہے جو نیشاپور کے مضافات میں ایک دیہات ہے۔ آپ کی ولادت ماہ شعبان ۵۱۳ھ نیشاپور میں ہوئی۔ ۸۵ سال کامل نیشاپور میں رہے۔ شیخ مجدالدین بغدادیؒ کے آپ مرید ہیں۔ ابتدا میں شیخ رکن الدین اکافؒ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ اکابر مشائخ میں سے بہت سے مشائخ کی صحبتوں میں رہے۔ صاحبِ وجد و سماع صوفیائے کرام میں تھے۔ نثر میں تذکرۃ الاولیا اور نظم میں چار مثنویاں جواہر الذات دو حصہ میں اعتقادات و اخلاق تصوف۔ تیسرا حصہ مثنوی میلاج بروزن حلاج یعنی معشوق حلاج (توحید) میں۔ چوتھا حصہ مختار نامہ اس میں الٰہی نامہ دبیر نامہ، روح الارواح، منطق الطیر وغیرہ آخر میں مقام تمکین پند نامہ پر ختم ہے جن کے متعلق جامیؒ کا خیال ہے کہ فریدالدین عطار کی مثنویات و غزلیات میں اسرار و توحید کے جو معارف و حقائق ملتے ہیں اس گروہ کے کسی شخص کے کلام میں نہیں ملتے آپ کی شہادت سنہ ۶۰۲ھ میں ہوئی۔ شفق نے لکھا ہے کہ سنہ ۶۱۹ھ تک زندہ تھے اور سنہ ۶۲۷ھ میں مغلوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ ان کی تربت نیشاپور کے جنوب میں بمقام شادیاخ موجود ہے (نفحات ص ۲۶۴ ۔ تاریخ ادبیات ایران ۔ رضا زاد شفق)

۴ شیخ فخرالدین ابراہیم المشہور بالعراقیؒ: آپ ہمدان کے رہنے والے ہیں۔ صغرسنی ہی میں آپ نے قرآن شریف حفظ کیا اور سترہ سال کی عمر میں ہمدان کے مشہور مدارس میں علوم دینیہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد آپ درس و تدریس میں مشغول ہوگئے۔ قلندر کی ایک جماعت کے ساتھ ہمدان سے ہندوستان آئے اور ملتان میں حضرت شیخ بہاءالدین زکریا ملتانیؒ کی صحبت میں رہے اور ان کو اپنا خرقہ پہنایا اور مرید کیا۔ اپنی دختر کو ان کے حبالۂ عقد میں دیا۔ پچیس سال حضرت شیخ کی صحبت میں رہے اور جب آپ کا وقت آخری ہوا تو آپ نے اجازت و خلافت سے نوازا۔ زیارت حرمین شریفین کی اور واپسی میں روم گئے وہاں شیخ صدرالدین قونویؒ کی صحبت میں رہے اور ان سے تربیت حاصل کی۔ اسی درمیان میں تصوف کی مشہور کتاب لمعات تصنیف کی آپ کے اشعار کا مجموعہ مشہور و مقبول ہے۔ آپ کی وفات ۸ ذی القعدہ سنہ ۶۸۸ھ میں ہوئی۔ آپ کی قبر مبارک شیخ محی الدین ابن عربی کے مزار کے عقب میں واقع ہے جو دمشق میں صالحیہ میں ہے۔ (سفینۃ الاولیا ص ۱۱۲ ۔ نفحات الانس ص ۲۶۳)

۵ جلال الدین محمد البلخی الرومی قدس سرہ ایران کے سب سے بڑے صوفی تسلیم کئے جاتے ہیں۔ آپ سنہ ۶۰۴ھ میں بمقام بلخ پیدا ہوئے آپ کے والد محمد بن حسین الملقب بہ بہاءالدین ولد حسب روایت علاءالدین خوارزم شاہ کے داماد تھے۔ اپنے زمانے کے بہت بڑے عارفوں اور علماء میں شمار کئے جاتے تھے اور شیخ نجم الدین کبریٰؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ عوام میں شہرت کی وجہ سے خوارزم شاہ بدگماں ہوگئے پھر تصوف کے مخالفین بھی دشمن ہوگئے۔ مجبوراً آپ نے بغداد کا ارادہ کیا اور اپنے صاحبزادے جلال الدین کے ساتھ بغداد کے راستے حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے۔ مولانا بہاءالدین ولد نے نیشاپور میں شیخ فریدالدین عطار کی بھی زیارت کی اور انھوں نے جلال الدین کو اپنے سینے سے لگایا، دعا دی اور انھیں مثنوی اسرار نامہ تحفتاً عطا کی۔ آپ کے والد کی وفات سنہ ۶۲۸ھ میں ہوئی۔ اس کے ایک سال کے بعد سید برہان الدین محقق ترمذیؒ جو بہاءالدین ولد کے شاگرد تھے اور زمرۂ خواص اور اولیاء اہل طریقت میں شمار کئے جاتے تھے قونیہ آئے۔ جلال الدینؒ نے ان کی مجالس درس سے کسب فیض کیا۔ قونیہ ہی میں آپ کی ملاقات شمس الدین بن علی بن ملک داد المشہور شمس تبریز سے سنہ ۶۴۲ھ میں ہوئی اور آپ کی حالت ہی بدل گئی اور آپ میں عشق حقیقی کی گرمی زیادہ پیدا ہوگئی جس کا اظہار اپنی

باتیں تھیں۔ یہ اردو کا مختصر رسالہ اوس کی گنجائش نہیں رکھتا اور خواجہ عین القضاۃ ہمدانی کا تذکرہ جو آگیا تو اوس سوختۂ آتش محبت پروانۂ شمع حقیقت کی وفات کا حال کہ واقعہ عجیب و غریب ہے زیادہ کیا۔ نقل ہے کہ قاضی عین القضاۃ ہمدانیؒ نے ایک بار عالم ذوق میں فرمایا کہ "من بسوزم و تو تماشا کنی" یعنی میں جلوں اور تو تماشا دیکھے اور یہ دعا زبان دل اور عالم صدق سے تھی مقبول بارگاہ عزت ہوئی اور غلبۂ حال میں ایک بات ایسی ان کے زبان سے سرزد ہوئی کہ علمائے وقت نے تعزیر کی اور کپڑے تیل میں بھگو کر بدن میں لپیٹے گئے اور آگ لگا دی گئی۔ بیت

ہمچناں شد کا خر او را سوختند　　　مشعلے چوں شمع طور افروختند

جلتے تھے اور خنداں تھے۔ آخر جب سینہ تک آگ پہونچی اک آہ کی۔ ایک شخص نے جو اس راز سے آگاہ تھا کہا کہ وہ کیا وقت تھا جو دعا کی تھی کہ میں جلوں اور تو تماشا دیکھے۔ اب یہ آہ کیسی؟ فرمایا اس لئے آہ نہیں کرتا کہ جلتا ہوں بلکہ اس لئے کہ جلد جلا جاتا ہوں۔ بیت

ہمچنیں می سوختم چندے دگر　　　کرد او نظارۂ من دیر تر

حضرت مخدوم جہاںؒ نے معدن المعانی[1] میں یہ واقعہ بیان کرکے یہ شعر فرمایا ہے۔ بیت

او بر سر قتل و من در و حیرانم　　　کاں راندن تیغش چہ نکو می آید

شعر　ذبح کرتے ہیں جو خود وہ دست نازک سے تو ہے　　　شوخیِ شیرینیِ جاں نزع کی شدت مجھے

مثنوی میں کیا ہے اور آپ ان ہی سے مرید ہوگئے۔ مثنوی معنوی آپ کے اشعار کا بہترین مجموعہ ہے۔ اس میں چھ دفتر ہیں اور جس میں چھبیس ہزار اشعار ہیں۔ حضرت مولانا نے ۶۷۲ھ میں قونیہ میں وفات پائی اور اپنے والد کے مقبرہ میں مدفون ہوئے۔ (نفحات الانس قلمی ص ۲۰۴۔ تاریخ ادبیات ایران مصنفہ رضا زادہ شفق)

[1] معدن المعانی حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیریؒ کے ملفوظات کا فارسی میں مجموعہ ہے یہ ۷۴۶ھ میں جمع کیا گیا ہے اس کے جامع اور ترتیب دینے والے آپ کے خادم خاص حضرت زین بدر عربیؒ ہیں۔ یہ تصنیف ۶۳ ابواب پر مشتمل ہے اس میں ہر باب کے تحت اسی کی مناسبت سے ذکر کی لائے ہیں۔ اس کتاب میں سائل کے جواب میں حضرت مخدوم نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے من و عن درج کر دیا گیا ہے۔ جامع ملفوظ حضرت زین بدر عربیؒ نے دعویٰ کیا ہے کہ انھوں نے اس تصنیف میں اپنی طرف سے کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا ہے بلکہ حضرت مخدوم جہاں کی زبان سے جو کچھ سُنا بجنسہٖ نقل کر دیا۔ حتیٰ کہ عین کسی لفظ میں بھی کوئی تبدیلی نہیں کی اس میں حدیث تفسیر فقہ، عقائد اور علم کلام پر مباحث کے علاوہ تصوف کے اسرار و رموز نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان کئے ہیں۔

پھر مناقب الاصفیا کا ترجمہ ہے۔ ہند میں اسرار توحید خواص کے سننے کی طاقت کتر کسی کو تھی کہنا تو خود اور ہی بات ہے الا ماشاء اللہ۔ بر سبیل ندرت احمد بہاری ایک دیوانہ شکل تھے اکثر خدمت میں شیخ شرف الدین منیریؒ کے آمد و شد رکھتے تھے۔ توحید خواص میں کچھ پوچھتے کبھی آپ بھی کچھ کہتے شیخ کے ساتھ انبساط رکھتے تھے۔ عالم دیوانگی میں کھلی کھلی باتیں بولتے کہ خلق اوس کے سننے کی طاقت نہ رکھتی تھی اور شیخ عزؒ کاکوی ایک مرد صاحب شغل کامل الحال تھے۔ نہایت مشغولی سے اتنی دور بہار میں قصبہ کاکو[۱] سے آنا خدمت میں شیخ شرف الدین منیریؒ کے میسر نہ ہوتا۔ کچھ اگر توحید خواص اور عشق و محبت میں مشکل ہوتی حل اوس کا شیخ شرف الدینؒ سے بارسال خطوط چاہتے۔ شیخ اون کا جواب لکھتے اس کو کلمات شیخ شرف الدینؒ میں اجوبہ[۲] کاکوی کہتے ہیں۔ شاید کہ یہ دونوں بزرگ سلطان[۳] فیروز کے عہد دولت میں دہلی گئے۔ توحید میں کھلی کھلی باتیں اور شطح بولے علمائے دہلی نے

---

[۱] کاکو ضلع گیا میں ایک قدیم اور مشہور قصبہ ہے۔ یہاں کی آبادی بہت ہی قدیم ہے۔ حضرت مخدوم شہاب الدین پیر جگجوتؒ کی منجھلی بیٹی بی بی کمالؒ اور ان کے شوہر حضرت سلیمان لنگر زمینؒ بن حضرت عبدالعزیزؒ بن امام محمد تاج فقیہؒ کا قیام یہاں رہا اور آپ دونوں کے مزارات بھی یہیں ہیں جو مرجع خلائق اور زیارتگاہ عوام ہیں۔ بہار شریف سے تقریباً ۳۰ میل کی دوری پر ہے۔ کاکو کی درگاہ میں کچھ ٹوٹے پتھر ہیں جن کے کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ چودھویں صدی عیسوی اور فیروز شاہ تغلق کے عہد میں شخصے مسمیٰ احمد حسن نے یہاں کچھ عمارت تعمیر کی تھی۔

[۲] یہ رسالہ فارسی میں آٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں حضرت مخدوم جہاں کے عزیز مرید حضرت عزؒ کاکوی کے سوالوں کے جوابات مرقوم ہیں جنھیں حضوری کا شرف حاصل نہ ہوتا تھا۔ یہ رسالہ اجوبہ کاکوی کے نام سے مکتوبات دوصدی کے ساتھ ۱۳۰۳ھ میں مطبع نامی گرامی شرف پریس بہار میں طبع ہو چکا ہے۔ اس میں چند نکات ایسے ہیں جن سے اس کتاب کی افادی حیثیت کا پتہ چلتا ہے۔ تین سوالات ہیں اور اس کے جوابات ہیں۔

[۳] سلطان فیروز شاہ تغلق سپہ سالار رجب کا بیٹا اور سلطان غیاث الدین تغلق کا بھتیجا اور سلطان محمد تغلق کا چچازاد بھائی تھا۔ ۲۱ محرم ۷۵۲ھ میں بمقام ٹھٹھ تخت نشیں ہوا۔ ایک عادل اور عالم بادشاہ تھا۔ اس کے انتظام سے رعایا اور فوج یکساں خوش تھی۔ کسی نے اس کے زمانہ میں ظلم کرنے کی ہمت نہ کی۔ فیروز شاہ کو صوفیائے کرام سے غایت عقیدت تھی۔ فیروز شاہ کو سہروردی بزرگوں سے خاص عقیدت تھی حضرت مخدوم جلال الدین جہانیاں جہاں گشتؒ کا بغایت معتقد تھا اور آپ کے اولش کا شیدائی تھا۔ حضرت شرف الدین احمد یحییٰ منیری، حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ اور حضرت قطب منورؒ کے پند و نصائح سے بھی مستفیض ہوتا رہا اور ان تمام بزرگان دین ہی کے فیض و برکات کی وجہ سے اس میں شریعت اور سنت کی پابندی کا جذبہ پیدا ہوا اور اس نے اپنے دور حکومت میں شریعت کے احیا اور بدعات کے قلع قمع کرنے میں پوری کوشش کی۔ حضرت مخدوم جہاں کے مکتوبات دوصدی میں اس کے نام سے ایک خط نمبر ۱۹۳ بھی ہے جس میں آپ نے عدل و انصاف کی نصیحت فرمائی ہے۔ ۳۸ سال حکومت کرنے کے بعد ۱۸ رمضان المبارک سنہ ۷۹۰ھ میں اسی برس کی عمر میں انتقال کیا۔ وفات فیروز سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔ مہرولی (دہلی قدیم) میں اپنے بنائے ہوئے حوض خاص کے کنارے دفن ہے۔ فتوحات فیروز شاہی اس کی مشہور تصنیف ہے۔
(مناقب الاصفیا ص ۱۳۶۔ تاریخ فیروز شاہی مصنفہ شمس سراج عفیف)

سلطان فیروز سے کہا کہ یہ دونوں ایسی باتیں بولتے ہیں کہ قابل قتل کے ہوئے ہیں سلطان نے محضر کیا۔ تمام اکابر شہر کو جمع کیا سب نے اجماع کیا۔ اون دونوں کو قتل کیا۔ دہلی سا شہر مشائخ و علمار و فضلار کا مجمع اور سلطان فیروز سا بادشاہ درویشوں کا معتقد کسی کو اتنا نہ ہوا کہ ان دونوں بزرگوں کو دیوانگی کے بہانہ سے بھی رہا کروا دے۔ ف مونس القلوب میں اتنی بات اور زیادہ ہے کہ اُن کے قتل کے بعد شاہ نے حکم کیا کہ دہلی کے دروازہ پر لکھ دیں کہ احمد بہاری اور ع۔ کاکوی جو خدائی کا دعویٰ کرتے تھے ہماری بارگاہ جہاں پناہ میں سزا کو پہونچے۔ جب اُن کے قتل کی خبر شیخ شرف الدین منیریؒ کو پہونچی فرمایا جس شہر میں ایسے بزرگوں کا خون گرے تعجب ہے اگر وہ شہر آباد رہے جیسا کہ فرمایا ویسا ہی ہوا۔ کچھ مدت نہ گذری تھی کہ سلطان فیروز کی زندگی ہی میں خرابی کا مقدمہ ظاہر ہوا شہر میں سلطان فیروز کا باوجود اوس شوکت کے جو رکھتا تھا کوئی ضابطہ باقی نہ رہا۔ بیٹا بادشاہ کا خانجہاں[1] وزیر سے بھڑ گیا۔ بہت مسلمان اوس حادثہ میں مارے گئے۔ شہر روئے بہ خرابی لایا اوس کے بعد لازموں نے سلطان دہلی کو کہا اور سلطان کے بیٹے سے بھڑ پڑے اوس کے بعد مغل لوگ آئے دہلی کو زیر و زبر کر ڈالا۔ ف اس اجمال کی تفصیل سیر المتاخرین[2] سے لکھی جاتی ہے کہ فیروز شاہ جب بوڑھے اور ضعیف ہو گئے اپنے بیٹے ناصر الدین محمد شاہ کو ولی عہد کیا اور بار سلطنت اوس کی دوشِ ہوش پر رکھا اور خود گوشۂ عافیت میں توشۂ عاقبت کے سامان میں لگے اور محمد شاہ کے قصور سے انتظامِ سلطنت میں فتور پڑا۔ پہلے وزیر سے ہنگامہ آرائی ہوئی پھر امرائے سلطنت اور سردارانِ لشکر بگڑ گئے۔ محمد شاہ نے ان لوگوں پر چڑھائی کی۔ سردارانِ لشکر نے فیروز شاہ سے کیفیت عرض کی اور فیروز شاہ کو گھیرا اور فیروز شاہ خود لشکر کے ساتھ ہو کر مقابلہ کو نکلے محمد شاہ

---

[1] خانجہاں سلطان فیروز شاہ تغلق کا لائق وزیر اور حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ کا مرید تھا۔ یہ نسباً تلنگی ہندو تھا سلطان محمد تغلق کے پاس حاضر ہو کر ایمان لایا اپنی غیر معمولی استعداد اور صلاحیت کی بنا پر ترقی کر کے محمد تغلق ہی کے زمانہ میں وزارت کے عہدہ پر مامور ہوا۔ فیروز شاہ کے عہد میں وزارت کی باگ اسی کے ہاتھ میں رہی اور اس نے بڑی دانشمندی اور ہوشیاری سے تمام اہم کاموں کو انجام دیا اور حضرت شیخ نظام الدین اولیاؒ کے قریب دفن ہوا (تاریخ فیروز شاہی مصنفہ شمس سراج عفیف)

[2] سیر المتاخرین ایک گرانقدر تصنیف ہے جو ۱۱۹۴ھ مطابق ۱۷۸۰ء میں لکھی گئی ہے اسکے مصنف غلام حسین خاں بن ہدایت علیخاں طباطبائی ہیں یہ عبارت جلد اول ص ۱۲۹ مطبع نولکشور ۱۲۸۳ھ "در ذکر سلطان فیروز شاہ"

کو تاب مقابلت نہ ہوئی فرار کیا اور جلائے وطن اختیار کیا۔ فیروز شاہ نے بیٹے سے ناخوش ہو کر اپنے پوتے تغلق شاہ بن فتح خاں کو کہ یتیم تھا ولیعہد کیا اور تھوڑے ہی زمانہ میں مرض الموت میں مبتلا ہو کر دنیا سے منھ موڑا اور دینداری اور نکوکاری اور معدلت گستری اور رعیت پروری میں نام نیک قیامت تک یادگار چھوڑا۔ بیت تاریخ ؎

تاریخ وفات شاہ دل سوز ۔۔۔ تاریخوں میں ہے وفات فیروز

اوس کے بعد دہلی میں بہت ہنگامہ کشت و خوں گرم ہوا۔ انتہی واللہ غالب علی امرہٖ بات کہاں سے کہاں پہونچی۔ کلام کھینچتا ہے طرف کلام کے۔ بر سر سخن آئے ہم۔ شیخ شرف الدین منیریؒ[1] شیخ بزرگ تھے ابتدا سے انتہا تک محفوظ رہے۔ صغیرہ آپ سے وجود میں نہ آیا۔ آپ کے باپ اور ماں آپ کے پیدا ہونے کے قبل آپ کی بزرگی کی بشارت پائے ہوئے تھے۔ روایان حکایت سے سنا گیا ہے کہ شیخ یحییٰ[2] شرف الدین منیریؒ

---

[1] مناقب الاصفیا قلمی ص ۱۴ (ب)

[2] حضرت مخدوم شیخ یحییٰ منیری حضرت امام محمد تاج فقیہ رفاتح منیر) کے بڑے صاحبزادے حضرت مخدوم اسرائیل کے بیٹے اور مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ کے والد ہیں۔ آپ ۵۷۶ھ میں اپنے دادا حضرت امام محمد تاج فقیہ کے ہمراہ مجاہدین اسلام کی جلو میں منیر شریف تشریف لائے گویا آپ کی آنکھ اشاعت اسلام اور جہاد کرنے والوں کی گود میں کھلی اور پرورش و پرداخت میدان جہاد اور تلوار کے سایہ میں ہوئی اور پھر رشد و ہدایت کا سلسلہ بھی آپ ہی کے ہوش میں ہوا۔ آپ کی شادی عظیم آباد کے قدیم بزرگ حضرت شہاب الدین پیر جگجوت کی بڑی صاحبزادی رضیہ عرف بڑی بوا سے ہوئی جن کی بطن سے چار بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی جن کی تفصیل یہ ہے۔ بڑے صاحبزادے حضرت مخدوم جلیل الدین احمد مرید حضرت نجیب الدین فردوسیؒ اور خلیفہ والد ۲ منجھلے صاحبزادے حضرت مخدوم شرف الدین احمد کے مرید و خلیفہ حضرت نجیب الدین فردوسیؒ ۳ سنجھلے صاحبزادے حضرت مخدوم خلیل الدین احمد مرید حضرت مخدوم شرف الدین احمد منیریؒ ۴ چھوٹے صاحبزادے حضرت مخدوم حبیب الدین احمد مرید حضرت شرف الدین احمد منیریؒ ۵ صاحبزادی بی بی ماہ خاتون تھیں جن کی شادی میر شمس الدین مازندرانیؒ سے ہوئی۔ آپ کو حضرت تقی الدین جھوسیؒ سے بے پناہ ارادت تھی۔ اخبار الاصفیا در احوال الاولیا مصنفہ عبدالصمد بن افضل محمد بن یوسف الانصاری سن کتابت ۱۰۸۱ھ قلمی فارسی خدابخش اورینٹل لائبریری پٹنہ کے ص ۳۴ میں تحریر ہے کہ شیخ یحییٰ بن اسرائیل منیری نور اللہ مرقدہٗ جدش از قدس خلیل بمنیر آمدہ علم اسلام زدہ بوطن مراجعت نمود۔ سراج المجید از آثار اوست۔ و شیخ از متقدمین و اکابر وقت بعدہ ارشاد از شیخ شہاب الدین سہروردیؒ دارد و ہم از شیخ نجم الدین فردوسیؒ تذکرۃ الکرام اور مراۃ الکونین میں بھی آپ کو حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کا مرید و خلیفہ تسلیم کیا ہے۔ آپ اور آپ کی اولاد سے ہندوستان اور بیرون ہندوستان میں رشد و ہدایت کی اشاعت ہوئی۔ آپ کا وصال بروز پنجشنبہ ۱۱ شعبان المعظم ۶۹۰ھ

کے والد مولانا تقی الدین عربیؒ[1] ساکن خطہ مہسوں صاحب انتخاب احیائے علوم سے اعتقاد رکھتے تھے شاید ارادت بھی مولانا مذکور سے ہوئی ہو۔ منیر سے مہسوں میں اون کی ملاقات اور زیارت کا قصد کرتے تھے جب جب کہ شیخ یحیٰ جاتے تھے مولانا اُٹھ کھڑے ہوتے تھے اور تعظیم کرتے تھے اور آپ کی پیٹھ چومتے تھے۔ ایک بار اپنے معمول پہ مولانا مذکور کے پاس گئے مولانا نے اون کی تعظیم نہ کی۔ شیخ یحیٰؒ اپنے جی میں منفعل ہوئے کہ کیا سبب ہے کہ مولانا نے اپنے معمول کو چھوڑا ہے۔ مولانا نے اشراق باطن سے دریافت کیا اور کہا کہ ہم جس کی تعظیم کرتے تھے وہ اپنی ماں کے پیٹ میں گیا۔ اور بھی سُنا ہے کہ شیخ شرف الدین منیریؒ کی ماں نے آپ کو بچپن میں کبھی بے وضو دودھ نہیں دیا ہے اور ایک دن گہوارہ میں اکیلے مکان میں چھوڑ کر دوسرے گھر میں گئیں۔ تھوڑی دیر کے بعد آئیں تو دیکھا کہ ایک مرد گہوارہ کے پاس بیٹھا ہے مکھیوں کو ہنکاتا ہے اور گہوارہ ہلاتا ہے۔ دہشت کھائی وہ مرد غائب ہو گیا جب دہشت سے قرار پکڑا اپنے حال پر آئیں۔ کیفیت اپنے باپ سے کہی۔ اون کے باپ نے کہا: ڈرو۔ وہ مرد خواجہ خضر تھے صلوٰۃ اللہ علیہ کہ گہوارہ ہلاتے تھے اور لڑکے کی حفاظت کرتے تھے تمھارا بیٹا بزرگ ہوگا۔ اور خواجہ ہم پر عتاب کرتے تھے کہ تمھاری لڑکی بچہ کو خالی گھر میں اکیلا چھوڑ کر گئی۔ لڑکے کو اکیلے گھر میں چھوڑ کر نہ جایا کرے کیونکہ نظر آسیب کا خوف ہے۔ شیخ شرف الدین منیریؒ کے نانا بڑے مرد بزرگ تھے۔ قاضی

بمقام منیر شریف ضلع پٹنہ ہوا اور بڑی درگاہ میں مدفون ہوئے جو مرجع خلائق ہے۔ یہانتک کہ شاہنشاہ بابر بھی حاضری دے چکا ہے جیسا کہ بابر نامہ میں مذکور ہے۔ (مزید تفصیلی حالات دیکھنا چاہیں تو میرا مضمون مطبوعہ رسالہ تاج کراچی مارچ ۱۹۶۲ء دیکھئے)

[1] آپ عرب نژاد تھے اسی مناسبت سے عربی کہے جاتے ہیں۔ آپ حافظ مادر زاد تھے اور طریقہ سہروردیہ کے اکابر مشائخ میں سے ہیں۔ آپ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ کے اجل خلفا حضرت خواجہ احمد دمشقیؒ کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ آپ کے خلفا میں حضرت مخدوم سلیمان مہسوی مشہور ہیں جن کے مرید حضرت غریب اللہ دھکڑ پوش ہیں اور آپ ہی کے مرید و خلیفہ حضرت مخدوم ضیاء الدین صوفی سہروردی چندھوسی متوفی ۷۲۲ھ ابن مخدوم برہان الدین صوفی ہانسوی ابن حضرت قطب جمال ہانسوی مرید و خلیفہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ ہیں حضرت مولانا تقی الدین عربیؒ نے سلسلۂ سہروردیہ کی اشاعت خطہ بنگال میں کی اور سرزمین مہسوں ضلع دیناج پور کو اشاعتِ اسلام کا مرکز بنایا اور اہل مہسوں کو نور ایمان سے منور کیا۔ احیاء العلوم حجۃ الاسلام حضرت امام محمد غزالی کی علم الاخلاق اور تصوف پر مشہور تصنیف ہے جن میں سے بعض مسائل کو منتخب کر کے آپ نے ترتیب دیا لیکن اب یہ تصنیف نایاب ہے۔

شہاب[۱] الدین نام رکھتے تھے ف آپ کا لقب جگجوت ہے اور مزار مبارک جھٹلی میں ہے۔ انتہیٰ

سبحان اللہ جو شخص کہ بچپن میں ماں کے پیٹ اور باپ کی پیٹھ میں مکرم و معظم ہو اوس کے مناقب کیا

---

[۱] قاضی شہاب الدین پیر جگجوت قدس سرہ بہار کے متقدم بزرگ ہیں۔ آپ کی ذات بابرکات سے صوبہ بہار میں رشد و ہدایت اور علوم تصوف کی ترویج و اشاعت ہوئی۔ سلسلہ سہروردیہ کی اشاعت شروع شروع میں آپ ہی کے ذریعہ ہوئی۔ آپ کی اولاد اور آپکا خاندان علم و عرفان کی حیثیت سے بہت ممتاز ہے۔ آپ کی اولاد دنیائے تصوف میں غیر معمولی شہرت کی مالک ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۵۸۰ھ میں کاشغر میں ہوئی اور نسبی سلسلہ حضرت سیدنا امام حسین شہید کربلاؓ سے ملتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کو حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ سے ارادت و خلافت تھی۔ اسی سبب سے سلسلہ سہروردیہ کی اشاعت صوبہ بہار میں سب سے پہلے آپ ہی کے ذریعہ ہوئی۔ آپکی چار بیٹیاں تھیں جو خود ولیہ کاملہ تھیں ۱ء بڑی بیٹی حضرت رضیہ کی شادی امام محمد تاج فقیہ کے پوتے یحییٰ منیری سے ہوئی جن سے چار بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئیں۔ ۲ء منجھلی بیٹی حضرت بی بی حبیبہ کی شادی مخدوم سید موسیٰ ہمدانیؒ سے ہوئی جن سے حضرت مخدوم احمد چرم پوشؒ (محلہ امبیر بہار شریف) مشہور ہوئے۔ ۳ء سنجھلی بیٹی حضرت بی بی ہدیہ عرف بی بی کمالؒ کی شادی حضرت امام تاج فقیہ کے دوسرے پوتے حضرت سلیمان لنگرزمین بن عبدالعزیز سے ہوئی جن سے ایک بیٹا مخدوم عطاء اللہ اور ایک بیٹی بی بی کمال بنام والدہ ہوئیں۔ آپ ہی کے صاحبزادے غریب اللہ حسین دھکڑ پوش جلیل القدر سہروردی بزرگ ہیں حضرت سلیمان لنگرزمین اور بی بی کمال کا مزار کاکو ضلع گیا میں مرجع خلائق ہے۔ ۴ء چھوٹی بیٹی حضرت بی بی جمال کی شادی حضرت مخدوم آدم صوفی چشتیؒ جو بابا فریدالدین گنج شکر کے مرید اور خلیفہ ہیں جیسا کہ گنج ارشدی ملفوظ غلام ارشد جونپوری میں ہے) کے صاحبزادے شیخ حمیدالدین بکی درگاہ جو پھلواری ٹنہ سے ہوئی جن سے مخدوم تیم اللہ سفید بازؒ ہوئے جن کا مزار مقام بیجو بن متصل بیکٹی اور کا مہار شریف میں ہے۔ صوبہ بہار کا قدیم صوفی خانوادہ حضرت پیر جگجوت ہی کے نسل سے ہے۔ حضرت پیر جگجوت زیادہ تر عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے کثرت سے نفلی روزے رکھتے۔ آپ اخلاق و محبت کو بہت بڑی عبادت سمجھتے تھے۔ آپ نے موضع عالم پور جیو ٹھلی (جو کہ پٹنہ سے ۸ میل کی دوری پر واقع ہے) میں سکونت اختیار کر کے رشد و ہدایت کی ترویج و اشاعت کی اور سلسلہ سہروردیہ کی اشاعت اپنا مقصد بنایا۔ آپ نے اپنی سب لڑکیوں کی شادی اولیاء اللہ سے کی تاکہ دولت شریعت و طریقت سے یہ گھرانے مالا مال رہیں۔ صوبہ بہار کا قدیم صوفی خانوادہ آپ کا اور آپ کے نواسوں کا گھر تسلیم کیا جاتا ہے۔

آپ کا آستانہ بلا فرق مذہب و ملت سب کے لئے کھلا ہوا ہے کوئی بھی طالب بے فیض آپ کے یہاں سے نہیں پھرا۔ آپ لوگوں کو عاجزی و انکساری کی تعلیم دیتے تھے آپ کی تعلیم تھی کہ پابندی شریعت ضروری ہے اس کے بعد ہی طریقت کا درجہ آتا ہے جو شخص شریعت پر گامزن رہے گا وہی طریقت کی منزل پر پہونچے گا اور وہی سلوک کی راہ آسانی سے طے کر سکتا ہے۔

آپ ۱۲ ذیقعدہ ۶۶۹ھ کی صبح کو اپنے مالک حقیقی سے جاملے اور موضع عالم پور جیو ٹھلی میں مدفون ہوئے آپ کا مزار خام دریائے گنگ کے کنارے واقع ہے مگر دریائے گنگ کے جوش سیلاب سے محفوظ رہتا ہے۔ آپ کا مزار بھی درگاہ کے نام سے مشہور ہے اور زیارت گاہ خواص و عام ہے۔

(مزید تفصیلی حالات دیکھنا چاہیں تو میرا مضمون مطبوعہ رسالہ تاج کراچی مورخہ ستمبر ۱۹۶۳ء دیکھئے۔)

کہہ سکے۔ سُنا[۱] ہے کہ جب بلوغ کو پہونچے علوم دین کے سیکھنے میں مشغول ہوئے، علوم دین پورا حاصل کیا اوس زمانہ میں مولانا شرف[۲] الدین توامہؒ کی عظمت اور بزرگی اور دانشمندی کا شہرہ ملک ہند میں بلکہ

---

[۱] مناقب الاصفیا ص ۱۴۱ (ب)

[۲] حضرت مولانا شرف الدین توامہؒ اپنے عہد کے ممتاز عالم اور اجلّ صوفی تھے۔ آپ شمس الدین التمش کے عہد حکومت ہی سے علم و تدریس کے نظام شمسی کے ایک روشن ستارہ تھے۔ غیاث الدین بلبن ۶۶۴،۶۸۶ھ کے عہد میں دہلی میں آپ کو عوام میں مقبولیت حاصل تھی اور عقیدتمندوں کا سیلاب امنڈ آیا تھا جس سے بادشاہ وقت غیاث الدین بلبن کو خطرہ لاحق ہوا کہ اس مقبولیت کے سبب بادشاہ کی اہمیت نہ رہیگی چنانچہ اسی ڈر سے اس نے آپ کو سنارگاؤں جانیکا حکم صادر کیا۔ آپ نے سنارگاؤں جاتے ہوئے منیر شریف میں چند روز قیام فرمایا غالباً ۶۶۸ھ سے ۶۷۳ھ کا یہ واقعہ ہے۔ حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد منیریؒ والدین کی اجازت لیکر طلب علم میں آپ کے ساتھ ہوگئے اور سنارگاؤں میں ۶۹۰ھ تک آپ سے علم شریعت و طریقت حاصل کرتے رہے۔ حضرت شرف الدین ابو توامہؒ نے آپکو اپنی دامادی کا شرف بھی بخشا جیسا کہ پرانے کرسی نامہ میں نیز شاہ لطف علی منیری کے فاتحہ کی کتاب میں یہ اشعار منظوم ہیں۔ ؎

شیخ شرف الدین، شرف الملک شرف العالمیں	اولیائے کامل و محبوب ختم المرسلیں
شیخ یحییٰ والد او شہ زکی الدین پسر	جد او تاج الفقیہہ قاتل کفار دیں
مادرش بُوا بڈی بادام نامی زوجہ اش	شرف توامہ بود استاد و خسرش بالیقیں
شہ نجیب الدین فردوسی است پیر بیعتش	شہ مظفر نایب و فرماں بروگدی نشیں
فاطمہ و زہرہ داں بنتاں مخدوم جہاں	شیخ اشرف میر قمر الدین ختنان متیں

بعد ازاں حضرت چولھائی خادم مقبول خاص
فاتحہ اخلاص کرسی آنکہ باشد خوشتریں

آپ کے متعلق خوانِ پُر نعمت کی مجلس ششم میں مخدوم جہاں اس طرح عقیدت کا اظہار کرتے ہیں "ترجمہ مولانا شرف الدین ابو توامہ ایسے عالم تھے کہ تمام ہندوستان میں آپ کا حوالہ دیا جاتا اور علم میں آپ کا کوئی ہمسر نہ تھا" ایک جگہ اور اس طرح فرماتے ہیں۔ مولانا شرف الدین توامہ ہندوستان کے علماء میں اس قدر مشہور تھے کہ ان کے علم میں کسی کو شبہ نہ تھا۔ آپ ریشمی سربند اور ازاربند استعمال کرتے تھے۔ آپ نے ایسی چیزیں لکھی ہیں کہ دوسرے علماء کو اس کی تقلید کرنی چاہئے۔ اگر سبق پڑھانے میں مشکل پیش آتی تو غور کرتے اور غور کرتے وقت سربند کاندھے پر لٹکاتے اور اس کو ہاتھ میں لیکر مشغول رہتے یہانتک کہ مشکل حل ہوجاتی اس کے بعد سربند کو چھوڑ کر مشکل کو بیان فرماتے"۔ آپ علم شریعت و طریقت کے علاوہ علم کیمیا، ہیمیا اور سیمیا پر بھی قدرت رکھتے تھے۔ آپ شاعر بھی تھے اور آپ ہی کی مشہور فقہی مثنوی "بنام حق" مشہور ہے۔ سنارگاؤں کے سفر میں آپ کے ساتھ آپ کے بھائی حافظ رکن الدین بھی تھے۔ آپنے ایک مدرسہ کی بنیاد بھی ڈالی جس میں درس و تدریس کا سلسلہ قائم رہا اور ۷۰۰ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ سنارگاؤں میں بمقام موری پاڑہ ایک کھلے چبوترہ پر مولانا شرف الدین توامہ کا مزار ہے۔ جبوترہ پر متعدد مزارات اور بھی ہیں جو آپ کے افراد اہل خاندان کے معلوم ہوتے ہیں (خوان پر نعمت ص ۱۵۔ کرسی نامہ منیر معارف جنوری ۱۹۵۹ء)

عرب و عجم میں پڑا ہوا تھا۔ رسالہ منظومہ نام حق[1] آپ ہی کی تصنیف شریف سے ہے۔ سب علموں میں کمال رکھتے تھے حتیٰ کہ علم کیمیا و ہیمیا و سیمیا میں بھی پورے طور پر کمال رکھتے تھے۔ علوم دین میں مرجع علمائے دین تھے۔ عام و خاص امراء و ملوک سب معتقد اور مطیع اور تابع تھے۔ علم سیمیا میں عجب تماشے خلق کو دکھلائے۔ خلق کے نہایت فرمانبردار ہونے سے دہلی کا بادشاہ وقت[2] ڈرا کہ مبادا ملک کو لے لیں۔ حیلہ سے

---

[1] یہ ایک منظوم فقہی مثنوی فارسی زبان میں ہے۔ یہ مثنوی ۱۵ ربیع الاول ۶۹۳ھ کو مکمل ہوئی۔ اس مثنوی میں ایک سو اسی اشعار اور دس ابواب ہیں۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ بخارا کے رہنے والے تھے اس مثنوی کا یہ شعر بہت مشہور ہے۔ ؎ روز اول کہ جان گداز بود اولیں پرسش نماز بود

یہ رسالہ تقسیم ہند اور دوسری جنگ عظیم کے قبل تک بہار کے طلبا کو گلستاں اور بوستاں اور پند نامہ عطار وغیرہ کے ساتھ ساتھ پڑھایا جاتا تھا۔ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کے کیٹلاگ ۱۹۲۴ء میں تحریر ہے کہ نام حق مصنفہ شرف الدین بخاری ۷۰۳ھ مطابق ۱۳۰۳ء کو مکمل ہوئی حالانکہ اسی کے نیچے اس شعر سے اندازہ ہوتا ہے کہ ۷۰۳ھ سن تصنیف غلط ہے بلکہ ۶۹۳ھ ہی صحیح ہے۔ ؎

نود و سی بر فت ششصد سال از وفاتِ رسول تا امسال

(مخطوطہ ۱۱۵۶ھ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ)

[2] بادشاہ وقت سے مراد غیاث الدین بلبن ہے جس نے ۶۶۴ھ سے لیکر ۶۸۶ھ تک سلطنت کی۔ بلبن کی ایک لڑکی حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے حبالۂ عقد میں تھیں۔ بادشاہت کے زمانہ میں بھی وہ علماء و مشائخ کی صحبت سے برابر مستفیض ہوتا رہا۔ تاریخوں میں اس کی دینداری خدا ترسی اور عبادت گزاری کی بڑی تعریف کی گئی ہے۔ ضیاء الدین برنی نے تاریخ فیروز شاہی میں تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ حضرت سید نور الدینؒ نے جو سلطان التمش کو نصیحت کی تھی اس کا ذکر بار بار کرتا "اگر بادشاہ روزانہ ہزار رکعتیں نماز پڑھتا رہے۔ تمام عمر روزے رکھتا رہے۔ گناہوں سے بچتا رہے۔ خزانے کو راہ حق میں خرچ کرتا رہے لیکن وہ دین کی حمایت نہ کرتا ہو اپنی سطوت کو خدا اور رسول کے دشمنوں کے قلع قمع کرنے میں صرف نہ کرتا ہو۔ شریعت کے احکام کو جاری نہ کراتا ہو اپنے ملک میں امر بالمعروف کو جاری کرانے اور نہی عن المنکر کو مٹانے میں کوشاں نہ رہتا ہو اور عدل و انصاف سے کام نہ لیتا ہو تو اس کی جگہ دوزخ کے سوا اور کوئی نہ ہوگی۔" ضیاء الدین برنی کا بیان ہے کہ بلبن جب وعظ کے اس حصہ کو بیان کرتا تو زار و زار رونے لگتا۔

(تاریخ فیروز شاہی ص ۴۴)

مولانا کو سنار گاؤں[1] میں روانہ کیا۔ اس زمانہ میں ملک بنگالہ بادشاہ دہلی کی حکومت میں تھا مولانا نے بھی فراست سے سمجھا مگر اس سبب سے کہ اطاعت اولوالامر واجب ہے۔ مولانا نے سنار گاؤں کا سفر اختیار کیا۔ اثنائے سفر میں قصبہ منیر میں پہونچے۔ شیخ شرف الدین منیریؒ ملاقات کو گئے۔ مولانا شرف الدین توامہؒ کے وفورِ علم اور کمال دانشمندی کے دیکھنے سے فریفتہ ہو گئے جی میں کہا علوم دین کی تحقیق ایسے محقق کی خدمت وصحبت کے بغیر حاصل نہ ہوگی۔ ارادہ کیا کہ مولانا کی خدمت اور صحبت میں سنار گاؤں چلیں اور مولانا شرف الدین توامہؒ بھی شیخ شرف الدین منیری کی قابلیت اور روش اور صلاح وتقویٰ کے دیکھنے سے خوش ہوئے۔ کہا علوم دین کی تعلیم میں ایسے شخص کے حق میں کوشش کرنی چاہئے۔ شیخ شرف الدین منیریؒ والدین کی رضامندی سے شرف الدین توامہؒ کے ساتھ سنار گاؤں میں گئے۔ علوم دین حاصل کرنے میں نہایت درجہ کوشش کی۔ رات دن علم میں

---

[1] سنار گاؤں جسے کبھی سُبرنا گرام کہا جاتا تھا اس وقت قصبہ نرائن گنج ضلع ڈھاکہ کا ایک گمنام گاؤں ہے مغلوں کے عہد سے پہلے یہی گاؤں بنگال کے مسلمان بادشاہوں کا مستقر اور حکمرانوں کا پایہ تخت تھا۔ تیرہویں نیز چودہویں صدی عیسوی تک صرف یہی نہیں کہ اس کا شمار بنگال کے بڑے شہروں میں ہوتا تھا بلکہ جاوا، سماترا کے بحری راستے پر ایک بڑا پورٹ اور کلکتہ کے بجائے یورپ کا ایک بڑا بندرگاہ سمجھا جاتا تھا۔ یہاں سے بادبانی جہاز جزائر ہند، مصر و عراق سے آمد و رفت رکھتے تھے۔ فاتح بنگال بختیار خلجی المتوفی ۱۲۰۶ء مطابق ۶۰۲ھ کے ایک جانشیں سلطان غیاث الدین انور نے مشرقی بنگال کے ساتھ اس شہر کو ۶۱۰ھ میں فتح کیا اور مغربی بنگال کے ساتھ ملا لیا۔ مسلمانوں کے عہد میں سنار گاؤں کی شہرت وعظمت کو چار چاند لگ گئے یہاں کے خاصے نینوں یا ململ قسم کے کپڑے اپنی باریکی اور نفاست میں دنیا بھر میں لاجواب شمار ہوتے تھے۔ خطاطی۔ زرگری مسکوکات اور دوسرے فنون لطیفہ کے ساتھ بحری تجارتی تعلقات کے لئے بھی سنار گاؤں مشہور تھا۔

سرزمین بنگالہ کا صدر مقام ہونے کی وجہ سے سیاحوں کے علاوہ علماء و فضلا نیز مشائخ و اولیا جوق درجوق سنار گاؤں کی طرف کھنچے چلے آتے تھے۔ حضرت شیخ ابو توامہؒ سنار گاؤں میں ۶۶۸ھ میں پہونچے ایک مدرسہ اور خانقاہ کی بناڈالی جہاں طلباء اور مریدین کی تربیت میں تقریباً ۷۰۰ھ تک تادم حیات مشغول رہے۔ حاکم بنگالہ سکندر شاہ نے بھی حضرت شیخ علاء الحق پنڈوی المتوفی ۸۰۰ھ کو سنار گاؤں جلاوطن کیا۔ سنار گاؤں میں ان ہی جیسے بزرگوں کے مساعی جمیلہ سے لوگ گروہ در گروہ حلقہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ ڈاکٹر J. Wise کے بیان کے مطابق چودھویں صدی مسیحی میں سنار گاؤں ذی علم اور مقتدر ہستیوں کے لئے بڑی شہرت رکھتا تھا سنار گاؤں کی علمی اور ثقافتی عظمت اس وقت ختم ہوئی جبکہ ۱۶۱۱ء میں اس کے آخری خود مختار تاجدار موسیٰ خاں کو مغل شہنشاہ جہانگیر کے حاکم بنگالہ اسلام خاں کے آگے شکست ہوئی۔ مغلوں کے تاخت وتاراج کے بعد قوم گھوں نے اسکی رہی سہی عظمت کو خاک میں ملا دیا۔ سنار گاؤں کے جنگل اور کھنڈر آج بھی اس بات کے شاہد ہیں کہ یہاں صوفیوں اور درویشوں کا مرکز تھا اور اس کے اطراف میں کثیر تعداد میں ویران مسجدوں کے نشانات پائے جاتے ہیں۔ یہ دریائے برہمپتر سے دو کوس کی دوری پر ہے۔

(معارف جنوری ۱۹۵۹ء، "سنار گاؤں" ڈاکٹر محمد صغیر حسن معصومی استاد شعبہ عربی و اسلامیات ڈھاکہ یونیورسٹی)

مشغول رہتے اور اُس مشغولی میں ریاضت و مجاہدہ کرتے تھے طے کے روزے رکھتے تھے۔ نہایت مشغولی سے مولانا شرف الدین تو امہؒ کی کندوری میں حاضر نہ ہوتے تھے فرماتے تھے دسترخوان پر حاضر ہونے سے بہت وقت ضایع ہوتا ہے۔ جب مولانا شرف الدین توامہؒ نے کیفیت حال دریافت کئے تو آپ کے واسطے کھانا علٰحدہ مقرر کیا۔ ایک مدت مولانا مذکور کی خدمت اور صحبت میں رہے یہاں تک کہ علوم دین کی تحقیق ہوئی۔ استاد اور علوم سکھانے لگے۔ آپ نے کہا مجھ کو یہی علوم دین کافی ہیں۔ وہاں سے منیر کا قصد کیا۔ ماں کی خدمت میں آئے۔ جس زمانہ میں سنار گاؤں میں علم میں مشغول تھے ایک بیماری عارض ہوئی تھی۔ وہاں کے طبیبوں نے کہا کہ اس مرض کی دوا جماع ہے۔ دفع مرض کے لئے ایک جاریہ[1] رکھی۔ اُس جاریہ سے ایک بیٹا ہوا اُس بیٹے کو ماں کے سپرد کیا اور کہا اس کو میری جگہ پر سمجھئے اور مجھ کو چھوڑ دیجئے میں جہاں چاہوں جاؤں سمجھئے کہ شرف الدین مرگیا۔ پھر دہلی کی طرف گئے مشائخ دہلی سے ملاقات کی اور فرمایا "اگر شیخی این است ما ہم شیخیم" یعنی اگر پیری یہی ہے ہم بھی پیر ہیں۔ پھر شیخ نظام الدینؒ[2] اولیا

---

[1] مناقب الاصفیاء ص۱۴۲ مکتوبہ ۱۲۴۳ھ اور گنج ارشدی ص۱۱ میں ہے کہ "آنچہ در سنار گاؤں در علم مشغول بود۔ مرض حادث شد اطبائے آں مقام گفتند کہ دوائے ایں مرض جماع است۔ برائے دفع مرض کنیزکے داشت۔ ازآں کنیزک یک پسر شد پسر را تسلیم مادر کرد وگفت ایں را بجائے من دانید و مرا بگذارید ہر جا کہ خواہم بروم پندارید کہ شرف الدین مرد"

[2] محمد نام لقب نظام الدین اولیا، محبوب الٰہی اور سلطان المشائخ ہے۔ والد ماجد کا نام احمد بن علی تھا۔ ننہال اور ددھیال کی طرف سے سادات حسینی تھے۔ آپ کے دادا خواجہ علی اور نانا خواجہ عرب دونوں ہم جد تھے۔ دونوں کا خاندان بخارا سے ہجرت کرکے لاہور آیا اور پھر وہاں سے بدایوں میں سکونت پذیر ہوا۔ بدایوں ہی میں ۶۳۶ھ میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی جیسا کہ سیر الاولیا میں تحریر ہے۔ حضرت پانچ سال کی عمر میں یتیم ہوگئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے جو اپنے وقت کی بڑی صالحہ اور باخدا خاتون تھیں اس دُرِّ یتیم کی پرورش کی۔ جب پڑھنے لکھنے کے قابل ہوئے تو مولانا علاء الدین اصولی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا اور تکمیل کے بعد آپ نے دستار فضیلت باندھ دی۔ دستار کے کپڑا خود آپ کی والدہ نے روئی کات کات کر بنایا تھا۔ آپ سولہ سال کی عمر میں دہلی آگئے اور یہاں شمس الدین خوارزمی سے مقامات حریری پڑھی۔ آپ نے حدیث مشہور محدث شیخ محمد بن احمد المارکلی مشہور کمال الدین زاہد متوفی ۶۸۴ھ سے پڑھی اور اجازت لی۔ آپ کی والدہ نے یقین و توکل کی تعلیم دی تھی چنانچہ سیر الاولیا ص۱۵۱ میں ہے کہ حضرت خواجہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نیا چاند دیکھ کر حاضر ہوا اور قدمبوسی کی اور نئے چاند کی مبارکباد معمول کے مطابق پیش کی فرمایا کہ "آئندہ مہینہ کے چاند کے موقع پر کس کی قدمبوسی کروگے؟" میں سمجھ گیا کہ انتقال کا وقت قریب ہے میرا دل بھر آیا اور میں رونے لگا۔ میں نے کہا کہ مخدومہ! مجھ غریب و بیچارہ کو آپ کس کے سپرد کرتی ہیں؟ فرمایا کہ اس کا جواب کل دوں گی۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس وقت کیوں نہیں جواب دیتیں۔ یہ بھی فرمایا کہ جاؤ آج رات شیخ نجیب الدین کے یہاں رہو۔

علیہ الرحمۃ سے ملاقات کی۔ آپ کی مجلس میں مذاکرہ علمی تھا جواب پسندیدہ دیئے۔ شیخ نظام الدینؒ نے اعزاز و اکرام فرمایا اور ایک طبق پان دلوایا اور فرمایا کہ "سیمرغے است امانصیب دام مانیست" یعنی ایک سیمرغ ہے لیکن ہمارے دام کا نصیب نہیں ہے۔ وہاں سے پانی پت[۱] گئے۔ شیخ شرف الدین پانی پتی[۲]

ان کے فرمانے کے مطابق میں وہاں گیا۔ آخر شب میں صبح کے قریب خادمہ دوڑی ہوئی آئی کہ بی بی تم کو بلا رہی ہیں۔ میں ڈرا اور میں نے پوچھا خیریت ہے۔ کہا ہاں۔ جب میں حاضر خدمت ہوا تو فرمایا کہ کل تم نے مجھ سے ایک بات پوچھی تھی میں نے اس کا جواب دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اب میں اس کا جواب دیتی ہوں غور سے سنو! فرمایا تمہارا دایاں ہاتھ کونسا ہے میں نے ہاتھ سامنے کردیا، میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا۔ خدایا اس کو تیرے سپرد کرتی ہوں۔ یہ کہا اور جان بحق تسلیم ہوئیں۔ میں نے اس پر خدا کا بہت شکر ادا کیا اور اپنے دل میں کہا کہ اگر والدہ سونے اور موتیوں سے بھرا ہوا ایک گھر چھوڑ کر جاتیں تو مجھے اتنی خوشی نہ ہوتی۔

حضرت خواجہ نظام الدینؒ طلب پیر میں اجودھن تشریف لیگئے جہاں حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ جیسے کامل پیر تھے۔ انکی زیارت کی اور پھر آپ سے مرید ہوئے۔ حضرت شیخ نے اپنے چہیتے مرید کو خود سے حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ کی عوارف المعارف کے چھ باب پڑھائے۔ حضرت نظام الدین اولیاؒ تین بار اپنے پیر کی خدمت میں اجودھن حاضر ہوئے اور آپ کو اسی ملاقات میں اجازت وخلافت سے بھی نوازا گیا۔ سیر الاولیا میں ہے کہ خلافت نامہ لکھ کر دیا اور ہدایت کی کہ مولانا جمال الدین کو ہانسی میں اور قاضی منتخب کو دہلی میں دکھا دینا۔ پھر ارشاد ہوا کہ تم ایک سایہ دار درخت ہوگے جس کے سایہ میں اللہ کی مخلوق آرام پائیگی۔ استعداد کی ترقی کے لئے مجاہدہ کرتے رہنا۔ آپ دہلی میں سلسلہ چشتیہ کی رشد و ہدایت کرتے رہے۔ عمر مبارک جب اسّی سے زیادہ ہوئی تو سفر آخرت کے آثار نمایاں ہوئے۔ وفات سے چالیس روز پیشتر استغراق وتحیر کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ ۱۸ ربیع الآخر ۷۲۵ھ کو طلوع آفتاب کے بعد زہد و عبادت، حقیقت و معرفت اور رشد و ہدایت کا یہ آفتاب غروب ہو گیا۔ نماز جنازہ شیخ الاسلام رکن الدین نبیرہ شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی نے پڑھائی۔ نماز کے بعد شیخ الاسلام رکن الدینؒ نے فرمایا کہ "مجھے اب معلوم ہوا کہ مجھے ۴ سال تک دہلی میں اسی لئے رکھا گیا کہ مجھے اس نماز جنازہ کی امامت کا شرف حاصل ہو۔ آپ دہلی میں مدفون ہوئے جو آج نظام الدین کے نام سے مشہور ہے اور مرجع خلائق ہے۔ ۶۹۰ھ میں مخدوم جہاں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کے خلفاء میں نصیر الدین چراغ دہلویؒ، حضرت اخی سراجؒ امیر خسروؒ مشہور ہوئے۔ (سیر الاولیا۔ دعوت وعزیمت) سفینۃ الاولیا ص ۹۲

[۱] پانی پت صوبہ پنجاب کا مشہور شہر ہے۔ یہ دہلی سے بجانب شمال ۵۳ میل کی دوری پر ہے۔ ہندوستان کی تین مشہور جنگیں یہاں ہوئیں۔ پہلی جنگ ۱۵۲۶ء میں ابراہیم لودی اور بابر کے درمیان ہوئی۔ دوسری جنگ ۱۵۵۶ء میں اکبر اور ہیمو کے درمیان ہوئی۔ اور تیسری جنگ ۱۷۶۱ء میں احمد شاہ ابدالی اور سداشیو راؤ مرہٹہ کے درمیان ہوئی۔

[۲] شیخ شرف الدین نام اور لقب بو علی قلندر تھا۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کے والد ۶۰۰ھ میں عراق سے ہندوستان آئے۔ شیخ شرف الدین بو علی قلندرؒ پانی پت میں ۶۰۵ھ میں پیدا ہوئے کمسنی ہی میں تمام علوم ظاہری حاصل کئے لیکن جب علم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے اور ریاضت ومجاہدہ میں مشغول ہوئے تو جذب و بیخودی کی حالت میں علوم وفنون کی

سے ملاقات کی اور فرمایا شیخ ہے لیکن مغلوب الحال ہے دوسرے کی تعلیم میں مشغول نہیں ہوتا سنا[۱] ہے کہ اوس کے بعد آپ کے بڑے بھائی نے آپ کے آگے خواجہ نجیب[۲] الدین فردوسیؒ کا ذکر کیا اور آپ کے طریق اور آپ کی تعریف بیان کی۔ آپ نے کہا کہ جو قطب دہلی تھے انھوں نے

تمام کتابوں کو دریا میں ڈال کر جنگل کی راہ لی اور مجذوب ہو گئے۔ آپ کسی سے مرید نہ تھے لیکن اخبار الاخیار میں اتنا مذکور ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے ارادت رکھتے تھے اور بعض کا خیال ہے کہ آپ کا روحانی تعلق حضرت شیخ نظام الدین اولیاؒ سے تھا۔ ان میں سے کسی روایت کی تصدیق نہیں ہو سکی ہے۔

شیخ بو علی قلندرؒ کا فیض ہمہ گیر تھا۔ کبیر الاولیا حضرت شیخ جلال الدین محمود پانی پتی حضرت بو علی قلندرؒ ہی کے فیض نظر سے راہ طریقت پر گامزن ہوئے۔ ایک دن شیخ بو علی قلندرؒ سر راہ بیٹھے ہوئے تھے کہ کمسنی کے زمانہ میں شیخ جلال الدین گھوڑے پر سوار ادھر سے گذرے۔ ان کو دیکھ کر شیخ بو علی قلندرؒ نے فرمایا "زہے اسپ و زہے سوار" کانوں میں یہ آواز پڑتے ہی شیخ جلال بے خود ہو گئے۔ گھوڑے سے اُتر پڑے اور اسی وقت گریبان چاک کر کے جنگل کی راہ لی اور چالیس سال تک جنگل میں پھرتے رہے اور پھر شیخ زماں ہوئے۔ سلطان جلال الدین خلجی کو حضرت خواجہ بو علی قلندرؒ سے بڑی عقیدت تھی اور اس نے حضرت امیر خسروؒ کے دست مبارک سے آپ کی خدمت میں نذورات بھیجے تھے جسے آپ نے قبول فرمایا۔ ۱۲ رمضان المبارک ۷۲۴ھ میں آپ کا وصال ہوا اور آپ کا روضۂ مبارک پانی پت میں ایک پرفیض اور پرکیف مقام پر واقع ہے اور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ مکتوبات بنام اختیار الدین اور حکم نامہ شرف الدین آپ سے منسوب اور مشہور ہے۔

(اخبار الاخیار۔ گلزار ابرار۔ مراۃ الاسرار)

[۱] مناقب الاصفیا قلمی ص ۱۳۳

[۲] آپ کے بڑے بھائی سے مراد حضرت جلیل الدین احمد منیری ہیں جو حضرت نجیب الدین فردوسیؒ سے مرید تھے اور اپنے والد حضرت مخدوم یحیٰی منیری کے خلیفہ بھی تھے۔

[۳] خواجہ نجیب الدین فردوسیؒ حضرت شیخ عماد الدین دہلویؒ کے صاحبزادے اور حضرت رکن الدین فردوسیؒ اور حضرت نظام الدین اولیاؒ کے برادر علاتی تھے۔ حضرت رکن الدین فردوسیؒ کے تربیت یافتہ مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت سید امیر خورد کی صاحبزادی اور شیخ عماد الدین فردوسی کی زوجہ ثانیہ تھیں آپ ولیہ کاملہ اور کشف و کرامت والی خاتون تھیں۔ آپ ہی کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ نے حضرت نظام الدین اولیا کو بچپن ہی میں دیکھ کر فرمایا تھا کہ اس لڑکے کی پیشانی سے نور ہویدا ہے۔ یہ دہلی میں بڑا نام کرے گا اور اس کی بزرگی اور شیخی کی دھوم ہوگی۔ حضرت نجیب الدین فردوسیؒ نے گمنامی کو اپنے لئے پسند فرمایا تھا۔ شہرت اور اسباب شہرت سے بری تھے۔ (اولیائی تحت قبائی (اولیا اللہ خلق کی نگاہ سے ایسے مستور ہوتے ہیں کہ سوائے خدا کے کسی کو ان کی خبر نہیں ہوتی) آپ کی شان تھی۔ آپ کے مریدین میں بڑے بڑے عارف اور محقق تھے۔

ہم کو پان دیا اور پھر دیا[۵] دوسرے کے پاس کیا جائیں۔ آپ کے بھائی نے فرمایا کہ ملاقات میں کچھ نقصان نہیں ہے ملاقات کرنا چاہیئے۔ جب بھائی نے ملزم کیا ملاقات کا قصد فرمایا اثنائے راہ میں پان کھاتے تھے اور کچھ بیڑے پگڑی میں بھی تھے۔ جب خواجہ نجیب الدینؒ کے گھر کے نزدیک پہونچے تو ایک قسم کی دہشت پیدا ہوئی اور انفعال حاصل ہوا۔ دل میں کہا میں شیخ نظام الدینؒ کے ہاں گیا تھا اوسوقت دہشت نہ ہوئی۔ یہاں کیا بات ہے کہ مجھ کو دہشت لگتی ہے۔ ف مخدوم شاہ شعیب علیہ الرحمۃ حضرت مخدوم جہاں میں محو ہیں اور نظر آپ ہی کی طرف ہے اور بیان فضائل کمال وحق طلبی مقصود ہے نہ فضائل نسبی۔ یہی باعث ہے کہ نسب نہیں لکھا اور آپ کے بڑے بھائی کا نام یہاں نہیں لکھا۔ جاننا چاہیئے

مولانا عالم اندسمی فتاوی تاتارخانی کے مولف آپ کے مرید تھے۔ بڑی عارفانہ نظمیں ان کے قلم سے نکلی ہیں۔ خواجہ نجیب الدین فردوسیؒ کے تمام کمالات پردۂ خفا میں ہیں۔ ۶ر شعبان ۶۹۱ھ میں دہلی میں حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین منیریؒ کو مرید کرنے کے بعد وصال فرمایا حوض شمسی کے متصل مسجد اولیاء کے مشرق سمت میں ایک چہار دیواری کے اندر آپ کی قبر مبارک ہے۔ بہار شریف کے سمت میں ایک کھڑکی کھلی ہوئی ہے اسے حضرت علیم الدین بلخی نے بنایا تھا۔ اب دروازے پر ایک کتبہ بھی لگا ہوا ہے جس پر مزار حضرت نجیب الدین فردوسی کندہ ہے۔ کرمی حیدر سجاد صاحب مدظلہ بہار شریف کی عقیدت کا ثمرہ ہے۔ (مناقب الاصفیا صـ۱۴۳ ۔ اخبار الاخیار صـ۶۲)

[۵] لطائف اشرفی ملفوظ حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانیؒ کے صـ۳۷ میں بھی حضرت نظام الدین اولیاء سے ملاقات کا ذکر ہے اور فرمایا ہے کہ برادرم شرف الدین تمہاری ارادت اور تعلیم سلوک برادرم نجیب الدین سے متعلق ہے تم ان ہی کے پاس جاؤ وہ تمہارے منتظر ہیں۔" تاریخ فرشتہ میں ہے کہ ان ہی کے زمانہ میں شیخ شرف الدین منیری اور ان کے بڑے بھائی شیخ جلیل الدین مرید ہونے کی غرض سے دہلی آئے۔ شیخ نظام الدین اولیاؒ کو دریافت کرکے چاہتے تھے کہ ان سے مرید ہوں لیکن شیخ نظام الدین نے فرمایا تم لوگ خانوادہ فردوسیہ کے حوالہ ہو۔ ان سب روایتوں سے مخدوم جہاں اور حضرت شیخ نظام الدین اولیاؒ سے ملاقات ثابت ہے لیکن اخبار الاخیار صـ۸۶ مصنفہ عبدالحق محدث دہلوی اور خزینۃ الاصفیا مصنفہ غلام سرور میں حضرت نظام الدین کے انتقال کا ذکر ہے یعنی لوگوں نے نقل کیا ہے کہ "شیخ شرف الدین شوق بندگی میں شیخ نظام الدین اولیاؒ کی خدمت میں دہلی پہنچے حضرت نظام الدین جنت الفردوس میں جا چکے تھے۔" مخدوم جہاں اور نظام الدین اولیاؒ کی ملاقات میں تعارض پیدا ہوتا ہے لیکن جب ان تمام واقعات و روایات کا جائزہ لیا جاتا ہے تو مناقب الاصفیا کی روایت زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے اسلئے کہ حضرت مخدوم شعیب آپکے مرید و خلیفہ اور عم زاد ہیں۔ اسلئے آپ مخدوم جہاں کے احوال سے زیادہ واقف ہیں۔ پھر دونوں کا زمانہ بھی ایک ہے شیخپورہ اور بہار شریف میں چالیس میل کا فاصلہ بھی ہے۔ مناقب الاصفیا لطائف اشرفی اور تاریخ فرشتہ ان دونوں کتابوں سے زیادہ قدیم ہے اور اُسی عہد کی ہے ان تمام حقائق سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت نظام الدین اولیاؒ کی خدمت میں حاضر ہونے اور جواب باصواب دینے کی روایت صحیح ہے۔

مشہور یہ ہے کہ آپ کے بڑے بھائی کا نام جلیل الدینؒ[1] ہے حرف جیم منقوطہ سے کہ وہ بھی آپ کے ساتھ طلب پیر میں گئے تھے اور دونوں حضرت خواجہ نجیب الدین فردوسیؒ سے مرید ہوئے اور دو بھائی اور تھے حضرت مخدوم جہاں سے چھوٹے شاہ خلیل الدین حرف خائے منقوطہ فوقانی سے اور شاہ حبیب الدین یہ دونوں حضرات مخدوم جہاں کے مرید ہیں لیکن ملفوظات شریف اور وصیت نامہ کے قرائن عبارت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شیخ جلیل الدین بحرف جیم آپ چھوٹے تھے اور مرید و مسترشد آپ کے تھے اور بہار میں آپ کی خدمت میں رہتے تھے تو مناقب الاصفیا میں جو برادر بزرگ لکھا ہے وہ شیخ خلیل الدین بحرف خائے معجمہ فوقانی ہوں گے کہ وہ بھی آپ کے ساتھ حضرت خواجہ سے مرید ہوئے اور منیر میں مقیم رہے اور قبل اس کے کہ حضرت مخدوم جہاں بہار میں سجادہ پر جلوس فرمائیں داخل فردوس بریں ہوئے۔ تغیر نقطہ اختلاف کا باعث ہوا ہوگا واللہ اعلم بالصواب انتہی جب خواجہ کے سامنے گئے پان اُسی طرح منھ میں تھا۔ جب خواجہ کی نظر آپ پر پڑی فرمایا "در دہن برگ و در دستار برگ و گفتار ایں کہ ما ہم شیخیم" یعنی منھ میں پان اور پگڑی میں پان اور کلام یہ کہ ہم بھی شیخ ہیں۔ فوراً پان منھ سے پھینکا۔ وحشت زدہ عرق عرق ادب سے بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد مرید ہونے کی درخواست کی اور خواجہ نجیب الدینؒ نے آپ کو ارادت سے مشرف کیا اور اجازت نامہ[2] جو آپ کے پہونچنے سے بارہ برس پہلے لکھ کر رکھا تھا لائے اور حوالہ کیا۔ شیخ شرف الدین نے کہا میں نے ابھی آپ کی خدمت نہیں کی ہے اور طریقت کی روش آپ سے نہیں لی ہے۔ وہ جو فرماتے ہیں مجھ سے کیونکر وجود میں آئے گا۔ خواجہ نجیب الدینؒ نے فرمایا کہ میں نے یہ اجازت نامہ حضرت رسالت مآب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے لکھا ہے۔ نبوت تم کو تعلیم کرے گی یعنی روح نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیروں کی ولایت در کار ہے تم اسکا اندیشہ

---

[1] جلیل الدین آپ کے بڑے بھائی تھے جیسا کہ تاریخ فرشتہ سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

[2] اجازت نامہ جس کا دوسرا نام وصیت نامہ حضرت نجیب الدین فردوسی بھی ہے۔ تین صفحات پر مشتمل ہے فارسی زبان میں ہے اس میں اپنے طریقت کی روش کی تعلیم بڑے موثر انداز میں اپنے مرید و خلیفہ حضرت مخدوم جہاں کو دی ہے۔ بارہ سال قبل یعنی ۶۷۷ھ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے لکھا تھا اور ۶۹۰ھ میں مرید کرنے کے بعد اسے اپنے خلیفہ کے حوالہ کیا۔

نہ کرو۔ پھر روش طریقت کی تلقین کے بعد وداع کیا اور فرمایا اگر کچھ راہ میں سنو تو پھرنا نہیں۔ ایک دو منزل آئے تھے کہ سنا خواجہ نجیب الدین فردوسیؒ نے دار فنا سے دار بقا فی مقعد صدق عند ملیك مقتدر میں کوچ فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آپ نہ پھرے اور منیر کی طرف روانہ ہوئے۔ ایک مدت کے بعد بہیا[1] میں پہونچے۔ ایک دن ایک طاؤس کی آواز سنی ایک حالت آپ میں پیدا ہوئی اپنے کو جنگل بہیا میں ڈالا۔ کسی نے نہ جانا کہ کیا ہوئے بہت تلاش کی کچھ خبر نہ پائی۔ بھائیوں اور مصاحبوں نے اجازت نامہ اور تبرکات پیر کو آپ کی ماں کے سپرد کیا۔ سنا ہے[2] کہ شیخ شرف الدین منیریؒ فرماتے تھے کہ جب میں خواجہ نجیب الدین فردوسیؒ سے ملا تو ایک حزن میرے دل میں رکھا گیا کہ ہر روز وہ حزن زیادہ ہوتا تھا یہاں تک کہ بہیا میں پہونچا اپنے کو جنگل بہیا میں ڈالا شعر

آں را بد وصد رکعت زاہد نفروشم — آہے کہ برآرم زغم دوست بحسرت

القصہ آپ کی ماں نے جب آپ کے غایب ہو جانے کی خبر سنی تو آپ کی جدائی سے غمگین ہوئیں۔ ایک دن پانی برستا تھا آپ کی جدائی کے سبب سے روتی تھیں اور کہتی تھیں کہ اس جدا ماندہ کا حال آج کی رات کیسا ہوگا۔ ناگاہ دیکھا کہ گھر کے صحن میں کھڑے ہیں پکارا کہ اے فرزند اس پانی میں کیوں صحن میں کھڑے ہو۔ گھر کے اندر آؤ۔ فرمایا آپ صحن میں آئیے دیکھئے کہ میں اس پانی میں کسطرح پر ہوں۔ جب آپ کی ماں صحن میں آئیں دیکھا کہ جس جگہ آپ کھڑے ہیں کچھ بارش نہیں ہے اور آپ کے کپڑے

---

[1] جنگل بہیا۔ راجہ جھیپال دیو پسر راجہ رن پال دیو پرنبسی حکمراں بہیا تھا۔ راجہ ہنسکاری جو اسی کا ہمعصر تھا اور مخدوم جہاں کا معتقد ہوا تو پھر راجہ جھیپال کے ظلم و تشدد سے تنگ آکر لوگوں نے راجہ ہنسکاری کو یہاں کا راجہ بنایا۔ اب بہیا کی شکل ایک میدان کی ہے۔ ندی کے کنارے واقع ہے۔ بہیا منیر سے تقریباً ۲۲ میل مغربی سمت کی دوری پر واقع ہے آرہ سے دو اسٹیشن کے بعد بہیا اسٹیشن ہے اس کے بعد ڈمراؤں اسٹیشن ہے۔ سال میں ایک بار ہندی مہینہ میں میلا لگتا ہے اور اسمیں مخدوم جہاں شیخ شرف الدین منیریؒ کی نیاز ہوتی ہے۔ اس میلے میں لوگ مرغ لاکر فاتحہ و نیاز کرتے ہیں۔ راجہ ہنسکار ساہی کے عہد سے یہ معمول ہوا ہے بتاریخ بست و پنجم کنوار دسہرہ ہنگام شگون توزیع پہلے فاتحہ بالخیر بنام نامی مخدوم بہاری کے ہو کر بعدہٗ دیگر رسومات انجام پاتے ہیں۔ مقبرہ و چلہ گاہ کی نیاز چڑھاوا چادر کا ریاست کی جانب سے اکثر ہوتا ہے۔

(تاریخ اوجینیہ جلد دوم مؤلفہ منشی بنایک پرشاد مملوکہ مہاراجہ ڈمراؤں آرہ ضلع شاہ آباد)

[2] مناقب الاصفیا قلمی صـ ۱۴۴ اور مونس القلوب مجلس دوازدہم صـ ۹۵

خشک ہیں کہا اے ماں! مجھ کو خدائے تعالیٰ اس طرح پر رکھتا ہے تم کیوں میرے لئے غمگین رہتی ہو مجھے خدا کو سونپو اور مجھ سے خوش رہو۔ آپ کی ماں نے کہا میں نے تم کو خدا کے سپرد کیا اور جب تم طلب خدا میں ہو تم سے بدل وجان راضی ہوں تھوڑی دیر کے بعد غایب ہو گئے۔ اشعار[1]

از قیمتِ کونین فزوں یافت شہِ عشق — چوں زد بمحک نقدِ عیارِ شرف الدین

چوں مردمکِ دیدۂ اربابِ بصیرت — نورست سراسر شبِ تارِ شرف الدین

سنا[2] ہے کہ جب جنگل بہیا میں در آئے بارہ برس تک کسی نے آپ کی خبر نہ پائی۔ اس کے بعد کسی نے آپ کو جنگل راجگیر میں دیکھا پھر برسوں جنگل راجگیر میں ہو گیا کہ کوئی آپ کی ملاقات نہ پاتا تھا۔ خدا جانے کہ آپ کو اس مدت دراز میں جنگل میں خدا کے ساتھ کیا معاملہ تھا۔ سنا[3] ہے کہ ایک بار کسی نے آپ کو جنگل میں دیکھا ایک درخت میں ہاتھ لگائے ہوئے متحیر کھڑے تھے چیونٹیاں حلق کے اندر آتی تھیں اور جاتی تھیں اور آپ کو اس حال سے خبر نہ تھی۔ ف فقیر راقم نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے تعداد نہیں معلوم کہ کتنے زمانہ تک یہ حالت رہی اور یہ جنگل بہیا کا واقعہ ہے کہ آپ ایک درخت کی شاخ پکڑے ہوئے عالم بیخودی میں تھے اور اُس مقام میں آپ کا چلہ ہے اور زیارت گاہ ہے۔ اُسی زمانہ میں جگدیش[4] پور کے زمیندار کا وہاں گذر ہوا آپ کو اس حالت سے دیکھا مُردہ گمان کیا جب ناک پر ہاتھ رکھ کر تمیز کی تو سانس چلتی پائی پلنگ پر اٹھا کر اپنے گھر لایا جسم مبارک میں استعمال روغن کیا اور دوا و غذا وغیرہ سے بہت بڑی خدمت کی۔ جب آپ کو افاقہ ہوا اور

---

[1] راحت روح مصنفہ حضرت صوفی منیری بخط مصنف مکتوبہ ۱۳۰۶ھ کے صہ ۹ میں یہ اشعار ہیں۔

[2] مناقب الاصفیا صہ ۱۴۴، [3] مناقب الاصفیا صہ ۱۴۴

[4] جگدیش پور منیر سے تقریباً ۵۰ میل مغربی سمت کی دوری پر ہے۔ اس کا ریلوے اسٹیشن ڈمراؤں ہے۔ ضلع آرہ شاہ آباد کا ایک قصبہ ہے راجہ کنور سنگھ یہاں کے رہنے والے تھے۔ تاریخ اُجینیہ جلد دوم صہ ۱۰ میں تحریر ہے کہ اب تک وارثان راجہ جنت یافتہ یعنی اولاد ماندھاتا سنگھ مسکونہ ریاست راجگی و وارثان سوجان ساہی مسکونہ ریاست بالوائی مقام جگدیش پور بکسر نے بتاریخ ۲۵ ماہ آسن اول فاتحہ بنام نامی حضرت مخدوم بہاری بعدہٗ باسم راجہ مرحوم فاتحہ بالخیر کا نشان قائم رکھا ہے۔

طاقت آئی آپ رخصت ہونے لگے وہ زمیندار مانع ہوا کہ آپ یہیں رہیں ہم گھر بار آپ کے لونڈی غلام ہیں خدمت کو حاضر ہیں۔ آپ نے نہ مانا اور وہ پہونچانے کو ساتھ چلا آپ ہر منزل میں کہتے تھے کہ بس یہاں سے پھر جاؤ۔ وہ کہتا تھا کہ ہم منیر تک پہونچا آئیں گے۔ القصہ جب موضع سُرودھا[1] میں پہونچے آپ نے کہا بس اب یہاں سے گھر پھر جاؤ کہ یہاں سے میرے فرزندوں کا حق ہے۔ الغرض آپ نے اس کو وہاں سے پھیر دیا سو وہاں تک اس کی عملداری ہوگئی او رجگدیش پور اور ڈمراؤں کے راجہ اور بابو اُسی کی اولاد سے ہیں اور وہ لوگ اس بات کے قائل ہیں اور اب تک رسم نیاز و فاتحہ ہر سال میں اور اپنی تقریبات میں بجالاتے ہیں۔ سخن کوتاہ وہ وہاں سے پھر گیا اور آپ نے جنگل و بیابان کا راستہ لیا۔ رباعی

صوفی دل بیقرار کامد حرمش   باشد طپش از خرام ناز صنمش

دارد گذرے در دل پُر دردآں شوخ   داغ دل ریش است نشانِ قدمش

واللہ اعلم کتنے زمانہ کے بعد موضع راجگیر[2] میں پہونچے اور وہ جگہ آپ کو پسند آئی اس لئے کہ دامن کوہ

---

[1] سرودھا اُس زمانہ میں اودھ کی سرحد اسی خطہ سے شروع ہوتی تھی اس لئے اس کا نام سرا اودھ پڑگیا اور بعد میں وہ عرف عام میں سرودھ ہوگیا۔ منیر شریف سے تقریباً ۳ میل مغربی سمت پر واقع ہے۔ کوئلور اسٹیشن سے ایک میل مشرق جانا پڑتا ہے۔ لیکن میرے خیال میں یہ درست نہیں۔

[2] راجگیر:۔ راجگیر تاریخی اور روحانی اعتبار سے مشہور و معروف مقام ہے۔ ڈاکٹر ہنٹر گزیٹیر میں لکھتا ہے کہ "راجگیر کے پہاڑ دو قلہ متوازی الخط کی صورت میں جنوبی و غربی سمت کو چلے گئے ہیں جن کے درمیان ایک تنگ وادی ہے، جس کو جگہ جگہ نالے اور درّے قطع کرتے ہیں۔ یہ پہاڑ جو کسی جگہ ہزار فیٹ سے زیادہ بلند نہیں ہیں عظیم الشان چٹانوں سے مرکب اور گھنی گھنی جھاڑیوں سے مزین ہیں اور ایک خاص قدیمی دلچسپی رکھتے ہیں۔ کیونکہ ان پر اکثر مذہب بودھ کے آثار قدیمہ ملتے ہیں۔ جنرل کننگھم کہتے ہیں کہ چینی سیاح ہیوین سیانگ (HIVEN TSIANG) نے جو کپوٹیکا (KAPOTICA) پہاڑی کا ذکر کیا ہے وہ یہی ہے۔ گرم جھرنے یہاں بہت ہیں۔ ڈاکٹر بچنین ہملٹن (BUCHANEN HEMILTON) کہتے ہیں کہ یہ راجگیر وہی راجگیر یہاں ہے جو بودھ گوتم کا مسکن تھا اور قدیمی مگدھ کا پایہ تخت تھا۔ حضرت مخدوم جہاںؒ نے بھی ایک زمانہ تک اس کے جنگل میں ریاضت و مجاہدہ کیا ہے۔ آج بھی مخدوم جہان کا حجرہ مبارک اور آپ کے خلیفہ حضرت مولانا مظفر بلخیؒ کا حجرہ مبارک جسمیں دونوں حضرات ذکر و مراقبہ کرتے تھے موجود ہیں اور فیوض روحانی کیلئے اکسیر ہیں اور یہاں دور دراز سے خاص و عام زیارت کیلئے آتے ہیں، چلہ کش ہوتے ہیں اور بامراد جاتے ہیں۔ یہ جگہ بہار شریف سے ۱۴ میل کی دوری پر ہے اور پٹنہ سے ۶۰ میل دور ہے اور اس کا ضلع پٹنہ ہی ہے۔ موسم سرما میں بڑی [illegible] رہتی ہے۔ حکومت ہند اس کی ترقی میں کوشاں ہے۔

میں جنگل واقع ہے۔ تنہائی وعافیت کا مقام۔ چشمۂ آبِ گرم۔ خدا داد حمام۔ غسل و وضو کا آرام۔ آپ کو پابندیٔ شریعت اور اتباع سنت بہت تھی اور کیوں نہ ہو روح نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم و پرورش تھی اور التزام باطن کے ساتھ آداب ظاہر سے معمور تھے اور جیسا مولوی معنوی فرماتے ہیں۔ بیت

جمع صورت باچنیں معنی ژرف ناید از کس جز کہ سلطانے شگرف

ذات بابرکات میں معنی اور صورت کی جمعیت تھی۔ انتہی۔ سنا[1] ہے کہ ایک مدت مدید کے بعد بعضے لوگ آپ کو جنگل میں دیکھتے تھے اور ملاقات پاتے تھے۔ مولانا نظام مولی شیخ نظام الدینؒ کے خلیفہ بہار میں تھے انھوں نے جب خبر پائی کہ شیخ شرف الدین منیری کی ملاقات لوگ پاتے ہیں۔ ملاقات کے لئے جاتے اور تلاش کرتے تھے۔ جہاں کہیں کسی پہاڑ اور جنگل میں مشغول رہتے تھے ڈھونڈھ نکالتے تھے۔ بعضے یاران شیخ نظام الدین بھی اس وقت بہار میں تھے یہ لوگ بھی مولانا نظام مولی کے ساتھ جاتے تھے۔ شیخ شرف الدین منیری نے جب ان لوگوں کی سچی طلب دیکھی فرمایا اتنی دور سے اس جنگل میں کہ چار پایوں اور درندوں کے خوف کا مقام ہے آپ لوگ آتے ہیں مجھ کو دشوار معلوم ہوتا ہے۔ تم لوگ شہر ہی میں رہو میں روز جمعہ کو شہر میں مسجد جمعہ میں حاضر ہونگا وہیں ملاقات ہوگی۔ مولانا نظام اور دوسرے یاروں نے قبول کیا اس وقت سے پھر شہر میں مسجد جمعہ میں حاضر ہوتے تھے اور ایک ساعت مولانا نظام اور یاروں کے ساتھ بیٹھتے پھر جنگل میں جاتے۔ جب ایک مدت اس طرح پر گذری پھر یاروں نے کہا ایک مقام بنانا چاہئے تو ادائے نماز جمعہ کے بعد وہاں ٹھہریں۔ شہر کے باہر جہاں اب مخدوم جہاں کی خانقاہ[2] ہے دو چھپر ڈالا۔ جب جمعہ سے

---

[1] مناقب الاصفیا قلمی ص۱۴۵ و گنج لایخفی مجلس بست و نہم ص۷۷-۷۸

[2] مخدوم جہاں کی خانقاہ قدیم اسی جگہ پر تھی جس جگہ آج ہے۔ اسکے متصل حضرت مخدوم جہاں کا حجرہ مبارک بھی ہے جس میں آپ ریاضت و عبادت کیا کرتے تھے اور خانقاہ سے متصل شمال جانب آپ کی والدہ قدس سرہا کا حجرہ ہے جو شاہ شرف الدین صاحب مرحوم کے وارثوں کے قبضہ میں ہے۔ موجودہ خانقاہ کی نئی عمارت حضرت وصی احمد عرف شاہ پرانی صاحب کی ایما سے چندہ سے بنی ہے۔

پھرتے تھے اوس مقام میں یاروں کے ساتھ ٹھہرتے تھے۔ اس کے بعد مولانا نظام مولیٰ مجدالملک مقطع[1] بہار پر متقاضی ہوئے کہ میں کچھ مال مزکّی رکھتا ہوں اس مال سے اپنے اہتمام سے ایک مکان حضرت شیخ شرف الدینؒ کے لئے تیار کروں جہاں وہ دچھپرہ تھا عمارت بنوائی کھانا تیار کیا خلق کو بلوایا۔ یارانِ شیخ نظام الدین حاضر ہوئے۔ حضرت شیخ شرف الدین سے سجادہ پر بیٹھنے کے لئے التماس کیا۔ سجادہ پر بیٹھنے کے بعد مولانا نظام الدین مولیٰ اور یاران شیخ نظام الدین کی جانب منھ کیا اور فرمایا "یارو تمھاری مجالست مجھ کو اس حد پر لائی کہ اس تخانہ میں بٹھلایا۔ جب تک پاؤں میں قوت تھی باہر جاتے تھے ایک دو مہینہ باہر رہتے تھے۔ ایک مدت اسی طرح پر گذری۔ جب سلطان محمد تغلق[2] بادشاہ دہلی نے خبر پائی کہ شیخ شرف الدین منیری جو برسوں جنگل بہیا میں رہتے تھے اور خلق سے عزلت رکھتے تھے اب شہر میں آتے ہیں اور اختلاط خلق کے ساتھ کرتے ہیں۔ مجدالملک مقطع بہار کو لکھا کہ شیخ الاسلام شیخ شرف الدین منیری کے لئے خانقاہ تیار کروادے اور راجگیر کو فقیروں کا وظیفہ کرے اور ایک بلغاری جانماز بطور نشانی بھیجی اور فرمان میں لکھا کہ اگر وہ قبول نہ کریں تو بہ جبر قبول کروادیں۔ جب اُس کا فرمان مجدالملک کو پہونچا۔ مخدوم جہاں شیخ شرف الدین کے پاس لے گیا اور کہا جو کچھ اس نے لکھا ہے میری کیا طاقت کہ اُس پر اقدام کروں یعنی آپ پر جبر ڈالوں لیکن جب آپ قبول نہ فرمائیں گے وہ قصور میری طرف نسبت کریگا اور اُس کا معاملہ معلوم ہے۔ خدا جانے میرے ساتھ کیا کرے۔ جب مجدالملک کی لجاجت دیکھی باکراہ تمام قبول

---

[1] مقطع بہار سے مراد گورنر ہے۔ اس عہد میں گورنر کے عہدہ کو مقطع کہا جاتا تھا اور وہی صوبہ کا سب سے بڑا حکمراں اور افسر ہوتا تھا۔

[2] سلطان محمد تغلق کا پہلا نام ملک فخر الدین جوناں تھا جو دہلی میں اپنے والد غیاث الدین تغلق کے بعد ۷۲۵ھ میں تخت نشیں ہوا اور بمقام ٹھٹھ ۲۱ محرم ۷۵۲ھ اس کی وفات ہوئی۔ یہ بادشاہ تمام مورخین کے لئے ایک معمہ بنا رہا لیکن اعلیٰ صلاحیت کا حامل تھا۔ وہ حافظ قرآن تھا۔ عربی و فارسی میں بہت اعلیٰ خطوط لکھتا تھا۔ سلطان محمد تغلق باوجود ایک راسخ العقیدہ حنفی المذہب، پابند صوم وصلوٰۃ مسلمان ہونے کے آزاد خیال تھا اور اکثر ہمعصر صوفیائے کرام کو اس سے گزند پہونچی۔ حالانکہ بہت سے بزرگوں کا احترام بھی کرتا تھا۔ چنانچہ حضرت مخدوم جہانیاں کو شیخ الاسلام بنا کر ان کے تصرف میں چالیس خانقاہیں دی تھیں۔ مخدوم جہاں کو مصلیٰ بھیجا تھا اور خانقاہ کی تعمیر کے لئے حکم دیا تھا۔ وہ خود ایک بڑا متبحر عالم تھا اور سیاسی امور میں مذہبی مداخلت کا روادار نہ تھا۔

کیا۔ بعدہٗ جب سلطان نے وفات پائی سلطان فیروز کا جلوس ہوا۔ دیہہ کو ترک کیا سنا[1] ہے کہ ایکبار قاضی زاہد نے کہ عالم اور سالک طریقت تھے اور اعتقاد مخدوم جہاں پر رکھتے تھے پوچھا کہ مخدوم ہم نے سنا ہے کہ تیس برس آپ نے کچھ نہیں کھایا اور پیشاب اور پائخانہ کی حاجت بھی نہ ہوئی۔ ان ریاضتوں میں خلوت کیا تھا یعنی حاصل کیا تھا۔ فرمایا تیس برس میں نے طعام نہیں کھایا ہے لیکن جنگل سے حاجت کے وقت کچھ کھالیتا تھا۔ جب پیشاب و پائخانہ بند رہا برسوں کے بعد میں محتلم ہوا۔ سردی سخت تھی پانی کے کنارہ گیا دل میں گذرا کہ تیمم کرکے نماز ادا کروں پھر دل میں گذرا کہ نفس شرع میں پناہ لیتا ہے۔ فوراً پانی میں کودا۔ بیہوش ہوگیا جب آفتاب نکلا ہوشیار ہوا۔ خلعت یہ تھا کہ اُس دن فجر قضا ہوگئی اور فرمایا زاہد! جو کچھ شرف الدین نے کیا ریاضت و مجاہدہ کی قسم سے فی المثل اگر پہاڑ کرتا پانی ہوجاتا لیکن شرف الدین کچھ نہ ہوا لا الہ الا اللہ سب حاصلوں کو خاک پر ڈالا اور مفلس کی طرح کھڑے ہوئے اور پیشہ کے مانند بات بولے۔ شعر

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی راسخن پایاں   بماند تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

شیخ الاسلام شیخ حسین بلخیؒ کے ملفوظ میں لایا ہے کہ یافت کندی بصیرت سے ہے یعنی یافت کا گمان کہ میں نے اس کو پایا بصیرت کے بودے ہونے سے ہے۔ بیت

جلوۂ حسن راچو غایت نیست   اشتیاق مرا نہایت نیست

سنا[2] ہے کہ قوالوں نے یہ رباعی آپ کے آگے کہی۔ رباعی

آنہا کہ خدائے من زمن می بیند   گر مغ بیند بصحبتم نہ نشیند
گر قصہ خود پیش سگے برخوانم   سگ دامن پوستیں زمن برچیند

آپ کو تواجد حاصل ہوا فرمایا واللہ سچ باللہ سچ یہ بھی بلندی ہمت سے ہے جیسا کہ سیر الی اللہ میں حالتیں ہیں سیر فی اللہ میں حالتیں ہیں۔ کاملین جانتے ہیں۔ سنا گیا ہے کہ سید حسین قدسی نے

---

[1] مناقب الاصفیا ص ۱۴۷ و مونس القلوب مجلس دوازدہم ص ۹۲

[2] مناقب الاصفیا ص ۱۴۷

شیخ بہرام[1] سے پوچھا کہ ہم نے سنا ہے کہ تمھارے پیر شیخ شرف الدین کو اس رباعی میں تواجد تھا کہا واللہ سیح باللہ سیح۔ یہ مبتدیوں کی بات ہے آپ منتہی تھے کیوں کر یہ بات کہی۔ شیخ بہرام نے کہا النہایۃ ھی الرجوع الی البدایۃ۔ سنا ہے کہ ایک بار کسی نے آپ کے آگے فالودہ لاکر رکھا آپ نے سونگھا پھر زمین میں رکھدیا دیر تک رکھا رہا اس کے بعد کسی کو دیدیا اور قاضی زاہد کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا زاہد کچھ باقی نہ رہا تھا کہ فالودہ رہزنی کرتا۔ سنا ہے کہ ایک بار مشائخ وقت نے اپنی اپنی تمنا اور آرزو بیان کی۔ جب آپ کی نوبت پہونچی فرمایا میری آرزو یہ ہے کہ میرا نام نہ اس جہاں میں رہے اور نہ اوس جہاں میں۔ مثنوی

مرا اے کاش جان و تن نبودے	تو می بودے و ذکر من نبودے
خوشا کیں صبح و شام من نباشد	تو باشی جملہ نام من نباشد
چہ خوش باشد اگر خود من نمانم	تو باشی جائے من اے جان جانم
زغیرت غیر را با تو نخواہم	چہ جائے غیر بل خود خویش راہم

اگرچہ اکثر کام آپ کے خرق عادت اور کرامت پر مبنی تھے لیکن کرامت کے اظہار سے بیزار تھے۔ شکستگی اور بے نوائی ظاہر کرتے اگر کوئی کسی کام اور حاجت میں مدد چاہتا تو میران سید جلال دیوانہ پر حوالہ کرتے سنا[2] ہے کہ ایک بار ایک مرد کئی مکھیاں مری ہوئی آپ کے آگے لایا اور بولا کہ اَلشَّیْخُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ یعنی شیخ جلاتا ہے اور مارتا ہے فرمائیے کہ یہ مکھیاں زندہ ہوجائیں فرمایا میں خود درماندہ ہوں دوسرے کو کیا زندہ کروں۔ وہ مرد شیخ احمد چرمپوش[3] کے پاس گیا۔ شیخ احمد چرمپوش نے کہا کہ یہ بھید خدا نے شیخ شرف الدین

---

[1] شیخ بہرام بہاریؒ کے متعلق تحریر ہے کہ آپ حضرت مخدوم حسین نوشہ توحید بلخیؒ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ اس عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین منیریؒ کے مرید ہیں۔

[2] مناقب الاصفیا ص ۱۴۵

[3] شیخ احمد چرمپوش حضرت پیر جگجوت کے نواسے اور حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدینؒ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ آپ کے والد کا نام موسیٰ ہمدانی تھا جو حضرت امام حسینؓ کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کی پیدائش ۶۵۶ھ میں ہوئی آپ کی تعلیم و تربیت مروجہ نصاب کے مطابق گھر ہی پر ہوئی۔ علم ظاہری کے بعد علم باطنی کی طرف رجوع ہوئے اور آپ کو سلسلہ سہروردیہ سے عقیدت ہوئی چنانچہ حضرت شیخ سلیمان جھوسی کی خدمت میں جایا کرتے۔ مونس القلوب مجلس نود دیکم ص ۲۶۳ میں تحریر ہے کہ سماعت شیخ تقی الدین خلیفہ بندگی شیخ

کو دیا ہے ہم نہیں کر سکتے۔ مکھیوں کو فرمایا اُڑجا مکھیاں اُڑ گئیں۔ اس مرد نے کہا مجھی معائنہ کیا میت بھی معائنہ کروں۔ فرمایا۔ جا راہ میں معائنہ کرے گا۔ جب وہ شخص پھر چلا راہ میں کسی چارپایہ نے اُس کو ایسا مارا کہ وہ بے جان ہوا۔ مخدوم جہاں شیخ شرف الدینؒ کو خبر ہوئی اُس کے جنازہ پر حاضر ہوئے۔ جب شیخ احمد نے سنا کہ مخدوم جہاں حاضر ہوئے ہیں آپ بھی اوس کے جنازہ پر حاضر ہوئے دونوں بزرگوں کے حضور میں دفن کیا۔ اخلاق شیخ شرف الدین اخلاق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مانند تھا۔

احمد چرمپوش و شیخ حسین ھھسوی بخدمت شیخ سلیمان رفتند ہیچ جامہ نداشتند خدمت شیخ سلیمان ایشان را ہشت چیتل دادند کہ ہر دو نفر البسہ ستر کنید چوں ہر دو بزرگان از پیش خدمت شیخ سلیمان برخاستند، بیروں آمدند میاں خود اندیشہ کردند کہ بدیں مقدار جامہ دو نفر نشود۔ پس خدمت شیخ حسین دہرہ خریدند و خدمت شیخ احمد چرم ستدند۔ ہر دو بزرگان پوشیدہ پیش خدمت شیخ سلیمان رفتند۔ خدمت شیخ فرمودند شما را ہمیں کافی است مبارک فرمود" شیخ سلیمان ھھسوی جو کہ تقی ھھسوی کے مرید تھے وہ خواجہ احمد دمشقی کے اور وہ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ کے مرید تھے۔ ایکبار شیخ احمد چرمپوش اور شیخ حسین ھھسوی شیخ سلیمان ھھسوی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کوئی کپڑا نہ تھا۔ شیخ سلیمان نے ان دونوں کو ہشت چیتل دیا کہ دونوں اپنے لئے لباس بنائیں جب دونوں بزرگ شیخ سلیمان کے پاس سے اُٹھ کر باہر آئے تو اپنے دل میں سوچا کہ اتنے میں دونوں کا لباس نہیں ہوگا۔ پھر شیخ حسین نے دہرہ خرید لیا اور شیخ احمد نے چرم پہن لیا۔ جب دونوں شیخ سلیمان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو شیخ نے دیکھ کر فرمایا کہ تم لوگوں کو یہی کافی ہے اور مبارکباد دی۔" اس روایت سے چرمپوش کی وجہ تسمیہ کا بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ شجروں میں آپ کے پیر کا نام علاء الدین علاء الحق سہروردی ہے جو حضرت سلیمان ھھسوی کے مرید اور خلیفہ تھے اور وہ مولانا شیخ تقی الدین ھھسوی سہروردیؒ کے مرید تھے اور مولانا تقی ھھسوی حضرت خواجہ احمد دمشقیؒ کے مرید و خلیفہ تھے اور آپ حضرت شیوخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ کے مرید و خلیفہ تھے جیسا کہ مونس القلوب میں تحریر ہے۔ حضرت شیخ احمد چرمپوشؒ نے دور دور تک تبلیغ اسلام کے لئے بادہ پیمائی کی ہے۔ آپ سے کشف و کرامات بہت ظاہر ہوئے ہیں۔ آپ رشد و ہدایت کو اپنا فریضہ سمجھتے تھے۔ آپ کی شہرت دور دور تک تھی چنانچہ سلطان فیروز شاہ بھی بہار شریف آکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا لیکن آپ نے اپنی شان استغنا کی وجہ سے کوئی توجہ نہ کی۔ آپ کی خدمت میں دہلی سے آکر حضرت مولانا مظفر بلخی کے والد حضرت شمس بلخی مرید ہوئے۔ مناقب الاصفیا میں اس کی وضاحت ہے۔ آپ فارسی کے بڑے صوفی شاعر تھے۔ احمد تخلص کرتے تھے۔ اشعار میں تصوف اور معرفت کے اسرار و رموز ہیں آپ کا مکمل دیوان حضرت شاہ محمد ظفر قدس اللہ سرہ کے یہاں ہے تصوف میں دو ورق کا رسالہ توحید میں ہے جس میں انھوں نے مقام ناسوت، ملکوت، جبروت، لاہوت پر ستر طریقوں سے بحث کی ہے۔ فارسی میں ہے۔ سید شاہ جلال الدین خلیفہ حضرت مخدوم شاہ حسن علی ابو العلائی کے مخطوطات میں یہ رسالہ تھا جس کی نقل عم محترم سید شاہ تقی حسن بلخی مدظلہ کے پاس ہے۔ آپکا وصال ۷۷۶ھ میں ۲۶ صفر المظفر کو ہوا اور بہار شریف محلہ انبیر میں مدفون ہوئے۔ آپکا مزار مبارک مرجع خلائق ہے اور ۲۶ صفر کو آپکا عرس ہوتا ہے۔ تاریخ انتقال مخدوم یگانہ نکلتی ہے۔ چنانچہ گنج ارشدی ۱۳۵۱ھ مکتوبات ۱۳۳۵ھ میں تحریر ہے کہ "حضرت شیخ مخدوم احمد چرمپوش بہاری المتوفی ۲۷ صفر روز شنبہ ۷۷۶ھ کہ تاریخ انتقال از لفظ مخدوم یگانہ بر می آید۔"

سنا[1] ہے کہ ایک وقت میں قاضی زاہد نے آپ سے پوچھا کہ مخدوم آپ مرد خدا کی اتنی تعریف کرتے ہیں مرد خدا ہند میں کون کون ہیں فرمایا وہ دیوانہ پانی پتی[2] ہے۔ قاضی زاہد نے کہا اتنے بزرگ ہند میں ہیں۔ پانی پتی کی تخصیص کیا ہے فرمایا زاہد تم نے مرد خدا کو پوچھا نہ بزرگوں کو۔ سنا[3] ہے کہ ایک بار قاضی مذکور نے پوچھا کہ مخدوم آپ دہلی گئے تھے کیسا پایا۔ فرمایا زاہد دہلی میں جتنا تم پوچھو سب اُس سے زیادہ۔ عابد زاہد بہت بزرگان دین بہت صاحب سجادہ اور صاحب کرامت لیکن جو بات کہ میں ڈھونڈتا ہوں وہی وہ دیوانہ ڈھونڈھتا ہے یعنی شرف الدین پانی پتی۔ سنا[4] ہے کہ ایک وقت میں لوگوں نے حسین[5] منصور حلاجؒ کا ذکر مخدوم کے سامنے کیا فرمایا افسوس لوگوں نے ان کو مار ڈالا۔ اسوقت

---

[1] مناقب الاصفیا ص ۱۴۹ ۔ [2] دیوانہ پانی پتی سے مراد حضرت شیخ شرف الدین بو علی قلندرؒ پانی پتی مراد ہیں۔

[3] مناقب الاصفیا ص ۱۴۹ ۔ [4] مناقب الاصفیا ص ۱۵ الف

[5] حسین منصور حلاج کے متعلق لوگوں کی مختلف رائیں ہیں۔ کچھ لوگ ان کی تعظیم و تکریم میں مبالغہ کرتے ہیں اور کچھ انھیں اجل صوفیا میں شمار کرتے ہیں اور کچھ ان کی تکفیر میں حد سے گذر جاتے ہیں۔ بعض لوگوں نے انھیں اچھا یا بُرا کہنے میں توقف کیا ہے جامیؒ نے انھیں صاحب سکر لکھا ہے اور صوفیائے کرام میں شمار کیا ہے۔ خطیب بغدادی نے لکھا ہے کہ ابو عبد اللہ حسین بن منصور حلاج نسلاً مجوسی تھے۔ ایران کے شہر بیضا میں پیدا ہوئے واسط میں نشو و نما پائی۔ بغداد آئے اور صوفیا کی جماعت میں داخل ہو گئے۔ یہاں کے مشہور مشائخ شیخ ابو القاسم جنید بغدادیؒ ابو الحسن نوری اور شیخ عمرو بن عثمان مکی کی صحبت سے فیض اٹھایا۔ ابن خفیف شیرازیؒ نے آپ کو عالم ربانی کہا ہے۔

خطیب بغدادی نے پیدائش سے لیکر سولی پانے تک کے حالات ان کے لڑکے احمد کی زبانی نقل کئے ہیں جو مختصراً بیان کئے جاتے ہیں۔

"میرے والد حسین بن منصور کی پیدائش شہر بیضا (فارس) کے ایک موضع طور میں ہوئی۔ تستر میں انھوں نے نشو و نما پائی۔ یہاں سہل بن عبد اللہ تستری سے دو سال تک تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد یہاں سے روانہ ہو گئے۔ وہ پہلی مرتبہ ۱۸ سال کی عمر میں تستر سے باہر نکلے۔ پہلے بصرہ تشریف لے گئے پھر بغداد آئے۔ وہ کبھی دو رنگی ہوئی گدڑیاں لپیٹتے تھے، کبھی کملی باندھتے تھے۔ کسی وقت کرتا پہنتے اور عمامہ باندھتے۔ بسا اوقات فوجی طریقہ کی قبا پہن کر باہر نکلتے تھے چنانچہ بغداد میں دو رنگی گدڑیاں پہنے ہوئے داخل ہوئے۔ عمرو بن عثمان مکی اور جنید بن محمد رحمہا اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عمرو مکی کی صحبت میں ۱۸ مہینے گذارے پھر انھوں نے میری والدہ ام حسین بنت ابی یعقوب سے شادی کی۔ عمرو بن عثمان مکی نے یہ شادی ناگوار مانی اور میرے نانا کے اور ان کے تعلقات خراب ہو گئے۔ آخر دل برداشتہ کر چلے گئے اور وہاں سے صوفیا کی جماعت کے ساتھ بغداد چلے آئے پھر وہ ہندوستان بھی آئے۔ عبادت و ریاضت میں بے انتہا مشغول رہتے۔

میں سب صاحب مشرب تھے کسی نے اُن کو باز نہ رکھا اگر میں ہوتا تو ان کی ترویج کر دیتا قتل نہ ہونے دیتا۔ واللہ اعلم آپ کا مطلب ترقی کروا دینا ہے مقام فردیت سے مقام زوجیت میں کہ صوفیوں کی اصطلاح ہے اور منتہیوں کا منتہائے مقام ہے۔ سنا ہے کہ شیخ عز کاکوی اور احمد بہاری اعتقاد اور اختلاط مخدوم جہاں کے ساتھ رکھتے تھے دیوانہ صفت تھے۔ اسرار توحید میں کلمات شطح بولتے تھے

ابو یعقوب کا بیان ہے کہ حسین بن منصور جب پہلی مرتبہ مکہ گئے تو کامل ایک سال تک کعبہ کے صحن میں بیٹھے عبادت کرتے رہے۔ کسی وقت وہاں سے نہ ہٹتے تھے۔ صرف طہارت اور طواف کیلئے اُٹھتے اور پھر اپنی جگہ پر آکر بیٹھ جاتے۔ دھوپ کی تپش اور موسلا دھار بارش کی بھی پرواہ نہ کرتے تھے۔ ان کے پاس روزانہ شام کے وقت ایک کوزہ میں تھوڑا پانی اور ایک روٹی لائی جاتی۔ روٹی کے کنارے چار لقمے توڑ کر کھاتے اور صرف دو گھونٹ پانی پی لیتے۔ ایک گھونٹ پانی کھانے سے پہلے اور ایک اُس کے بعد۔ پھر باقی روٹی کوزہ کے اوپر رکھدیتے اور وہ کوزہ ان کے سامنے سے اٹھا لیا جاتا۔ سال بھر تک یہی ان کا معمول رہا۔ ابراہیم بن شیبان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میرے استاد یعنی ابو عبداللہ مغربی کی ملاقات شیخ عمرو بن عثمان سے ہوئی۔ علیک سلیک کے بعد ایک موضوع پر گفتگو چھیڑی اور کسی قدر تیز ہو گئی۔ آخر میں شیخ عمرو بن عثمان نے جوش میں آکر کہا کہ "یہاں کوہ ابی قیس پر ایک نوجوان موجود ہے" اس پر ہم لوگ عمرو بن عثمان کے پاس سے اُٹھ کر کوہ ابی قیس کی طرف روانہ ہوئے۔ ٹھیک دوپہر کا وقت تھا۔ قریب پہنچکر ہم لوگوں نے دیکھا کہ ایک شخص اسی تیز دھوپ میں ایک چٹان پر بیٹھا ہوا ہے اور اس کے جسم سے پسینہ نکل کر اسی چٹان پر بہہ رہا ہے۔ شیخ ابو عبداللہ مغربی اسے دیکھکر لوٹ آئے اور مجھے بھی لوٹنے کا اشارہ کیا۔ پھر ہم لوگ وادی سے گذر کر ایک مسجد میں داخل ہوئے یہاں شیخ نے مجھ سے فرمایا "اگر تم زندہ رہے تو دیکھنا اس نوجوان کے ساتھ کیا معاملہ پیش آتا ہے کیونکہ خداوند عز وجل نے اسے ایک ایسی آزمائش میں ڈالا ہے جو اس کی طاقت سے باہر ہے وہ اپنی حماقت سے وہاں بیٹھکر صبر کرنے میں اللہ کے ساتھ مقابلہ کر رہا ہے" پھر میں نے ان سے اس شخص کے متعلق پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ حلاج تھا۔

منصور بن عبداللہ کا بیان ہے کہ میں نے ابو بکر شبلیؒ کو کہتے سنا ہے کہ "میں اور حسین بن منصور ایک ہی چیز ہیں۔ ہم دونوں میں فرق صرف یہ ہے کہ اس نے ظاہر کر دیا اور میں نے چھپائے رکھا۔ پھر اسی راوی کا بیان ہے کہ شیخ شبلی حلاجؒ کے سولی چڑھنے کے بعد اسکی لاش پر گئے اور فرمایا "کیا میں نے تجھے لوگوں میں مشتہر کرنے سے روکا نہ تھا" حلاج پر نبوت اور خدائی کے دعویٰ کا الزام عاید کیا گیا اور خلیفہ مقتدر نے اس کو قضاۃ کے سامنے پیش کیا تو ان کے قتل کا فتویٰ لکھ دیا گیا اور راتوں رات بغداد کے پل پر پہنچا دیا۔ یہاں ان کے قتل کا سامان کیا گیا۔ بروز شنبہ ۲۲ ذی قعدہ ۳۰۹ھ کو پل کے قریب وسیع میدان میں لائے گئے اور جلاد ان کی پیٹھ ننگی کر کے کوڑے لگانے لگا جب ہزار کوڑے پڑ چکے تو وحشیانہ طور پر ان کا ہاتھ کاٹا گیا پھر ایک پاؤں اسکے بعد دوسرا ہاتھ اور پھر دوسرا پاؤں اس کے بعد ان کا سر تن سے جدا کر دیا گیا اور دھڑ آگ کے شعلوں کی نذر کر دیا گیا۔ (نفحات الانس قلمی ص ۲۷ حسین بن منصور حلاج از ریاست علی ندوی ندیم ماہ فروری تا مئی ۱۹۳۹ء)

۱؎ مناقب الاصفیا ص ۱۵۰ الف سفینۃ الاولیا ص ۱۴۱

شاید کہ ان لوگوں کا گذر دہلی میں ہوا۔ جب ان لوگوں کی بلند باتیں دہلی والوں نے سنیں طاقت نہ لائے۔
بادشاہ کے ہاں غمازی کی۔ کمر ان کی قتل پر باندھی بادشاہ اس وقت میں سلطان فیروز تھا۔ ان لوگوں کے
واسطے محضر کیا۔ مسکینوں کو قتل کیا۔ اتنے مشائخ طریقت تھے کسی نے ان کو دیوانگی وغیرہ کے حیلہ سے
بھی خلاص نہ کروایا بلکہ کسی نے ٹھنڈی سانس بھی نہ بھری۔ جب ان لوگوں کے قتل کی خبر مخدوم جہاں شیخ
شرف الدین منیریؒ کو پہنچی فرمایا جس شہر میں ایسے بزرگوں کا خون گرے تعجب ہے اگر وہ شہر آباد رہے۔
غمازوں نے مخدوم جہاں کا یہ کلام بادشاہ کے کان میں پہونچایا۔ بادشاہ نے علما اور اکابر کو جمع کیا کہ
میں نے تمہارے فتویٰ سے ان لوگوں کو قتل کیا ہے۔ شیخ شرف الدین منیریؒ یہ بات کیوں کہتے ہیں۔
سب نے ایک زبان ہو کر کہا کہ حضور ان کو طلب فرمائیں۔ اُس وقت یہ بات اون کی ظاہر ہو کہ
کس سبب سے کہا ہے۔ بادشاہ نے ان لوگوں کے اغوا سے طلب کا فرمان جاری کیا۔ اتنے میں سید السادات
سید جلال[۱] بخاری علیہ الرحمۃ کا خادم بادشاہ کے پاس آیا اور سید السادات کے تبرکات سلطان کو

---

[۱] آپ کا اسم گرامی سید جلال الدین تھا لیکن عام طور پر مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے لقب سے مشہور ہوئے اس لقب کی وجہ سیر العارفین کے مصنف نے یہ بتائی ہے کہ عید کے روز آپ نے حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی، حضرت شیخ صدر الدین اور حضرت شیخ رکن الدین کے مزاروں پر جاکر مراقبہ کیا اور مراقبہ میں عیدی طلب کی تو ان بزرگوں کی جانب سے عیدی میں مخدوم جہانیاں کا لقب ملا اور جب وہ وہاں سے واپس ہوئے تو راستہ میں جو کوئی دیکھتا بے اختیار کہتا کہ مخدوم جہانیاں آتے ہیں لیکن حضرت غلام ارشد جونپوری کے ملفوظ گنج ارشدی حصہ چہارم کے صفحہ ۱۱۶ پر تحریر ہے کہ "مرتب احقرانہ بعضے ثقہ وجہ لقب آنحضرت بمخدوم جہاں چنیں استماع یافتہ چوں از مخدوم جہانیاں حضرت میر سید جلال بخاری ملاقات گشت حضرت مخدوم جہانیاں آں طرف مخدوم جہاں دیدہ فرمودند کہ شما مخدوم جہانید و حضرت مخدوم جہاں فرمودند کہ حضرت مخدوم جہانیاں اند" اور اخبار الاخیار میں ہے کہ چونکہ سیاحت بہت کی اس لئے جہاں گشت بھی کہلائے۔ حضرت سید جلال الدین بخاری کے دادا کا نام بھی جلال الدین سرخ بخاری تھا وہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت جلال الدین بخاری کے بڑے صاحبزادے سید احمد کبیر کے حضرت مخدوم جہانیاں صاحبزادے ہیں۔ آپ امام علی نقی علیہ السلام کی اولاد میں نویں پشت میں ہیں۔ حضرت مخدوم جہانیاں کی ولادت باسعادت اچہ میں شب برات ۷۰۷ھ میں ہوئی آپ کی تعلیم قاضی علامہ بہاء الدین مولانا مجد الدین، شیخ مکہ عبد اللہ یافعی اور شیخ مدینہ عبد اللہ مطری سے ہوئی۔ آپ کو ایک سو اٹھاسی علوم میں مہارت تھی آپ نے سب سے پہلے اپنے والد سے تصوف

پہونچائے۔ سلطان نے کہا کیا سبب ہے کہ حضرت مخدوم نے بہت دنوں کے بعد یاد کیا ہے۔ خادم نے کہا کہ شیخ شرف الدین منیری کے مکتوبات مخدوم کے پاس پہونچے تھے۔ مخدوم اُس کے مطالعہ کے لئے خلوت میں رہتے تھے۔ کچھ دنوں کوئی شخص مخدوم کی ملاقات نہ پاتا تھا اس سبب سے بہت دن ہو گئے۔ بادشاہ فرمان طلبی بھیجنے سے شرمندہ ہوا پھر

کی تعلیم حاصل کی پھر حضرت زکریا ملتانیؒ کے پوتے حضرت شیخ ابوالفتح رکن الدینؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان سے اسقدر محبت بڑھی کہ ایکبار رکن الدین اپنے چبوترہ کی دہلیز سے اتر کر کہیں تشریف لے جارہے تھے۔ دہلیز کا زینہ نیچا تھا حضرت سید جلال الدین وہاں آکر چت لیٹ گئے کہ مرشد سینہ پر پاؤں رکھکر آسانی سے اُتر جائیں۔ مرشد نے دیکھا تو اپنی شہادت کی انگلی منھ میں دباکر اپنے مشفق مرید سے فرمایا نبوت کا دروازہ تو ہمیشہ کیلئے بند ہو گیا ہے لیکن اے سید! ولایت کی اقلیم پر تمہارا تصرف حد بشریت سے زیادہ ہوگا۔ یہ کہکر حضرت کو دست مبارک سے اٹھایا اور اپنے سینہ سے لگایا حضرت رکن الدین کے علاوہ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی سے بھی اجازت وخلافت ہے۔ حضرت مخدوم جہاں سے بھی آپکو غایت الفت ومحبت تھی۔ آپ چھ بار حج اکبر سے بھی مشرف ہوئے۔ اخبار الاخیار میں مذکور ہے کہ آپنے بہت سیر وسیاحت کی اور اکثر اولیاء اللہ سے نعمت وبرکت حاصل کی۔ مشہور ہے کہ آپ جب کبھی کسی سے معانقہ فرماتے تو جو نعمت ان کے پاس ہوتی اسی وقت جذب کر لیتے یعنی آپ اسقدر توجہ اور خدمت سے کام لیتے کہ وہ شخص بے اختیار ہو کر آپ کو اپنی نعمت دیدیتا۔ تاریخ محمدی میں ہے کہ آپنے پہلے اپنے چچا شیخ صدر الدین بخاری سے خرقہ پہنا اور شیخ الاسلام سند المحدثین شیخ عفیف الدین عبداللہ مطری سے حرم شریف نبوی میں کلاہ ارادت اور خرقۂ تبرک سے سرفراز ہوئے۔ آپ دو سال تک انکی صحبت میں رہے اور عوارف المعارف اور سلوک کی دوسری کتابوں کا درس لیتے رہے۔ انہی کی صحبت میں طریقت اور ذکر کی تعلیم وتلقین حاصل کی۔ شیخ عفیف الدین نے فرمایا کہ آپ کے فیض ورشد کا سلسلہ گازروں میں موقوف ہے۔ آپ گازروں پہونچے تو شیخ الاسلام شیخ امین الدین کے بھائی شیخ امام الدین نے کہا کہ شیخ امین الدین نے رحلت کے وقت مجھ کو وصیت کی تھی کہ سید جلال الدین بخاری میری ملاقات کیلئے اُچہ اور ملتان کی جانب سے آرہا تھا راستے میں شیطان نے اس کو بہکا دیا کہ شیخ امین الدین تو اس سرائے فانی سے کوچ کر گئے ہیں لہذا اب سید جلال الدین بخاری مکہ کی طرف چلے گئے ہیں اور واپسی میں گازروں آئیں گے ان کو میر اسلام کہنا اور میر اسجادہ اور مقراض حوالہ کر کے ان کو میرا مجاز اور خلیفہ مقرر کر دینا۔ شیخ امام الدین نے اس وصیت کے مطابق عمل کیا۔ حضرت جلال الدین بخاری ان سے مختلف قسم کے روحانی فیوض حاصل کر کے واپس ہوئے اور شیخ رکن الدین سے خرقۂ تبرک پہنا۔ سلطان محمد تغلق کے عہد حکومت میں شیخ الاسلام کے منصب پر فائز ہوئے اور آپ کے لئے سیوستان اور اس کے مضافات کی مسند خانقاہ محمدی مخصوص ہوئی۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ سب کو چھوڑ چھاڑ کر حج بیت اللہ کیلئے تشریف لیگئے۔ آپ چودہ خانوادہ کے خلیفہ تھے آپ ۷۸۵ھ میں عید قربان کے دن اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ آپکا مزار مبارک اچہ ملتان میں مرجع خلائق ہے۔ آپ کے ملفوظات کا مجموعہ ۱۔ خزانہ جلالی۔ ۲۔ سراج الہدایہ۔ ۳۔ جامع العلوم ہے جس میں تصوف اور معرفت کے رموز واسرار ہیں آپکے خلفاء میں سید صدر الدین راجو قتال۔ سید علیم الدین۔ شیخ سراج الدین۔ سید محمود شیرازی قابل ذکر ہیں۔ (اخبار الاخیار۔ گنج ارشدی۔ لطائف اشرفی۔ تاریخ محمدی۔ سفینۃ الاولیا ص ۱۱۳)

دوسرا فرمان بھیجا کہ اگر طلب کا فرمان بہار تک پہونچا ہو تو باز رکھیں۔ ایسے بزرگ کو جگہ سے اوٹھانا مصلحت نہیں ہے اور جب فرمان طلب کا شہرہ مخدوم جہاں کو پہونچا فرمایا فرمان جناب سید جلال الدین کی طفیل میں منسوخ ہوا اس کے پیچھے ایک دوسرا فرمان آتا ہے۔ سنا ہے[لے] کہ ایکبار کسی عالم نے مخدوم جہاں کے سامنے کہا کہ درویش کیسا ہی بزرگ ہو احتیاج اُس کی علمار کے ساتھ باقی ہے۔ فرمایا جو درویش عالموں کا محتاج ہے وہ درویش نہیں ہے۔ علمار جو کتاب میں پاویں گے وہی کہیں گے۔ درویش اگر کتاب میں نہ پاویگا لوح محفوظ سے کہے گا اگر لوح محفوظ میں نہ پاویگا حضرت عزت سے کہے گا۔ سنا ہے[کے] کہ قاضی شمس الدین دمشقی کہ درویش بھی اور

لے مناقب الاصفیا ص۱۵

کے مناقب الاصفیا ص۱۵ قاضی شمس الدین دمشقی کے متعلق گنج ارشدی حصہ چہارم ص۱۱۳ میں کچھ تفصیل سے ہے کہ مرتب احقر نے اپنے بعض رشتہ داروں سے سنا ہے کہ جب قاضی شمس الدین مسند قضا پر بیٹھے اور عام و خاص کی طرف رجوع ہوئے حضرت مخدوم جہاں تشریف لے گئے۔ کسی نے کہا کہ آخر کار شریعت کی طرف ہر شخص کو آنا ہی پڑتا ہے۔ حضرت مخدوم نے کہا کہ وہ صوفی ہے اس کو کسی وقت میں میری طرف رجوع کرنا ہی پڑیگا۔ پھر آپ واپس آئے۔ ایک دفعہ قاضی شمس الدین نے لوگوں سے پوچھا کہ مخدوم کے فراغت کا وقت کونسا ہوتا ہے لوگوں نے کہا کہ چاشت کا وقت۔ قاضی صاحب دو چار شاگردوں کے ساتھ حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوئے جب اس جگہ پہنچے سلام عرض کیا۔ چونکہ مخدوم عالم استغراق میں تھے سلام کا جواب نہ دے پائے۔ قاضی صاحب نے عزیزوں سے مخاطب ہوکر کہا کہ تم لوگ گواہ رہنا میں نے شعار اسلام کا اظہار کیا اور انھوں نے فرض کو ترک کیا اس کے بعد کچھ دوسری باتیں ہوئیں جو علمائے شرع کے موافق نہ تھیں وہ مخدوم جہاں کی زبان پر آگئیں۔ قاضی صاحب لوگوں کو گواہ رکھتے ہوئے وہاں سے واپس ہوئے۔ جب مخدوم جہاں عالم سکر و استغراق سے عالم صحو میں رجعت فرمائی، شیخ جولھائی جو حضرت مخدوم کے خادم خاص تھے۔ حضرت مخدوم کی خدمت میں سارے واقعات عرض کئے حضرت مخدوم جہاں نے شیخ جولھائی سے فرمایا میرے ہاتھ کو رسی سے اتنا سخت باندھو کہ خون نکل آئے اور اسی طور پر ہمیں قاضی کے پاس لے چلو۔ شیخ جولھائی نے پیر کی اطاعت میں اور امتثال امر میں کوتاہی نہ کی بلکہ مخدوم جہاں کے گرنے کی وجہ سے زانوئے مبارک سے بھی خون نکل آیا تھا اور اسی طرح حسب الحکم مخدوم جہاں کو قاضی صاحب کے مکان شریعت پناہ تک لے گئے۔ جب یہ خبر قاضی صاحب کو پہونچی کہ شرف الدین درویش دروازے پر کھڑے ہیں۔ قاضی صاحب نے پوچھا کہ کس حال میں آئے ہیں لوگوں نے حالت بیان کی۔ قاضی صاحب حالت اضطرار میں باہر آگئے۔ مخدوم جہاں نے قاضی صاحب سے فرمایا کہ شرع کی جو حد ہے ہم پر جاری کی جائے۔ قاضی صاحب نے فوراً مخدوم جہاں کے ہاتھ کو کھولا اور کہا کہ حضرت ہم کو اپنے غلامی میں لے لیں اور پھر مرید ہوئے اور حضرت کی خدمت میں زندگی بسر کی۔ جب کچھ دن گذرے ایک دن قاضی صاحب نے عرض کیا کہ اس روز جو کلمات جناب کے زبان مبارک سے صادر ہوئے تھے پھر کبھی سننے کا

عالم بھی تھے ایک وقت میں مخدوم جہاں کے پاس آئے آپ استغراق میں تھے اُن کے آنے سے خبر نہ رکھتے تھے جو ملاقات کا معمول تھا ترک ہو گیا یعنی سلام اور تعظیم۔ قاضی شمس الدین کے جی میں انفعال حاصل ہوا پوچھا درویش کامل الحال کب ہوتا ہے۔ فرمایا کہ جب موصوف ہو خدائے عزوجل کے ننانوے صفتوں کے ساتھ۔ قاضی شمس الدین نے پوچھا حقیقتاً یا مجازاً۔ فرمایا حقیقتاً۔ قاضی تاب نہ لائے۔ اُٹھ آئے بعضے کہتے ہیں کہ پوچھا الشیخ یُحیُ وَیُمیتُ حقیقتاً ہے یا مجازاً۔ فرمایا صوفی وہ شخص ہے کہ موصوف ہو ننانوے صفات حق سے حقیقتاً اور شیخی بالاتر اس سے ہے۔ دوسری مجلس میں جب قاضی سے ملاقات ہوئی عذر خواہی کی اور کہا کہ جس کو باد کا غلبہ ہوتا ہے اُس کے کلام وغیرہ میں فرق ہو جاتا ہے مجھ کو مثل اس کے کبھی کبھی تفاوت پڑ جاتا ہے میں اس میں معذور ہوں۔ سُنا[1] ہے کہ ایک جوگی صاحب جمال بہار میں پہونچا۔ مخدوم جہاں شیخ شرف الدین کے بعضے مریدوں سے ملاقات ہوئی۔ ان لوگوں کے دل میں گذرا کہ خدائے تعالیٰ نے ایک کافر کو ایسا حُسن دیا ہے۔ اوس جوگی نے کہ صفائے باطن حاصل کر چکا تھا ان لوگوں کے خطرہ کو معلوم کر لیا کہا ایسی چیزیں دل میں لانا نہ چاہیے تمہارے کوئی گُر ہے۔ جوگی پیر کو اپنی زبان میں گُرہ کہتے ہیں۔ بضم کاف فارسی۔ بعضے مریدان مذکور نے کہا۔ ہاں ہمارے گُر ہے اور مخدوم جہاں کا ذکر اور آپ کا وصف اُس کے آگے بیان کیا۔ اُس نے بطریق استفہام کے کہا کہ وہ میرے پاس آئیں گے۔ اُن لوگوں نے کہا کہ آپ بزرگ ہیں کسی کے ہاں نہیں جاتے کیسا ہی بزرگ ہو آپ کے پاس آتا ہے۔ کہا مجھ کو ان کے پاس لے چلو۔ یہ لوگ اس کو ساتھ اپنے مخدوم جہاں کے حضور میں لے گئے جوں ہی اس کی نظر مخدوم جہاں پر

اتفاق نہیں ہوا۔ مخدوم جہاں نے فرمایا کہ کبھی کبھی بادی مرض کا غلبہ ہوتا ہے جس سے ایسی باتیں زبان سے نکل جاتی ہیں۔ قاضی صاحب نے عرض کیا کاش کہ یہ مرض ہم پر کبھی طاری ہوتا حضرت مخدوم نے فرمایا انشاء اللہ ایسا ہوگا۔ سبحان اللہ حضرت مخدوم کے ظرف کو دیکھنا چاہیے کہ کوئی بشر کوئی فرشتہ اس گروہ میں (صوفیائے کرام میں) نظر نہیں آتا کہ جس نے شریعت کا اتنا پاس رکھا ہو۔ (گنج ارشدی قلمی مکتوبہ ۱۱۳۹ھ) یہی شمس الدین چوسہ کے قاضی تھے اور مکتوبات صدی ان ہی کے نام سے مخدوم جہاں نے لکھا ہے جس کا اظہار وفات نامہ مخدوم میں حضرت زین بدر عربیؒ نے کیا ہے۔

[1] مناقب الاصفیا صفحہ ۱۵۱

پڑی پیچھے پاؤں بھاگا۔ لوگوں نے کہا کیوں بھاگتے ہو۔ بولا کرتار روپ ہو گئے ہیں یعنی متصف بصفات حق۔ میں ان کے سامنے جانے کی طاقت نہیں رکھتا اگر جاؤں جل جاؤں لوگوں نے قصہ حال اُس کا مخدوم جہاں کے آگے ظاہر کیا مسکرائے اور فرمایا اس کو کہو اب آوے دیکھنے کی طاقت لاویگا۔ جب وہ پھر آیا دیکھا کہا اب جا سکتا ہوں۔ آیا مجلس میں دیر تک بیٹھا رہا اس کے بعد کہا مجھ کو اسلام کی تلقین کیجئے۔ مخدوم جہاں نے اس کو اسلام کی تلقین کیا۔ تین دن اپنے ساتھ رکھا پھر اس کو وداع کیا مسافر ہوا۔ کسی نے مخدوم جہاں سے پوچھا۔ تھوڑی مصاحبت میں کیوں وداع کیا فرمایا وہ کام تمام کر چکا تھا۔ زنگار کفر اس کو حجاب تھا تھوڑی صحبت میں اس زنگار کا ازالہ ہو گیا وداع کیا۔ سنا [۲] ہے کہ جس زمانہ میں مخدوم جہاں راجگیر میں تھے ایک جوگی نے سنا کہ اس جنگل میں ایک بزرگ رہتے ہیں اس کو ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوا جنگل میں گیا جہاں مخدوم جہاں تھے ملاقات کی۔ کہا سدھا کو کیونکر پہچانیں اور سدھا جوگیوں کی اصطلاح میں مرد کامل کو کہتے ہیں فرمایا کہ اگر وہ جنگل کو کہے سونا ہو جا۔ فوراً جنگل سونا ہو گیا آپ نے اشارہ جنگل کی طرف کیا فرمایا تو اپنے حال پر رہ میں بات بولتا ہوں۔ سنا [۳] ہے کہ شیخ الاسلام شیخ حسین معز شمس بلخی نے فرمایا کہ شیخ جہاں کے مرید لاکھ سے زیادہ تھے۔ ان لوگوں میں چالیس شخص واصل تھے اور ان چالیس میں تین شخص مرد تھے۔ شیخ مظفر اور ملک زادہ فضل اللہ اور مولانا نظام الدین درول حصاری اور ان تین مردوں میں آتش عشق کا شعلہ شیخ مظفر کو پہونچا اور ایک دھواں ان دو مردوں کو اور اس حکایت کے بعضے ناقل نے کہا ہے کہ تین سو نفر واصل حق تھے۔ سنا [۴] ہے کہ ایک بار مخدوم جہاں نے شیخ محمد تالا کو کہا کہ تم کلاہ کیوں نہیں دیتے اور مرید کیوں نہیں کرتے۔ شیخ محمد نے کہا مخدوم میرا نفس گریہ کرتا ہے اور کہتا ہے اگر تو کلاہ دے بازار کی یخنیاں کون کھائے۔ فرمایا

---

[۱] مناقب الاصفیا ص ۱۵۲ ب، [۲] مناقب الاصفیا ص ۱۵۳ الف

[۳] مناقب الاصفیا ص ۱۵۳ ۔ خواجہ محمد تالا کے متعلق گنج ارشدی ص ۱۱۶ میں ہے کہ " در آں خواجہ محمد تالا خواہر زادہ حضرت شیخ نظام الدین اولیا " یعنی خواجہ محمد تالا حضرت نظام الدین اولیاؒ کے بھانجے ہیں اور ان کی قبر مخدوم جہاں شیخ شرف یحیٰ منیری کے احاطہ میں ہے۔

حررہ غلام رشید ارشدی ... عثمانی دوازدہم رجب المرجب سنہ یکہزار یکصد شصت و چہار ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

یہ نسخہ کتب خانہ خانقاہ رشیدیہ جونپور کی زینت ہے

تم اس بلا میں کہاں پڑوگے۔ نقل ہے برہان الاتقیا فی مناقب الاولیا سے کہ ایک ہندو اکیاسی برس کا آپ کی مجلس میں شرفِ ایمان سے مشرف ہوا۔ وقت خوش ہوا۔ فرمایا سبحان اللہ ایسے بیگانہ کو کہ اکیاسی برس غیر خدا کی پرستش کی تھی یگانہ اور دوست اپنی بارگاہ کا کیا۔ پوچھا گیا اگر اس محل میں مرجائے گمان کس طرح پر کریں فرمایا پاک اور بے لوث گیا ہوگا اور تحت اس آیتہ کے در آئے گا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَھُمُ الْاَمْنُ وَھُمْ مُّھْتَدُوْنَ۔ یعنی جو لوگ کہ ایمان لائے اور نہ لایا اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ یہ لوگ وہ ہیں کہ ان کے واسطے امن ہے اور وہ لوگ راہ پائے ہوئے ہیں۔ لیکن خاتمہ کا خوف ہوگا۔ سُنا[1] ہے کہ ایک وقت میں ایک قلندر لوہا پہنے ہوئے آپ کی مجلس میں آیا۔ فرمایا اے درویش لوہا کیوں نہیں اتارتا۔ بولا۔ ہے کوئی کہ اتارے۔ آپ نے سر مراقبہ میں کیا ہر ایک لوہا اس کے بدن سے جھڑتا جاتا تھا اور قطرہ قطرہ ہوتا تھا۔ سنا[2] ہے کہ ایک عورت اعلام شرع کے ساتھ آپ کے پاس آئی اور کہا باہر آؤ اور میرے دعویٰ کا جواب کہو فوراً باہر آئے۔ عورت حاکم کے پاس لے گئی اور آپ پر دعویٰ کیا کہ اینٹ جو خانقاہ میں خرچ ہوئی ہے میرا حق ہے۔ قاضی نے پوچھا۔ عورت کے دعویٰ کا جواب کیا ہے۔ فرمایا کہ حکم کیجئے کہ اپنی اینٹ لے جائے۔ قاضی نے جب یہ حالت دیکھی اٹھا اور معذرت کی۔ سُنا[3] ہے کہ ایام ہدایت میں آپ کی ماں آپ کو حجرہ میں ڈال دیتیں اور کیواڑ مضبوط بند کردیتیں اور خود دروازہ کے آگے بیٹھتیں اور جب دروازہ کھولتیں کبھی ایسا ہوتا کہ حجرہ میں نہ پاتیں اور کبھی آپ کو پاتیں تو آپ کی روح پاک کو معراج ہوتا اور جب آپ کی ماں رونے لگتیں اُٹھتے اور تسلی دیتے۔ ف ایک کسی دوسرے بزرگ کے حال میں بھی فقیر راقم نے دیکھا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میری روح کو سترہ دن معراج رہا اور میرا جسم بے حس و حرکت مردہ کی طرح پڑا رہا اور ایک شخص محرم راز تھے کہ وہ نگہبانی میری کرتے تھے انتہی۔ سُنا[4] ہے کہ ایک شخص سے کہا میں بارہ برس پہاڑ پر آپ کے ساتھ رہا اس مدت میں کبھی میں نے نہ دیکھا کہ

---

[1] مناقب الاصفیا صفحہ ۱۵۳، [2] مناقب الاصفیا صفحہ ۱۵۳، [3] مناقب الاصفیا صفحہ ۱۵۳، [4] مناقب الاصفیا صفحہ ۱۵۴

ماکولات یعنی کھانے کے محتاج ہوئے ہوں۔ ف فقیر راقم کا گمان ہے کہ وہ خود حضرت مخدوم شیخ شعیب[1] علیہ الرحمۃ ہوں گے اور جو یہ فرمایا۔ سنا ہے ایک شخص سے یہ اپنی پردہ داری ہے کہ اپنی ریاضت ومجاہدہ اور کوہ وبیابان میں رہنے کا اظہار نہ کیا۔ آپ بھی جنگل اور بیابان میں عبادت حق میں مشغول رہے ہیں اور مجاہدات اور ریاضات میں آپ کی بھی شان عظیم ہے۔

آپ کے متوسلین میں سے ایک بزرگ نے آپ کے حالات لکھے ہیں۔ اس رسالہ سے اس مقام میں تھوڑی بات لکھی جاتی ہے۔ لڑکپن میں آپ سے کشف وکرامات صادر ہوئے ہیں ولی مادر زاد تھے تعلیم وتربیت حضرت مخدوم جہاں سے رکھتے تھے اور آپ کے چچیرے بھائی تھے۔

نقل ہے کہ آپ جنگل مورنگ میں مشغول حق تھے۔ عالم استغراق میں کونین سے بے خبر ہوگئے اور کچھ دنوں اسی حالت سے رہے ایک چرواہے نے کہ وہاں آتا جاتا تھا جب کئی دن ایک جگہ پر ایک

---

[1] مخدوم شعیبؒ:۔ یہ حضرت عبدالعزیز بن امام محمد تاج فقیہہؒ کے پوتا تھے۔ آپ کے والد کا نام جلال منیریؒ ہے آپکی ولادت باسعادت ۶۸۸ھ میں ہوئی۔ آپ کا نام شعیب رکھا گیا۔ شاہ شعیب سے تاریخ ولادت نکلتی ہے یعنی ۶۸۸ھ عدد نکلتا ہے۔ آپ کے ایام طفولیت ہی میں حضرت جلال منیریؒ کا وصال ہوچکا تھا (حضرت جلال منیری کی قبر منیر شریف میں تالاب کے پچھم سمت واقع ہے اور بڑی درگاہ منیر شریف جس میں حضرت مخدوم یحیٰ منیریؒ کا مزار ہے ٹھیک اسی کے سامنے ہے) آپ کی والدہ کا نام ملکہ سعد بنت مخدوم ابراہیم بن اسماعیل بن تاج فقیہہ ہے۔ آپکی تعلیم وتربیت نانیہال میں ہوئی تعلیم ظاہری کے بعد تعلیم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے۔ ریاضت ومجاہدہ کے سلسلے میں کوہ وبیابان میں یاد خدا میں مشغول ہوئے۔ شیخپورہ میں پھر آپ نے سکونت اختیار کی۔ آپ کی تعلیم ارشاد اور بیعت آپ کے عم زاد مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیریؒ سے ہوئی ہے اسلئے تحقیقات المعانی ملفوظ مولانا شاہ آموںؒ میں مذکور ہے کہ حضرت مخدوم جہاں شیخپورہ مخدوم محمد شعیب کے وہاں جاتے تھے لیکن اجازت وخلافت نامہ حضرت مخدوم جہاں حضرت حسن دائم جشن بلخیؒ کے ہاتھوں سے آپ کو پہونچا اور آپ نے حُسن ادب سے سجادۂ مخدوم جہاں کی وجہ سے مخدوم حسن دائم جشن بلخیؒ سے تبرکات وخرقۂ مخدوم جہاں لینے سے پہلے آپ سے اجازت لی۔ آپ نے غایت عقیدت فردوسیہ کی بنا پر ایک مایہ ناز تذکرہ مناقب الاصفیا تصنیف کیا جو سلسلہ فردوسیہ کا تذکرہ ہے اور خاندانی ماخذ کے اعتبار سے اہم اور سب سے قدیم ماخذ ہے۔ اس میں مغل کی آمد کا بھی تذکرہ ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نویں صدی ہجری میں یہ تذکرہ لکھا گیا ہے۔ آپ کی وفات عصر کے وقت ۱۲ ربیع الثانی ۸۲۴ھ میں ہوئی اور شیخپورہ میں مدفون ہوئے۔ نسب نامہ میں ۸۲۳ھ سن وفات ہے۔ آپکا مزار مبارک مرجع خلائق ہے اور ۱۲ ربیع الثانی کو آپکا عرس ہوتا ہے۔ اسوقت آپکی مسند سجادگی پر عم محترم مکرمی جناب شاہ نجم الدین بلخی ہیں۔

(قدیم نسب نامہ مرتبہ شاہ عبدالقادرؒ اسلام پوری)

حالت سے آپ کو دیکھا شہر میں خبر دی وہاں کا راجہ آیا اور بتعظیم وتکریم آپ کو اٹھوا کر اپنے گھر لے آیا آپ کو طاقت گویائی نہ تھی۔ راجہ کا گرو کہ جوگ میں پورا تھا آپ کو دیکھ کر بولا کہ یہ ابھی اپنے دھیان میں چڑھے ہوئے ہیں جب دھیان سے اتریں گے بولیں گے۔ الغرض جب افاقہ ہوا لوگوں نے جو حال پوچھا تو ضعف کے باعث ایک بات بولے اور چُپ ہو گئے جب دو چار روز میں طاقت آئی اور کچھ بولے تو جوگی نے سمجھا کہ یہ مرد مسلمان ہیں اس کے دل میں حسد اور عداوت پیدا ہوئی۔ القصہ ایک دن وہ اپنے مذہب کی تائید اور دین اسلام کی تردید کرنے لگا۔ آپ نے دلیلوں سے اس کو لاجواب کیا تو ریاضت اور مجاہدہ میں بحث کرنے لگا اور بولا کہ آؤ ہم دونوں چلّہ کریں اور چالیس دن بے آب و دانہ رہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ چلّہ تو ہمارے مذہب کے بچے کرتے ہیں۔ آؤ بارہ برس کا چلّہ کریں اور کوئیں میں بیٹھ کر اوپر سے پٹوا دیں۔ راجہ متعجب ہوا اور آپ نے جس طرح پر فرمایا راجہ نے حکم کیا اور ایک کنواں کھدوایا اور اس میں دو طاق بنائے گروجی مجبور ہوئے۔ آن کی بات، زبان کا پاس، آبرو کی شرم۔ راجہ کے سرتاج تھے۔ جان جائے تو جائے کرنا کیا تھا ایک طاق میں پورب کی طرف منھ کر کے بیٹھے اور وضو کر کے ایک طاق میں قبلہ رخ ہو کر آپ بیٹھے اور اوپر سے پاٹ دیا مدت معہودہ گذرنے کے بعد راجہ آیا اور کنواں کھلوایا تو گرو کی بوسیدہ ہڈیاں نظر آئیں اور آپ اللہ کی یاد میں زندہ تھے۔ یہ عالم ملکوت کی خاصیت اور ملکیت کی صفت تھی کہ بغیر آب و دانہ زندہ رہے یاد حق آپ کی قوت اور قوت تھی جیسا کہ مولانا جلال الدین روم فرماتے ہیں۔ **مثنوی**

قوت جبریل از مطبخ نہ بود بود از دیدار خلاق ودود

ہمچنیں ایں قوت ابدال حق ہم زحق داں نز طعام وازطبق

الغرض راجہ روئی کے پہلوں میں بڑی حفاظت سے کہ ہوا نہ لگے آپ کو اپنے گھر لے گیا اور تیمارداری کی جب طاقت آئی رخصت ہوئے۔ راجہ اور اس کے قبائل اور اس شہر کے اکثر لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ آپ نے اس راجہ کو اور اس کے راج کو بہت دعائیں دیں اور سر بصحرا ہوئے۔

ایک جا رہتے نہیں عاشق ناکام کہیں دن کہیں، رات کہیں، صبح کہیں شام کہیں

انتہی آپ کو صحبت اور تعلیم و تربیت حضرت مخدوم جہاں قدس اللہ سرہ سے ہے اور بیعت و خلافت میں اختلاف ہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ بیعت و خلافت بھی آپ کو حضرت مخدوم جہاں سے ہے صرف پیراہن و دستار و مقراض حضرت مخدوم جہاں کے تبرکات حضرت شیخ حسن بن حسین معز شمس بلخی علیہ الرحمۃ کے ہاتھ سے آپ کو پہونچے تھے یہ بزرگان شیخپورہ کا قول ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ بیعت حضرت مخدوم جہاں سے اور خلافت حضرت شیخ حسن بن حسین بلخی سے اور بعضے کہتے ہیں کہ بیعت و خلافت دونوں حضرت حسن بلخی سے ہے۔ رسالہ مذکورہ میں ہے کہ حضرت مخدوم جہاں نے خرقہ اور عمامہ اور مقراض حضرت مولانا مظفر بلخی علیہ الرحمۃ کے حوالہ کیا تھا کہ برادرم شیخ شعیب کو دیجیو اور آپ نے شیخ حسین بلخی کے سپرد کیا۔ جب مخدوم شاہ شعیب علیہ الرحمۃ ویرانہ مجاہدہ سے فارغ ہو کر سند ولایت پاکر شیخپورہ میں تشریف لائے۔ شیخ حسین بلخی کا زمانہ تھا آپ نے حضرت مخدوم جہاں کو خواب میں دیکھا کہ برادرم شعیب کی امانت بہت جلد اون کے پاس پہونچا دو۔ آپ نے اپنے بیٹے شیخ حسن کو وہ چیزیں دیں کہ آپ کے حضور میں پہونچا آؤ اور میری طرف سے عرض کرنا کہ مجھے ایک عذر ہے اس لئے میں خود حاضر نہ ہو سکا ادھر سے شیخ حسن چلے اور ادھر سے باشراق باطن دریافت کر کے پیادہ پا استقبال کے لئے مخدوم شاہ شعیب روانہ ہوئے اثنائے راہ موضع چرایاں[1] میں جہاں حضرت مولانا شاہ آموں علیہ الرحمۃ کا مزار مبارک ہے ملاقات ہوئی۔ مصافحہ اور ملازمت کر کے ایک بڑ کے درخت کے سایہ میں جو اب مخدوم بڑ مشہور ہے بیٹھ گئے۔ شیخ حسن نے کہا حضور ہی میں جاتا تھا یہ خوب ہوا کہ حضرت کی یہیں زیارت ہو گئی پھر تبرکات نکال کر پیش کئے اور حضرت مخدوم جہاں کے خرقہ و عمامہ دینے کا حال اور خواب میں حضرت مخدوم جہاں کا حکم کہ امانت جا کر دے آؤ سب بیان کیا۔ مخدوم شاہ شعیبؒ اوٹھے اور اس کو اپنے سر اور آنکھوں پر رکھا اور کئی بوسے دئے اور بہت عذر خواہی کی کہ بندہ کی کیا طاقت اور

---

[1] اسکا اصل نام ابراہیم پور چرایاں تھا۔ یہ ایک قدیم بستی ہے اور شیخپورہ سے قریب ہے۔ حضرت مخدوم جہاںؒ شیخپورہ اسی راہ سے جایا کرتے تھے اور حضرت آپکے مرید و خلیفہ حضرت مولانا آموںؒ اور انکے والد حضرت ابراہیمؒ کے یہاں قیام فرماتے تھے۔ (تحقیقات المعانی)

لیاقت کہ حضرت مخدوم جہاں کا خرقہ متبرکہ پہنے لیکن جب حکم اور نوازش اس طرح پر ہے کہ کیا مجال کہ عذر کرے جیسا کہ حضرت مخدوم جہاں نے باطن میں بندہ کو ارادت اور خلافت سے مشرف کیا ہے حضرت بھی از روئے ظاہر یہ پیراہن اور دستار بطریق خلافت اور اجازت اپنی طرف سے عطا فرمائیں۔ شیخ حسن بہت منفعل اور شرمندہ ہو کر بولے کہ حضرت بجائے پیر دستگیر مخدوم جہاں علیہ الرحمۃ کے ہیں میرا کیا منھ کہ آپ کو خرقہ خلافت کی نظر سے دوں۔ مخدوم شاہ شعیبؒ نے فرمایا کہ آپ جو فرماتے ہیں کیا مجال جو کہوں ایسا نہیں ہے لیکن حضرت اس وقت میں حضرت مخدوم جہاں کی جگہ پر ہیں اگر خلافت کی طرح پر عنایت فرمائیں تو حضرت مخدوم جہاں کے خرقہ معظمہ سے مشرف ہوں۔ شیخ حسن مجبور ہوئے الامر فوق الادب کہکر اپنی خلافت اور اجازت سے مشرف کیا[۵] پھر آپ بہار کی طرف پلٹ آئے اور مخدوم شاہ شعیبؒ شیخپورہ کی طرف اور فقیر راقم نے بزرگان منیر سے سنا ہے کہ کاملین کی نظر تقدیر پر ہوتی ہے کہ کس کی قسمت کہاں ہے۔ شیخ حسین نے اپنے بیٹے شیخ حسن کو تبرکات لیکر بھیجا اور اپنی غیر حاضری کی معذرت کہلا بھیجی اور یہ بھی کہا کہ جو حضرت فرمائیں اس کو بجالانا خلاف اطاعت نہ کرنا اور اثنائے راہ میں ملاقات ہوئی۔ مخدوم شیخ شعیبؒ بھی کاملین میں سے تھے فرمایا میری بیعت لیجئے۔ مخدوم شیخ حسن بہت شرمائے اور کہا کہ آپ حضرت مخدوم جہاں کے بھائی اور ان کی جگہ پر ہیں میرے بزرگوں کے بزرگ ہیں۔ آپ نے فرمایا میرا ادب چاہئے اور خلاف فرمان نہ چاہئے اور آپ کے والد نے بھی یہی فرمایا ہے۔ الغرض

---

[۵] ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مخدوم جہاں کی تعلیم و تربیت چونکہ بلا واسطہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی روح سے ہوئی تھی اس لئے جو شغف آپ کو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہی ہے اسی جذبہ کے تحت بہت سی کیفیتیں اور روایتیں ایسی بھی اختیاراً اور بسا اوقات اضطراراً بھی صادر ہوتی رہی ہیں جس کا سلسلہ سنت نبویہ ہی سے ملتا ہے۔ ان ہی میں سے اس واقعہ کی نسبت بھی کہی جاسکتی ہے۔ رسول اکرم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اویس قرنیؓ کو اپنا خرقہ مبارکہ حضرت عمرؓ کی معرفت بھیجا تھا اور کہا تھا کہ یہ خرقہ انھیں دیدینا اور میری امت کے لئے دعا کرنے کو کہنا۔ چنانچہ یہاں بھی حضرت مخدوم شاہ شعیب عم زادہ و ہم صحبت و مرید و خلیفہ ہوتے ہوئے بھی خرقہ خلافت مخدوم جہاں کا عطیہ حضرت حسن بلخیؒ سے پایا ہے جو میرے خیال میں اسی سنت نبوی کی پیروی کی ایک شکل ہے۔ محمد طیب ابدالی

ردوکد کے بعد بیعت ہوئی واللہ اعلم بالصواب۔ آپ کا انتقال ربیع الآخر کی بارہویں وقت عصر ۸۸۲ھ کو ہوا۔ رباعی تاریخ

از بزم جہاں چو رفت در خلوت غیب — مخدوم زماں شیخ جہاں شاہ شعیب
تاریخ بہ تعمیہ بگفتم کہ — برفت — در ملک جناں شاہ شعیب بے عیب

۱۹۴ھ — ۶۸۸ھ — ۸۲ھ

ملک جناں کے عدد میں شاہ شعیب کے عدد ملائے آٹھ سو بیاسی ہوئے اس میں سے عیب کے عدد بیاسی ہیں نکال ڈالئے تاریخ ہوگئی اور ایک روایت سے آٹھ سو دو ہجری میں آپ کا انتقال ہے

مخدوم شاہ آموںؒ مرید وخلیفہ حضرت مخدوم جہاں قدس اللہ سرہما کا ذکر خیر پہلے جو آگیا ہے تو ان کی بھی

لے حضرت مولانا آموں بن مولانا شاہ ابراہیم بن شیخ عبدالرحیم بن عبدالرحمن بن عبدالعزیز بن اسرائیل بن عبداللہ چوسوی بن عبدالواحد حقانی بن ابوالقاسم ابن ابومسعود اصفہانی بن ابونجیب بن امام ابوسعید بن امام ابوالوبس بن امام ابواللیث بن امام ابواسحٰق بن امام ابوزید بن امام عبداللہ ابن عباس بن عبدالمطلب بن ابوالہاشم ۴ رجب المرجب نماز فجر کے بعد حاضرین مجلس کے پاس آئے سائلین کے سوال کے مطابق اور دریافت کرنے پر کہ ان کے بزرگان نے کس کس طرح نقل مکانی کیا۔ اس کو وضاحت سے بیان کیا کہ آپ کے بزرگوں کا مولد ومسکن اصفہان تھا۔ اسی خاندان کے ایک بزرگ شیخ عبداللہ چوسوی نے چوسہ میں آکر استقامت حاصل کی آپ اسی خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حضرت ابراہیم مع اہل وعیال موضع چرہ ایاں میں استقامت کرتے تھے بعد کو اس موضع کا نام ابراہیم پور چرہ ایاں اسی مناسبت سے پڑا۔ حضرت ابراہیم حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین منیریؒ کے مرید تھے اسی وجہ سے حضرت مخدوم جہاں اکثر اسی راستے سے محرم اسرار غیب حضرت شاہ شعیب اور حضرت شاہ معز مغربی سے ملنے جاتے تھے سرراہ حضرت مخدوم جہاںؒ سے اور مخدوم آموں سے ملاقات ہوگئی۔ آپ نے شفقت فرمائی اور کھانے کے لئے حضرت مخدوم جہاں نے کچھ طلب فرمایا۔ اسی کھانے میں سے ایک لقمہ کا کچھ حصہ چبا کر اپنے دست مبارک سے میرے منھ میں ڈال دیا جس کے کھانے سے میرے دل میں ایک نورانی کیفیت جلوہ گر ہوئی اس طرح کہ تمام دنیاوی وابستگی سے دل بھر گیا اور اس وقت سے حضرت مخدوم کی صحبت اختیار کی اور ہمیشہ حضر وسفر میں حضرت مخدوم جہاں کے ساتھ رہے اور اکتساب علوم ظاہری سے بھی فراغت حاصل کی اور حسب حکم حضرت مخدوم جہاں سے شرف بیعت حاصل کر لیا۔ اسی اثنا میں صوبہ کے حاکم وقت جن کا نام کامگار ملقب بجدالملک مقطع نے کچھ زمین ان کو برائے خرچ متعلقان عطا کرنا چاہا ابتداً انھوں نے انکار کر دیا پھر حضرت مخدوم جہاں کے حکم سے قبول کر لیا۔ ایک دن آپ نے ایک جگہ اپنے دست مبارک سے گلچکاں کا درخت نصب فرماتے ہوئے ان پر تاکید فرمائی کہ یہاں پر ایک باغ لگاؤ اور زبان مبارک سے یہ فرمایا

تاریخ وفات لکھدی۔ دُرِّ شرف مادہ آپ کے پوتے شیخ مبارک کا نکالا ہوا۔ ملفوظ[۱] مبارک میں ہے قطعہ

مخدوم شاہ آموں از بہر نذر جاناں　　رخشندہ گوہر جاں چوں از صدف برآورد

زد غوطہ ہا مبارک در بحر فکر سالش　　تاریخ انتقالش دُرِّ شرف برآورد

ھذی الارض مکان ومقام ومسکن اولادک آپ کا انتقال ۴ر شعبان ۷۸۴ھ میں دوپہر کے وقت ہوا جس کی تفصیل یہ ہے۔ مجلس سیوم چہارم ماہ شعبان المعظم سنہ اربع وثمانین وسبعمائۃ .... ۲۵ روز حجرہ نشینی کے بعد سجادہ مبارک پر بیٹھے اور تمام مریدوں اور طالبوں کو پوری تاکید اور خواہش کے ساتھ طلب فرمایا چنانچہ تمام مریدین وطالبین ودوستان دوزانو ہو کر آپ کے اردگرد بیٹھے پھر آپ نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ آج میرا سفر آخرت ہے۔ اگر میری آبرو رہے گی تو کسی کو نہ چھوڑوں گا لیکن میری وصیت تمام دوستوں اور عزیزوں کو یہ ہے کہ بیاد مولیٰ کہ از ہمہ اولیٰ۔ یہ کلام دردانگیز سن کر ہر ایک آہ بھرنے لگا اور آنکھیں پُرآب ہو گئیں۔ لوگوں نے افسوس اور صدمہ کا اظہار کیا اور کہا کہ یہ ہم لوگوں کی شامت نفسی ہے کہ ایسی ذات بابرکات کہ جس سے تمام مریدین وطالبان فیضیاب ہوتے تھے اب محروم ہوتے ہیں جب یہ امر ناگزیر ہے تو پھر (رضینا بالقضا اللہ تعالیٰ) اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر ہم لوگوں کو راضی ہونا چاہیئے۔ پھر اپنی عنایت سے اس عاصی بیچارہ (ارزانی) کو اپنے پاس بلا کر حاضرین مجلس کے سامنے سجادہ پر بٹھایا اور دستار خاص اور تبرکات وغیرہ سے نوازا اور اس رسالہ میں وفات کا سال اور ماہ اور روز لکھنے کی زبان مبارک سے تاکید فرمائی چنانچہ اسی وقت بطور الہام غیبی مرثیہ حضرت کی تاریخ دل میں اُتر گئی دُرِّ شرف بصدف آمدند جب مرثیہ مذکور کو میں نے عرض کیا پسند فرمایا اور بہت محظوظ ہوئے اور فرمایا کہ یہ مرثیہ ایسا ہے کہ اسے رسالہ میں درج کیا جائے۔ حکم کے مطابق اسے رسالہ میں محفوظ کر لیا پھر تمام حاضرین کو علٰحدہ علٰحدہ رخصت کیا پھر خود حجرہ مبارک میں خدا کی یاد میں مشغول ہو گئے۔ جمعہ کے دن ۴ر شعبان المعظم ۷۸۴ھ نماز چاشت کے وقت انتقال فرمایا اور ظہر کے وقت مدفون ہوئے۔ شاہ آموں کا مزار مبارک موضع چروایاں میں ہے اور ایک چہار دیواری کے احاطہ کے اندر ہے جو مرجع خلائق ہے۔ (تحقیقات المعانی مکتوبہ ۱۱۰۵ھ)

[۱] ملفوظ مبارک جس کا دوسرا نام تحقیقات المعانی بھی ہے۔ فارسی زبان میں ہے یہ حضرت مخدوم مولانا آموںؒ مرید وخلیفہ حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین منیریؒ کے ملفوظ کا مجموعہ ہے۔ اس کے جامع حضرت ارزانی بن آموں ہیں۔ اسمیں دو باب ہیں اور باب اول تین مجالس پر مشتمل ہے اور اسی طرح باب دوم بھی تین مجالس پر مشتمل ہے۔ باب اول۔ مجلس اول ۵ رجب المرجب مجلس دوم ۶ رجب المرجب۔ مجلس سوم در ذکر دین قریہ شیخپورہ۔ باب دوم۔ مجلس اول ۸ رجب المرجب مجلس دوم ۹ رجب المرجب۔ مجلس سوم ۴ر شعبان المعظم سنہ اربع وثمانین وسبعمائۃ ۷۸۴ھ اسمیں نسب نامہ حضرت مخدوم جہاں اور مولانا آموں اور مولانا مظفر ہے اسکے بعد کچھ حالات مخدوم جہاں اور مخدوم مولانا آموں ہیں۔ یہ رسالہ ۷۸۴ھ میں جمع کیا گیا ہے۔ زیر مطالعہ نسخہ ۱۱۰۵ھ کا ہے اور تیرہ صفحات پر مشتمل ہے۔ حضرت غلام یحیٰ بہاری کے ہاتھ کا نوشتہ ہے اور یہ نادر نسخہ کتب خانہ فردوسیہ بلجیہ فتوحہ کی زینت ہے۔

سنا[۱] ہے کہ ایک شخص نے پانچ ٹکے سونے کے آپ کے پاس بھیجے۔ چار ٹکے بندگان خدا پر تقسیم کئے ایک ٹکا اس میں سے صحن کی طرف پھینک دیا فرمایا یہ زاہد کا حصہ ہے آنکھ سے غائب ہو گیا۔ جب قاضی آئے فرمایا زاہد اپنا حصہ اٹھالو۔ قاضی نے ٹکا صحن میں پایا اٹھا لیا ف ٹکا اشرفی اور روپے کو کہتے ہیں۔ تنکہ زر اشرفی اور تنکہ نقرہ روپیہ چنانچہ بعضے جگہ اب بھی بولتے ہیں۔ نقل ہے برہان الاتقیا سے۔ سنا[۲] ہے کہ جب آپ کے مکتوبات شیخ نصیر الدین[۳] اودھی

---

۱ مناقب الاصفیا ص ۱۵۲ الف ۲ مناقب الاصفیا ص ۱۵۲ الف

۳ شیخ نصیر الدین اودھی:۔ آپ سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیاؒ کے نہایت مشہور اور ممتاز خلیفہ تھے۔ پیر و مرشد کی رحلت کے بعد ولایت دہلی پر فائز ہوئے۔ آپ کا نام نصیر الدین محمود اور چراغ دہلی لقب تھا۔ آپ کے جد بزرگوار شیخ عبداللطیف یزدی خراساں سے لاہور آئے اور آپ کے والد ماجد شیخ محمود یحیٰ اسی شہر میں پیدا ہوئے اور سن شعور میں اودھ منتقل ہو گئے۔ یہاں وہ پشمینہ کی تجارت کرتے تھے جس میں ان کو بڑا فروغ حاصل ہوا حضرت نصیر الدین محمود کی ولادت باسعادت اودھ میں ہوئی اسی لئے آپ کے نام کے ساتھ اودھی لکھا جاتا ہے۔ آپکی تعلیم قاضی محی الدین کاشانی سے ہوئی۔ مولانا افتخار الدین گیلانی سے بھی علوم حاصل کئے۔ پچیس ۲۵ سال کی عمر میں ترک و تجرید اختیار فرمائی اور محاسبہ نفس میں مشغول ہوئے۔ گرد و نواح کے جنگل و بیابان میں ایک درویش کے ساتھ آٹھ سال تک گھومتے رہے۔ اس صحرانوردی میں بھی نماز باجماعت کے پابند رہے کبھی روزے بھی ترک نہ ہوئے۔ برگ سنبھالو سے افطار کیا کرتے تھے۔ سیر العارفین اور مراۃ الاسرار میں ہے کہ تینتالیس سال کی عمر میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ بیعت ہوئے۔ بیعت کے ابتدائی زمانہ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ نصیر الدین محمود حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کی قیام گاہ کے پاس ایک درخت کے نیچے متحیر کھڑے تھے حضرت نظام الدین بالاخانہ سے نیچے اتر رہے تھے کہ شیخ محمود پر ان کی نظر پڑی۔ خادم خاص کے ذریعہ خلوت میں بلا کر دل کی کیفیت پوچھی۔ عرض کیا درویشوں کی جوتیاں سیدھی کرنے آیا ہوں اس جواب سے خواجہ نظام الدینؒ نے شیخ محمود میں سچی طلب محسوس کر کے ان کی جانب توجہ فرمائی۔ اثنائے گفتگو میں فرمایا "جب میں اپنے مرشد کی خدمت میں رہتا تھا تو اجودھن میں میرے ایک ہم سبق نے میرے پھٹے کپڑے دیکھ کر کہا تمہارا یہ کیا حال ہے؟ اگر تم اس شہر میں لڑکوں ہی کو پڑھایا کرتے تو بھی تمہیں فارغ البالی ہو جاتی۔ میں نے اس کا جواب نہیں دیا اور مرشد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا نظام الدین اگر تمہارا کوئی دوست تمہارا یہ حال دیکھ کر تم سے پوچھے کہ آخر یہ کیا حالت ہے۔ تعلیم دینے سے تم کو فارغ البالی حاصل ہو جاتی اس کو کیوں ترک کر دیا تو اس کا کیا جواب دو گے۔ میں نے عرض کیا جو ارشاد ہو۔ فرمایا یہ شعر جواب میں پڑھ دینا۔

نہ ہمرہی تو مرا راہ خویش گیر و برو ٭ ترا سعادتے باد مرا نگوں ساری۔ اس کے بعد ایک خوان طلب فرمایا اور مجھ سے کہا اس کو سر پر رکھ کر جہاں تمہارا دوست ہے وہاں لے جاؤ۔ میں نے ... کیا۔ دوست نے میرا یہ حال دیکھ کر کہا تمہیں یہ صحبت اور یہ حالت مبارک ہو

کے پاس پہونچے مطالعہ شروع کیا تو ایک دن حالت استغراق میں تھے فرمایا سبحان اللہ شرف الدین منیری نے کفر صد سالہ ہمارا ہتھیلی پر کرکے دکھلا دیا۔ سنا ہے[۵] کہ سید جلال بخاری سے لوگوں نے پوچھا کہ آخر عمر میں کس کام میں آپ مشغول ہیں فرمایا مکتوبات شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری کے دیکھنے میں۔ پھر پوچھا شیخ شرف الدین منیری کے مکتوبات کیسے ہیں۔ فرمایا بعضے محل اب تک سمجھ میں نہیں آیا ہے۔ سنا ہے[۶] کہ ایک دن ڈولہ سوار جاتے تھے ایک شخص آیا اور بولا کہ اپنے اپنے کے کندھے پر سوار ہونا کہاں آیا ہے۔ فرمایا مردہ کون ڈھوتے ہیں۔ پھر اس نے کہا مردہ کو مسلمان

حضرت شیخ محمود نے یہ واقعہ حضرت خواجہ نظام الدین کی زبانی سنا تو دل میں عشق الٰہی کی آگ شعلہ زن ہونے کے ساتھ مرشد کی محبت بھی پیوست ہوگئی اور بیعت کے بعد بڑی دل سوزی سے مرشد کی خدمت شب و روز کرتے رہے۔ حضرت نصیر الدین محمود کو اپنے پیر و مرشد سے جو والہانہ شیفتگی تھی، اس کا ایک واقعہ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت محبوب الٰہی کی خانقاہ میں حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کے ایک مرید خواجہ محمد گازرونی آکر مقیم ہوئے وہ تہجد کی نماز کیلئے اُٹھے تو جماعت خانہ میں کپڑے رکھ کر وضو کرنے گئے، واپس ہوئے تو کپڑے غائب تھے۔ ان کی تلاش میں شور و شغب کرنے لگے۔ حضرت شیخ نصیر الدین خانقاہ کے ایک گوشہ میں عبادت میں مشغول تھے۔ خیال ہوا کہ اس شور و شغب سے مرشد کی عبادت میں خلل پڑے گا اس لئے خواجہ گازرونی کے پاس پہونچے اور اپنے کپڑے اُتار کر اُن کو دیدئے۔ صبح کو جب یہ واقعہ حضرت محبوب الٰہی کو معلوم ہوا تو حضرت نصیر الدین کو بالاخانہ پر طلب فرما کر اپنی خاص پوشاک عطا کی اور ان کے لئے دعائے خیر کی۔

ایک روز حضرت نصیر الدین "بعد نماز ظہر جماعت خانہ سے آکر اپنے حجرہ خاص میں مراقبہ میں مشغول تھے کہ ایک قلندر مسمی تراب وہاں پہونچا اور چھری سے پے در پے حملے کئے۔ خون حجرے کے باہر بہنے لگا لیکن حضرت کے استغراق میں فرق نہ آیا۔ خون دیکھ کر مریدین حجرے میں گئے اور قلندر کو سزا دینی چاہی لیکن حضرت نصیر الدین نے روکا اور اپنے مریدین خاص عبد المقتدر شیخ صدر الدین طبیب اور شیخ زین الدین علی کو پاس بلا کر قسم دی کہ کوئی شخص قلندر کو ایذا نہ پہنچائے۔ پھر قلندر سے معذرت کی کہ اگر چھریاں مارتے وقت تمہارے ہاتھ کو تکلیف پہنچی ہو تو معاف کرنا اور بیس تنکہ زر دیکر اس کو رخصت کیا۔ اس قاتلانہ حملہ کے بعد تین سال تک مزید خلق اللہ کے رشد و ہدایت میں مشغول رہے۔ ۱۸ رمضان المبارک شب جمعہ ۷۵۷ھ میں رحلت فرمائی۔ اور دہلی میں مدفون ہوئے۔ آپ کی قبر مبارک مرجع خلائق ہے۔ آپ کے بعد آپ کی مسند سجادگی پر میر سید محمد گیسو دراز گلبرگہ شریف جلوت نشین ہوئے۔ آپ کے علاوہ سید محمد بن جعفر المکی۔ شیخ احمد تھانیسری اور شیخ یوسف حسینی وغیرہ مشہور خلفا تھے۔ حضرت نصیر الدین چراغ دہلی کے ملفوظات کے دو مجموعے مشہور ہوئے۔

۱۔ خیر المجالس مرتبہ مولانا حمید قلندر شاعر۔ ۲۔ مفتاح العاشقین مرتبہ مولانا محب اللہ۔ (سیر الاولیا، سیر العارفین بحوالہ بزم صوفیا سفینۃ الاولیا ص۹۵)

۵؎ مناقب الاصفیا ص۱۵۴

۶؎ مناقب الاصفیا ص۱۵۴

ڈھوتے ہیں نہ کافر، فرمایا نفس کافر کو کافر ڈھوتے ہیں۔ سنا ہے[1] کہ جب سید جلال بخاری شہر دہلی میں آئے رخ بہار کی طرف کرتے اور سینہ ملتے اور فرماتے کہ عشق کی بو بہار کی طرف سے آتی ہے سنا ہے[2] کہ روزہ نفل کی حالت میں وقت افطار کے قریب اگر آپ کے حضور میں کوئی کھانے کی چیزیں لاتا اور کھانے کی درخواست کرتا تھا فوراً کھا لیتے تھے اور فرماتے تھے روزہ نفل قضا کر سکتے ہیں لیکن شکستگی دل کی قضا نہیں ہے۔ سنا ہے[3] کہ شیخ مظفر سے کہ فرمایا۔ ایک دن میں نے آپ سے پوچھا کہ کیا حکمت ہے کہ اگلے درویش کافروں کو اسلام پیش کرتے تھے اور اسی وقت خدا تک پہنچاتے اور اس زمانہ کے درویش مریدوں کو مجاہدہ فرماتے ہیں۔ فرمایا کافر جو اُن کے زمانہ میں ایمان لاتے تھے استعداد کامل رکھتے تھے لیکن اس زمانہ کے مرید چنداں استعداد نہیں رکھتے بضرورت پیران کو مجاہدہ فرماتے ہیں۔ سنا ہے[4] کہ ایک شخص آگے گیا امامت کی نماز کے بعد لوگوں نے آپ کو یہ بات پہونچائی کہ یہ مرد شراب خوار ہے فرمایا ہر وقت نہیں پیتا ہے۔ لوگوں نے کہا ہر وقت پیتا ہے فرمایا ماہ رمضان میں نہیں پیتا ہے۔ ف سبحان اللہ کیا پردہ پوشی اور کیا شان ستاری ہے اور کیا خوب حُسن ظن ہے۔ دوسرے پر آپ کا قول ہے کہ اگر کسی مسلمان میں کفر کی ننانوے دلیل اور ایک ایمان کی دلیل پاوے تو اس ایک دلیل کو ترجیح دے۔ یہ دوسرے کے حق میں ہے اور اگر اپنے میں ننانوے دلیل ایمان کی پاوے اور ایک دلیل کفر کی تو اُس ایک دلیل کو ترجیح دے اور ترساں اور لرزاں رہے اور اس کے ازالہ کی فکر کرے انتہی سنا ہے کہ حضرت زین بدر عربی[5] سے کہا کہ میں ایام شباب میں شراب پی کر ماں کے پاس گیا اور کچھ نقد اُن سے مانگا۔ بولیں اے فرزند اگر تم نے کچھ دیا ہو تو مانگو۔ شرمندہ ہوا وہاں سے باہر آیا آپ کا قصد کیا۔ سر خانقاہ میں

---

[1] مناقب الاصفیا ص۱۵۴ [2] مناقب الاصفیا ص۱۵۴ [3] مناقب الاصفیا

[4] مناقب الاصفیا ص۱۵۵

[5] حضرت زین بدر عربیؒ کا سلسلہ نسب حضرت امام حسنؓ سے ملتا ہے۔ آپ مخدوم جہاں کے خادم خاص اور شیدائی تھے۔ مخدوم جہاں کے ملفوظات پاک کے آپ جامع ہیں۔ آپکا مزار مبارک مخدوم جہاںؒ کے حلقہ میں آپ کے پائیں ہے۔

لایا۔ آپ کو قبلہ رخ بر سر مصلیٰ بیٹھا دیکھا۔ رخ میری طرف کیا اور فرمایا۔ قریب آؤ قریب گیا۔ جا نماز کا کونہ اُٹھایا اور فرمایا دو مٹھی سے زیادہ نہ اٹھائیو۔ میں نے نگاہ کی۔ جا نماز کے نیچے مالوں کا دریا دیکھا ہاتھ بڑھایا اور دو مٹھی اُٹھالیا اور باہر آیا اور ماں کے پاس آیا جو ہیں ماں کی نظر مجھ پر پڑی ڈانٹا اور بولیں اے فرزند ایسے بادشاہ سے تم نے دشمنِ خدا کی درخواست کی۔ وہاں سے باہر آیا۔ اُس سب کو چھٹی کیا اور اپنا منھ کالا کیا اور آپ کے پاس پھر آیا۔ دوبارہ توبہ کی۔ فرمایا اچھا کیا جو کچھ باقی تھا اُس کو بھی لیا۔ سنا[1] ہے کہ ایک دن آپ کو ایک حالت پیدا ہوئی کوہ راجگیر کا قصد کیا۔ ایک شخص نے خبر پائی آپ کے پیچھے جاتا تھا جنگل کے قریب پہونچا۔ دو شیروں نے استقبال کیا جب آپ کے پاس پہونچے سر قدم پر جھکایا آپ شیروں پر ملتفت نہ ہوئے پہاڑ پر چڑھ گئے۔ وہ شخص جو آپ کے پیچھے جاتا تھا شیروں کے خوف سے آگے بڑھ نہ سکا، تھوڑی دیر کے بعد روانہ ہوا جب ان شیروں کے قریب پہنچا اور کہا قسم ہے حرمتِ شیخ شرف کی جو اس راہ میں گئے ہیں راہ دو۔ شیر الگ ہو گئے وہ شخص پیچھے جاتا تھا یہاں تک کہ پہاڑ پر چڑھ آیا۔ مخدوم جہاں نے اپنے پیچھے نظر کی۔ اُس شخص کو دیکھا فرمایا ان کتوں سے تم کیونکر گذرے۔ اس نے کہا میں نے مخدوم کی سوگند دی چلے گئے اور مجھ کو رستہ دیا۔ فرمایا میں کون ہوں کہ میری سوگند سے چلے جائیں۔ لاٹھی کے خوف سے جو تمہارے ہاتھ میں ہے بھاگے ہوں گے۔ اس کے بعد فرمایا۔ اے درویش ہم کو ایک دوست کی زیارت مطلوب ہے تم یہاں رہو جب تک میں پھر آؤں۔ اس کو ایک پتھر پر بیٹھلایا اور آیۃ الکرسی پڑھی اور اُس پر دم کیا اور عالم طیر سے ہوا میں ہوئے یعنی اوپر کو اوڑے۔ جب تین تہائی رات گذری عالم طیر سے اُترے صبح ہوئی فجر کی سنت ادا کی اور ایک گروہ مردانِ غیب آئے آپ آگے گئے امامت کی جب نماز صبح ادا کی ہر ایک نے ہاتھ چوما اور چلے گئے۔ سنا[2] ہے کہ ایک سیاح مکہ مبارک سے آیا ایک تسبیح لایا کہا میں نے شب جمعہ کو مکہ مبارک میں یہ تسبیح پائی۔ حاضرین سے پوچھا کہ یہ کس کی ملک ہے بولے کہ یہ تسبیح شیخ شرف الدین منیریؒ کی ہے کہ بہار میں رہتے ہیں۔ ہر شب جمعہ میں یہاں حاضر ہوتے

---

[1] مناقب الاصفیا ص ۱۵۵ [2] مناقب الاصفیا ص ۱۵۶ (الف)

ہیں۔ میں نے اس تسبیح کو اٹھالیا کہ تمہارے پاس پہونچا دوں۔ سنا[۱] ہے کہ ایک بار ماہ رمضان میں کسی گاؤں میں نماز عشا اور تراویح ادا کرنے کو حاضر ہوئے تھے۔ رات کو وہیں رہے اُس دیہہ کا مالک اپنے ساتھ لے گیا تو افطار کرا دے اس کی محافظت خاطر کے لئے ساتھ گئے کھانا پیش کیا آپ نے اُس کے ساتھ موافقت فرمائی۔ اس کے نفروں نے دیکھا بولے ہمارے آقا کو شرم نہیں آتی کہ ایسے ناکس کے ساتھ کھانا کھاتا ہے فرمایا اُس رات میرا وقت خوش ہوا۔ ترجمہ **مناقب الاصفیا** تمام ہوا۔ یہاں سے آپ کے مناقب اور کتابوں سے ترجمہ کرتا ہوں مگر جو حال مکرر ہے وہ بطور تلخیص لکھا جاتا ہے۔

حضرت مخدوم جہاں اور نیز حضرت شیخ حسین معز بلخی کے ملفوظ میں ہے کہ یاران شیخ نظام الدین نے حضرت مخدوم جہاں کے حضور میں عرض کیا کہ حضرت شیخ نظام الدینؒ کے ملفوظ میں آیا ہے کہ پیغامبر علیہ السلام اپنی انگوٹھی کو کہ انگشت مبارک میں تھی پھرا رہے تھے تو اس مشغولی میں خدائے تعالیٰ سے غافل ہو گئے فرمان حق پہونچا اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا الخ حضرت مخدوم جہاںؒ نے فرمایا کہ ایسے بزرگوار سے اس طرح پر نہ ہو گا کاتب کی غلطی ہوگی۔ پیغامبروں سے غفلت جائز نہیں یہ لوگ پلک جھپکنے بھر خدائے تعالیٰ سے غافل نہیں ہوتے وہ لوگ اس ملفوظ کو لے آئے۔ حضرت شیخ نے فرمایا سہو کاتب ہے اس کو درست کر ڈالو۔ ان لوگوں نے کہا میری طاقت نہیں آپ ہی اپنے ہاتھ سے درست کیجئے۔ حضرت شیخ نے اپنے ہاتھ سے اس کو حک فرمایا اور درست کیا۔ گنج لایخفی[۲] ملفوظ شیخ حسین معز بلخی میں ہے کہ مولانا نظام مولی

---

[۱] مناقب الاصفیا صفحہ ۱۵۶۔ [۲] گنج لایخفی حضرت شیخ حسین معز نوشہ توحید بلخیؒ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔ فارسی زبان میں ہے اس کے جامع مولانا نعمت اللہ ہیں جو حضرت مخدوم حسین نوشہ توحید بلخیؒ کے مرید و خادم خاص تھے آپ کے پاس خلوت و جلوت میں حاضر رہتے جیسا کہ مونس القلوب مجلس چہاردہم میں ہے گنج لایخفی کو آپ نے ۸۳۳ھ میں مرتب کر لیا تھا۔ اس میں ستتاون[۵۷] مجالس ہیں۔ اس تصنیف میں شرح تعریف۔ تذکرۃ الاولیا۔ کتاب التہذیب۔ تفسیر لطائف۔ ہدایت الہدایت ورادِ شیخ الشیوخ۔ کیمیائے سعادت۔ حضرات خمس۔ تفسیر مدارک اور بحر المعانی کے حوالجات ہیں۔ گنج لایخفی کا حوالہ مناقب الاصفیا میں حضرت مخدوم شعیبؒ نے جا بجا دئے ہیں۔ جس سے اس کی افادی حیثیت ظاہر ہوتی ہے۔ اس میں فردوسی بزرگوں کا تذکرہ اور تعلیم اور تبلیغ پر روشنی ہے یہ خانوادۂ فردوسیہ کا قدیم اور مستند ماخذ ہے۔ یہ ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔ اس کا

بہار میں تھے۔ خدمت شیخ نظام الدینؒ نے ان کو خلافت دی تھی۔ حکم بجالانے کی نظر سے ایک شخص کو طاقیہ دی دوسرے کو نہ دی۔ کہتے تھے میں کس لائق ہوں کہ سجادہ پر بیٹھوں اور مرید کروں یہ اور لوگوں کا کام ہے اور یہ نظام مولی حضرت شیخ کے یار تھے آپ کی تلاش میں نکلتے اور پہاڑوں اور جن مقاموں میں کہ حضرت شیخ مشغول رہتے تھے آپ کو ڈھونڈھ نکالتے اور بعضے یاران شیخ نظام الدین بھی اوس وقت میں بہار میں تھے۔ مولانا نظام مولی کے ساتھ ہو جاتے۔ آخر کار ان لوگوں نے حضرت شیخ سے سجادہ پر بیٹھنے کے لئے التماس کیا۔ اُس کے انجام کے بعد یعنی جب آپ سجادہ پر بیٹھے اور لوگ مرید ہونے لگے اور تعظیم اور قدمبوسی کرنے لگے۔ حضرت شیخ روئے مبارک یاران شیخ نظام الدین اور نظام مولی کی طرف لائے اور فرمایا اے یارو تمہاری مجالست مجھ کو اس حد پر لائی کہ اس بتخانہ میں بٹھلایا اور جب تک پائے مبارک میں قوت رہی ایک دو مہینہ باہر رہتے تھے جب قوت نہ رہی گھر میں رہنے لگے۔ شیخ حمید الدینؒ حضرت شیخ سے محبت رکھتے تھے خلوتوں میں ساتھ رہتے تھے ایک بار آدھی رات کو آئے۔ شب ماہ تھی۔ حضرت شیخ باہر آئے۔ صحن میں دیوار کے سایہ میں بیٹھے۔ شیخ حمید الدینؒ بھی ایک ساعت بیٹھے رہے بولے اگر یہ چبوترہ کچھ بڑھے صحن مصفا نظر آئے۔ حضرت شیخ اٹھ کھڑے ہوئے فرمایا میں نے جانا اس اندھیری رات کو امور دینی میں کچھ مشکل پیش آئی ہے اون مشکلات کے حل کے لئے آئے ہیں کہتے ہیں چبوترہ بڑھاؤ یہ نہیں کہتے کہ اس بتخانہ کو اینٹ اینٹ کر ڈالو اور ویران کردو" مونس[۵] القلوب ملفوظ شیخ احمد بن حسن بن حسین معز بلخی"

دو قلمی نسخہ کتبخانہ فردوسیہ بلخیہ فتوحہ پٹنہ میں ہے۔ قدیم نسخہ ۱۱۸۲ھ کا ہے جس کے کاتب محمد یوسف فریدی ہیں اور اس پر غلام یحیی بہاریؒ کا حاشیہ ہے اور دوسرا نسخہ جدی حضرت سید شاہ یعقوب بلخی فردوسیؒ نے نقل کیا ہے جو ایک سو تراسی[۱۸۳] صفحات پر مشتمل ہے اور ۱۳۲۱ھ کا مکتوبہ ہے۔ گنج لایخفی کا نسخہ موجودہ تحقیق کی بنا پر صرف کتبخانہ بلخیہ فتوحہ پٹنہ میں ہے۔ اس پر ایک تحقیقی مضمون عم محترم حضرت الحاج مولانا حکیم سید شاہ تقی حسن بلخی دام فیوضہ سجادہ نشین خانقاہ فردوسیہ بلخیہ کا المجیب پھلواری شریف ماہ شعبان ۱۳۸۳ھ میں شایع ہو چکا ہے۔

[۵] مونس القلوب حضرت مخدوم احمد لنگر دریا بلخی کے ملفوظات کا مجموعہ ہے فارسی زبان میں ہے۔ اس میں نَوّے مجالس ہیں اور اس میں مخدوم جہاں سے لیکر حضرت احمد لنگر دریا بلخیؒ تک کے حالات ہیں۔ یہ سلسلہ فردوسیہ کی معلومات کیلئے بہت اہم ہے۔ بہار کے بزرگان کا ذکر جابجا ملتا ہے۔ اس کے جامع قاضی سید بن خطاب بہاریؒ ہیں۔ زیر مطالعہ نسخہ کتبخانہ بلخیہ فردوسیہ فتوحہ پٹنہ کی زینت ہے سن کتابت

میں ہے کہ جناب سید کبیر حضرت سید جلال الدین بخاریؒ کے نواسے حاضر تھے۔ حضرت خوند گار عظمہ اللہ یعنی شیخ احمد بن حسن بلخیؒ نے فرمایا کہ حضرت مخدوم جہاں نے ایک جوڑا کفش حضرت امیر سید جلال الدین بخاری کو بھیجا اور انھوں نے دستار مخدوم جہاں کے پاس بھیجی۔ ان کے مریدوں نے پوچھا تو فرمایا کہ انھوں نے کفش بھیجی اس مطلب سے کہ ہم آپ کے خاکِ پا ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ انھوں نے اس طرح پر نوازش کی اور تواضع اور انکسار کیا ہم نے پگڑی بھیجی۔ اس مطلب سے کہ آپ ہمارے سر تاج ہیں۔ جناب سید کبیرؒ مذکور نے عرض کیا کہ ان دونوں کے درمیان دل سے دل میں کچھ بات تھی۔ طائروں کی زبان طائر ہی جانیں۔ **بیت۔**

درکار ہے صحبتِ سلیمان ‏ ‏ ‏ ‏ چاہے جو کوئی زبانِ مرغان

پھر فرمایا ایک دن حضرت مخدوم جہاں دونوں ہاتھوں کو پشت مبارک پر باندھے ہوئے صحن خانہ میں ٹہلتے تھے اور نہایت متعلق تھے یہاں تک کہ چہرۂ مبارک متغیر ہو گیا تھا ایک ساعت کے بعد پانی مانگا اور وضو کیا اور دوگانہ ادا کی اور فرمایا الحمد للہ ایک قطب خاندان حضرت رسالتؐ سے آئے اور شرف الدین نے ان کے طفیل سے رہائی پائی۔ ف اس وقت کے قطب نے انتقال کیا تھا اور حضرت مخدوم جہاں علیہ الرحمہ کو تشویش تھی کہ قطبیت مجھ کو نہ ہو جائے سو وہ قطبیت حضرت سید جلال بخاریؒ کو ہوئی۔ مخدوم جہانیاں[۵] جہاں گشت آپ ہی ہیں انتہیٰ۔

سنہ ۱۲۴۱ فصلی ہے اور پانچ سو چودہ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے کاتب الٰہی بخش انصاری ہیں بحکم سید شاہ مخدوم بخش بلخی ابن غلام مظفر بلخی عدل پور متصل مظفرپور یہ کتاب نقل کی گئی ہے۔

[۵] گنج ارشدی ص ۱۱۵۸ میں تحریر ہے کہ ”مرتب احقر از بعضے ثقہ وجہ لقب آنحضرت بمخدوم جہاں چنیں استماع یافتہ چوں از مخدوم جہانیاں حضرت میر سید جلال بخاری ملاقات گشت حضرت مخدوم جہانیاں آں طرف مخدوم جہاں دیدہ فرمودند کہ شما مخدوم جہانید و حضرت مخدوم جہاں فرمودند کہ حضرت مخدوم جہانیاں اند“
تذکرۃ الکرام مصنفہ نعمت اللہ قادری ص ۲۱ میں ہے کہ ”چنانکہ مخدوم جہانیاں از مخدوم الملک گفتہ بودند شما مخدوم جہانید۔ مخدوم بجوابش گفتند شما مخدوم جہانیاں اند و پیش ازیں گفتگو کسے بایں خطاب ہر دو ولی آگاہ نبود از آں روز اشتہار یافت“

ایضاً ایک جوگی نے ایک جوز اکسیر سے بھرا ہوا آپ کے حضور میں پیش کیا جب وہ پھر گیا آپ نے ایک حجام کو کہ سامنے کھڑا تھا فرمایا کہ اوس کو لے جا فلاں کنوئیں ڈال دے۔ اس حجام نے اوس کو لیجاکر بے تامل کنوئیں میں ڈال دیا۔ آپ کے انتقال کے بعد جب کچھ مدت گذر گئی حجام مذکور کے جی میں آیا کیا کیا میں نے کہ ایسی ویسی کیمیا کو ضایع کیا اگر رکھ لیتا تو میرے فرزندوں کو قیامت تک کافی ہوتا ف یہ آپ کے یمن و برکت اور سایہ ولایت کا اثر تھا کہ اوس وقت اوس کے دل میں طمع کا خطرہ نہ آیا تھا ایضاً[۵] حضرت خواندگار رعظمہ اللہ نے فرمایا سبحان اللہ زہے حوصلہ حضرت مخدوم جہاں قدس اللہ سرہ العزیز حال و مقام جو حضرت کو تھا معلوم ہے لیکن کسی وقت سر سوزن ظاہر نہیں کیا۔ زہے قوت و زہے مقام تمکین کہ حضرت کو حاصل ہوا تھا اور وہ جو ایک بار گرمی وقت میں ایک بات فرمائی تھی اوس کے واسطے کس قدر عذر کیا وہ واقعہ ایسا تھا کہ ایک دن حضرت مخدوم کو حال تھا جب ایسا وقت ہوتا دروازہ بند رکھتے تھے وہاں کوئی نہ جاتا تھا۔ ناگاہ اوس وقت قاضی شمس الدین دمشقی آئے شیخ چولھائی دروازہ پہ تھے اون کو منع نہ کر سکے۔ قاضی صاحب اندر گئے شاید کہ حضرت مخدوم نے اون کی تعظیم جس طرح کہ عادت تھی نہ کی۔ قاضی صاحب نے سوال کیا شیخی کیا ہے۔ حضرت مخدوم نے فرمایا صوفی وہ ہے کہ ننانوے صفات باری عز اسمہ سے موصوف ہو شیخی بالاتر اوس سے ہے۔ قاضی صاحب فوراً پھر آئے۔ جب آپ ہوش میں آئے فرمایا۔ چولھائی یہاں کوئی آیا تھا۔ چولھائی نے عرض کیا قاضی شمس الدین آئے تھے۔ فرمایا پھر میرے منھ سے کوئی بات نکلی تھی۔ عرض کیا آپ نے یہ بات فرمائی کہ صوفی وہ ہے الی آخرہ۔ اسی وقت آپ نے ڈولہ طلب کیا سوار ہو کر قاضی صاحب کے پاس گئے اور فرمایا اس ایام میں مجھ کو غلبہ پیری ہے کبھی کبھی بطریق باد کے زحمت ہو جاتی ہے اوس وقت میں نہیں جانتا کہ میری زبان سے کیا نکلتا ہے۔ اگر آپ کے حضور میں اس طرح کی باتیں کچھ بول گیا ہوں تو معاف کیجیے میں اوس سے استغفار کرتا ہوں اور از سر نو ایمان لاتا ہوں۔

---

[۵] مونس القلوب قلمی مجلس پنجاہم ص ۲۵۱ حضرت خواندگار سے حضرت احمد لنگر دریا بلخی مراد ہیں۔

اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ۔ معذرت کی اور پلٹ آئے ف یہ قصہ مناقب الاصفیا سے لکھا جا چکا ہے چونکہ اس میں تصریح تھی اس واسطے پھر لکھا گیا اور شیخ چوٹھائی[1] رحمۃ اللہ علیہ کے مسلمان ہونے کا قصہ یہ ہے کہ جس زمانہ میں آپ جنگل بہیا میں تھے ایک دن چوٹھائی کہ گاؤبان تھے یعنی گوالے گائیں چرا رہے تھے آپ نے فرمایا کہ اس گاؤ سے تھوڑا دودھ ہم کو دوہ دو۔ چوٹھائی نے کہا یہ گوسالہ ہے ابھی اس نے بچہ نہیں دیا ہے۔ آپ نے فرمایا دوہو تو۔ چوٹھائی نے کہا ابھی نر سے جفت بھی نہیں ہوئی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا دوہ کر دیکھو۔ بہت اصرار سے چوٹھائی غصہ میں آ کر دوہنے لگے تو اتنا دودھ ہوا کہ برتن بھر گیا پھر تو بے دام ودرم غلام ہو گئے۔ کہنے لگے کہ اب ہم یہ قدم کہاں چھوڑیں گے۔ گائیں وہیں چھوڑا اور گھر بار سب کو ترک کر کے ذاکر وشاغل ہوئے اور کامل وواصل ہوئے۔ فقیر راقم کہتا ہے کہ ہم لوگوں نے وہ گائیں دیکھی تھیں ہرنوں کی طرح جنگل بہیا میں چھٹی ہوئی رہتی تھیں اور آدمیوں کو دیکھ کر بھاگتی تھیں۔ راجہ کی طرف سے مناہی تھی کہ کوئی شخص اون کو صید وقید نہ کر سکتا تھا۔ زمانہ خلفشار میں جنگل کٹوا دیا گیا اب نظر نہیں آتیں۔ ایضاً[2] آپ ترک راجگیر کے ارادہ سے سلطان فیروز کے ہاں چلے اثنائے راہ میں قاضی اشرف الدین سے ملاقات ہوئی پوچھا کہاں جاتے ہیں۔ فرمایا ایک غرض کے لئے جاتا ہوں قاضی صاحب نے کہا کہ کس غرض کیلئے فرمایا دل میں آیا ہے کہ راجگیر کو ترک کر دوں۔ اس لئے دہلی جاتا ہوں بادشاہ کے پاس کہ سند دوں کو واپس کر دوں۔ قاضی اشرف الدین نے کہا اگر آپ راجگیر کو ترک کر دیں تو ہمارے زمانہ کے جنید ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی ایک دیہہ کے ترک کرنے سے جنید زمانہ ہو جائے تو پھر کیا چاہیئے۔ الغرض جب سلطان کے نزدیک پہونچے بعضے ہم نشینوں نے بادشاہ سے کہا زہے حرص

---

[1] شیخ چوٹھائی کے متعلق کچھ وضاحت گنج ارشدی حصہ چہارم ص۱۱ میں اس طرح تحریر ہے کہ "قمر شاہ چلہائی خادم خاص مخدوم جہاں بودند۔ وجہ ارادت ایشاں راچنیں گویند کہ در موضع بدمرہ قریب موضع کاکوچلہ مخدوم جہاں است چلہائی ساکن آں موضع وقوم اہیر بود۔۔۔۔۔۔۔ چلہائی ہماں وقت مرید شد"

[2] مونس القلوب مجلس پنجاہ ودیم ص۲۶۱

شیخ کہ راجگیر کے سے پرگنہ پر استقامت اور صبر نہیں کرتے کہ پھر بارگاہ میں آئے ہیں۔ سلطان فیروز نے کہا اگر شیخ اس بار تمام اقطاع بہار مانگیں گے دوں گا۔ سب شرمندہ ہوئے پھر جب آپ بادشاہ کے دروازہ پر پہونچے بادشاہ نے استقبال کیا بہ تعظیم وتکریم تمام اندر لے گیا۔ عرض کیا کہ حضرت مخدوم نے کیونکر قدم سعادت بندہ کے سر پر نزول فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا ایک غرض کیلئے آیا ہوں اگر عہد کیجئے کہ میری بات رکھ لیجئے گا اور قبول کیجئے تو عرض کروں۔ سلطان نے عہد کیا کہ جو کچھ فرمائیے گا جی سے اطاعت کروں گا۔ اوس کے بعد آپ نے سندوں کو آستین مبارک سے نکالا اور بادشاہ کے ہاتھ میں دیا۔ فرمایا کہ خدا کے واسطے لے لیجئے کہ یہ میرے کام نہیں آتا سلطان اور اوس کے ہم نشیں سب حیران رہ گئے اور اس سبب سے کہ پہلے ہی عہد واثق ہو چکا تھا کچھ کہہ نہ سکا پھر التماس کیا کہ حضرت مخدوم نے جب ایسا کیا تو کچھ خرچ نقد مجھ سے قبول فرمائیے۔ پھر بادشاہ نے روپے پیش کئے۔ آپ نے بادشاہ کے حضور میں قبول کیا۔ جب بادشاہ کے دروازہ سے آگے بڑھے سب فقیروں کو دیا اور روانہ ہوئے۔ **ایضاً**[1] آپ پڑھنے کو مخدوم علامہ شرف الدین توامہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ گئے اور علوم دینیہ کل حاصل کیا مولانا نے فرمایا میرے پاس کتنے علم نادر اور بھی ہیں وہ بھی حاصل کر لو جیسا کہ علم کیمیا وسیمیا وہیمیا اور علم تسخیر وغیرہ۔ آپ نے فرمایا میں نے علم فقہ اور اصول فقہ وغیرہ جو حاصل کیا اوسی کے سبب سے اپنے اوپر ندامت کر رہا ہوں کہ کیوں اتنا وقت اس میں صرف کیا اور اپنے پروردگار کی عبادت نہ کی۔ اب مجھ کو اور علموں کی حاجت نہیں۔ جب مخدوم مولانا شرف الدین علیہ الرحمۃ نے یہ باتیں سنیں اور یہ ہمت دیکھی سات بار آپ کے گرد پھرے اور بولے ایسی ہمت کے قربان۔ **ایضاً**[2] حضرت مخدوم شیخ مظفر مرحوم نے آپ سے پوچھا کہ ایام شروع مجاہدہ میں کسی وقت آپ کو ذوق بھی تھا۔ فرمایا کہ جس وقت میں کوہ راجگیر میں تھا مخمصہ ہوا یعنی حالت اضطرار میں کسی مباح چیز کی تلاش میں چلا۔ دامن کوہ میں ایک مرد کو دیکھا کہ کھانا کھا رہا ہے اور اوس کے ملازم دوہرا مورچھل ہلا رہے ہیں میں اوس کے نزدیک گیا

---

[1] مونس القلوب مجلس ہفتاد و یکم صفحہ ۳۶۔ [2] مونس القلوب قلمی مجلس پنجاہ و پنجم صفحہ ۲۸۴

التوفیق شئٌ عزیز یعنی توفیق عمدہ چیز ہے۔ اوس مرد نے کہا آؤ کھانا کھاؤ۔ میں گیا اور بقدر حاجت لقمہ اٹھاتا تھا اوس کے لوگوں نے جب اس طرح پر دیکھا آئے اور خواجہ کو جھڑکا کہ اے خواجہ تم کو شرم نہیں کہ ایسے شخص کے ساتھ کھانا کھا رہے ہو مجھ کو اس بات نے مزہ دیا اور پہاڑ پر چڑھ گیا۔ تین دنوں تک اوسی خوشی میں پہاڑ پر تواجد میں رہا۔ ایضاً[۱] ایکدن مخدوم مولانا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ منبر پر تذکیر بیان کر رہے تھے ناگاہ یہ دو بیتیں پڑھیں ؎

اے[۲] قوم بہ حج رفتہ کجائید کجائید   معشوق ہمیں جاست بیائید بیائید

آنانکہ طلبگار خدائید خدائید   حاجت بہ طلب نیست شمائید شمائید

آپ کا وقت خوش ہوا اتنا سر مبارک ستون پر مارا کہ سر مبارک مجروح ہوا۔ جب دوسرے دن مولانا نظام الدین مرحوم حسب معمول پائے بوسی کے لئے آئے۔ آپ نے فرمایا مولانا آپ نے اپنی طرف سے قصور نہ کیا تھا لیکن ادبار جو ہم کو ہے وہ کب چھوڑتا ہے۔ ایضاً[۳] حضرت خواندگار عظمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک بزرگ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ جب تک کسی میں رطوبت بشریت باقی ہے وصول بحق نہیں ہے۔ استاد علامہ[۴] نے عرض کیا کہ لفظ رطوبت آیا ہے۔ فرمایا ہاں اور ٹھیک ہے۔ ظاہر ہے کہ جب کوئی ترک طعام و آب کرتا ہے اوس کا معدہ صاف ہوتا ہے اور رطوبت زائل ہوتی ہے۔ اوس بارگاہ کے لائق ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک بزرگ تھے کہ چالیس دن کے بعد افطار کرتے تھے اور حضرت عبداللہ[۵] خفیف شیرازیؒ ہمیشہ سات دانہ

---

[۱] مونس القلوب قلمی پنجاہ و دوم ص۲۶۷۔ [۲] یہ دونوں بیتیں حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ کی ہیں۔ [۳] مونس القلوب مجلس دوازدہم ص۱۰۹۔ [۴] استاد علامہ سے مراد شیخ علامہ لاڈ صوفی ہیں جیسا کہ مونس القلوب میں ہے۔ [۵] نفحات الانس ص میں ہے کہ حضرت ابو عبداللہ بن خفیف شیرازیؒ کا نام محمد بن خفیف بن اسفکشار ضبی ہے۔ شیراز کے رہنے والے ان کی ماں نیشاپوری ہیں۔ اپنے وقت کے شیخ المشائخ اور شیخ الاسلام کہے جاتے تھے۔ خواجہ محمد رویمؒ کے مرید اور کتانی یوسف بن حسین رازی حسین مالکی اور حسین دراج کے ہم صحبت ہیں۔ شافعی المذہب ہیں سن وفات ۳۳۱ھ ہے۔

سفینۃ الاولیاء ص میں تحریر ہے کہ علم تصوف میں آپ کی بہت تصانیف ہیں۔ طریقۂ خفیفیہ آپ ہی کی طرف منسوب ہے۔ آپ کے مذہب کا طریق حضور و غیبت تھا۔

روایت ہے کہ شیخ ابو عبداللہ خفیف نے فرمایا کہ میں نے ابتدا میں چاہا کہ حج کو جاؤں ایک جنگل میں پہنچا ڈول اور رسی

مویز منقیٰ سے افطار فرماتے تھے۔ ایک خادم نے دو دانہ منقیٰ زیادہ دئے تھے آپ کو رات بھر عبادت میں حلاوت نہ ملی صبح کو اوس کو اپنی خدمت سے علٰحدہ کر دیا پھر حضرت خواندگار نے فرمایا ایک دن حجام حضرت مخدوم جہاں قدس اللہ سرہ العزیز کا سر مونڈتا تھا۔ کہیں سر مبارک استرہ سے مجروح ہو گیا۔ تھوڑا سا آب رقیق نکلا۔ حجام نے کپڑے میں اوٹھا لیا۔ فرمایا خون ہے یا کیا ہے۔ حجام نے کہا تھوڑا پتلا سا پانی نظر آتا ہے۔ فرمایا سبحان اللہ شرف الدین کے بدن میں ہنوز تری باقی ہے اوس کے بعد حضرت خواندگار عظمہ اللہ نے فرمایا کہ آپکو چالیس برس تک پیشاب و پیخانہ نہ ہوا تھا۔ یہ بات اسی سے ہے کہ رطوبت بشریت آپ سے زائل ہو گئی تھی۔ قطعہ[۱]

زندہ بحق و جلوۂ حق است غذایش　　روح ست سراپا تن زار شرف الدین

از قیمت کونین فزوں یافت شہ عشق　　چوں زد بمحک نقد عیار شرف الدین

ساتھ بھی پیاس کا غلبہ تھا۔ ایک کوئیں پر پہنچا ایک ہرن کو پانی پیتے دیکھا جب میں کوئیں پر پہنچا پانی گہرائی میں چلا گیا۔ میں نے کہا خدایا عبداللہ کا درجہ اس ہرن سے بھی کمتر ہے۔ آواز آئی کہ اس ہرن کے پاس ڈول اور رسی نہیں صرف اس کا ہمارے اوپر بھروسہ تھا اور تیرا ڈول اور رسی پر۔ یہ سن کر میں خوش ہوا اور اسی وقت رسی اور ڈول کو پھینک دیا۔ پھر آواز سنی کہ ہم نے تمھیں آزمایا تھا اب تم رجوع ہو گئے تو میں بھی رجوع ہو گیا۔ اتنے میں دیکھا کہ پانی کوئیں کے کنارے پر تھا خوب سیر ہو کر پیا اور وضو بھی کیا۔ ایک مرتبہ کسی نے کہا کہ مصر میں ایک جوان اور ایک بوڑھا ہمہ وقت مراقبہ میں رہتے ہیں میں وہاں گیا تو دیکھا کہ دونوں قبلہ رو بیٹھے ہیں تین مرتبہ سلام کیا جواب نہیں دیا۔ پھر میں نے خدا کی قسم دیکر سلام کیا تو اس جوان نے سر اٹھایا اور کہا اے ابن خفیف! دنیا تھوڑی ہے اور اس تھوڑے کا بھی تھوڑا باقی رہ گیا ہے۔ اس تھوڑے سے بہت کچھ حاصل کر۔ اے ابن خفیف! فارغ کون ہے جو تو سلام کرنے میں ہم کو مشغول کرتا ہے یہ کہا اور سر نیچا کر لیا میں بھوکا اور پیاسا تھا اس وقت بھوک اور پیاس سب کو بھول گیا اور ان کے اس قول کا قلب پر بڑا اثر پڑا کچھ دیر ٹھہرا اور نماز ظہر اور عصر ان کے ساتھ پڑھی۔ پھر میں نے درخواست کی کہ کچھ اور نصیحت فرمائیے۔ فرمایا کہ اے ابن خفیف! ہماری زبان سے نصیحت نہیں ہوتی۔ کسی اور کو چاہیے کہ مصیبت زدوں کو نصیحت کرے۔ میں تین دن وہاں رہا اس عرصہ میں میں نے سونے اور کھانے کا واقعہ نہیں دیکھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس خیال میں رہنے سے کیا فائدہ یہ مجھے نصیحت کریں گے۔ جوان نے سر اٹھایا اور کہا۔ کسی ایسے کی صحبت میں جاؤ کہ جس کا دیکھنا تمھیں خدا کی یاد دلائے اور تیرے دل پر اس کی ہیبت ہو اور زبان فعل سے بھی تجھے نصیحت کرے زبان قال سے نہیں۔ آپ کی وفات ۳۷۱ھ میں ہوئی۔ مزار مبارک شہر آذر میں ہے۔ آپ کی عمر پنچانوے [۹۵] سال اور ایک روایت میں ایک سو چار [۱۰۴] سال کی ہوئی۔

[۱] یہ قطعہ حضرت صوفی منیریؒ کا ہے جو راحت روح میں درج ہے۔

حضرت[۱] مخدوم شیخ حسین قدس اللہ سرہ سے میں نے سنا ہے کہ حضرت مخدوم شیخ مظفر مرحوم فرماتے تھے کہ ایک دن میں نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے چالیس برس کچھ کھایا نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ کہو کہ کچھ کھایا نہیں ہے بلکہ اس مدت میں میں نے غلہ نہیں کھایا ہے لیکن کبھی کسی درخت کا میوہ اور پتی اور گھاس کھالیتا تھا۔ اوس کے بعد فرمایا حضرت خواندگار عظمہ اللہ نے جب کئی برس گذر گئے کہ غلہ کی بو آپ کے دماغ میں نہ پہونچی۔ بیابانوں میں رہتے تھے خداوند تعالیٰ مادہ ہرنوں کو بھیجتا تھا تو جہاں حضرت مخدوم جہاں کے قریب کسی پتھر میں کچھ گڑھا رہتا وہاں دودھ اوتارتی تھیں یعنی ہرن اپنے پستانوں کو اوس گڑھے پر جھکادیتیں اور دودھ ٹپک پڑتا۔ سگ آستانہ نے عرض کیا کہ حضرت مخدوم جہاں اوس دودھ کو کھاتے تھے۔ فرمایا کہ ہاں۔ اوس کے بعد فرمایا کہ جب حضرت مخدوم جہاں سجادہ پر بیٹھے ایک دن حضرت مخدوم کے کوئی قرابتی آئے تھے اور آپ کی والدہ اون کے لئے روٹی اور مرغ پکاتی تھیں۔ حضرت مخدوم جہاں نے دھواں دیکھا۔ فرمایا چو لہائی ماموں کا معینہ تم نے پہونچایا۔ حضرت مخدوم والدہ کو ماموں کہتے تھے۔ بضم میم و واؤ مجہول۔ شیخ چو لہائی نے عرض کیا لاچکا ہوں۔ آپ نے فرمایا پھر یہ دھواں کیسا ہے۔ شیخ چو لہائی نے کیفیت حال عرض کی۔ آپ نے والدہ کے پاس جاکر التماس کیا کہ میں نے اپنا منھ کالا کرکے آپسے شرط کی تھی پھر آپ ایسا کرنے لگیں۔ جب حضرت بی بی قدس سرہا نے یہ بات سنی مرغ کچا پکا اور روٹیاں اور آٹا ویسا ہی اون قرابتی کے حوالہ کیا اور فرمایا کہ لیجاؤ کہیں پکواکر کھالینا۔ **ف**

اولیائے مستورین کی راہ میں بہت سلامت اور آسانی ہے اور وہ ننگ و ناموس کے مکلف نہیں اور اولیائے مشہورین کی راہ بہت دشوار ہے علی الخصوص جو مقتدائے دین اور حجت اسلام ہیں اون کے افعال و اقوال کی سند لیجاتی ہے۔ ناموس شریعت و طریقت اون سے تعلق رکھتا ہے سو آپ مشاہیر اولیا سے تھے آپ کے گھر میں دن کو کچھ پکتا نہ تھا اور آپ کی والدہ ماجدہ ضعیفہ تھیں اون کے لئے بازار سے کچھ مقرر تھا کہ شیخ چو لہائی لے آتے تھے دھواں دیکھ آپ کو غیرت آئی کہ فقیر کے

---

[۱] مونس القلوب مجلس دوازدہم ص ۹۳

گھر سے دن کو دھواں اوٹھے۔ **ایضاً**[1] ایک دن قاضی زاہد علیہ الرحمۃ نے آپ سے پوچھا کہ حضرت نے اتنی ریاضتیں کیں اور خلوتیں اختیار کیں کیا کیا حاصل تھا۔ فرمایا جس زمانہ میں جنگل بیابان میں تھا ایک رات مجھ کو غسل کی حاجت ہوئی صبح کو پانی کے کنارہ گیا کہ غسل کروں ہوا اور سردی سخت تھی۔ دل میں آیا کہ رخصت شرع ہے۔ تیمم کروں نماز پڑھوں۔ پھر میں نے کہا کہ یہ خیال شیطانی ہے اور نفس کا مکر ہے کہ شرع میں پناہ ڈھونڈھتا ہے۔ جب تک کپڑا اوتاروں کہیں نفس دوسرا وسوسہ نہ ڈالے اور راہ عزیمت سے باز رکھے۔ خرقہ سمیت پانی میں کودا جب باہر نکلا بیہوش ہو گیا۔ نماز صبح قضا ہوئی اوس واقعہ میں یہی حاصل ہوا۔ **ایضاً**[2] حضرت مخدوم شیخ حسین فرماتے تھے کہ ایک دن قاضی زاہد نے حضرت مخدوم جہاں سے یہی بات پوچھی آپ نے فرمایا ایک دو بار مجھ کو ذوق حاصل ہوا تھا ایک تو وہی کہ کپڑا پہنے ہوئے پانی میں کودا دوسرے ایک دن میں بیابان میں پھر رہا تھا ایک مقام میں ایک چرواہا گائیں چرا رہا تھا اور کئی گوسالے اس میں تھے اور اوس کے قریب کئی گھر آباد تھے۔ اون گوسالوں میں سے ایک گوسالہ اچھا معلوم ہوا میں اوس کو دیکھ رہا تھا اور چرواہا ایک درخت کے سایہ میں سویا ہوا تھا اوس وقت کئی عورتیں ہندو اوس بستی سے گوبر چننے کو آئیں اون میں ایک ڈائن تھی گوسالہ کو چوٹ پہونچائی اور چلی گئی۔ اسی وقت گوسالہ زمین پر گرا اور لوٹنے لگا۔ چرواہا جو جاگا عورتیں چلی گئی تھیں اور میں کھڑا تھا مجھ کو پکڑا کہ میرے گوسالہ کو تو نے مارا ہے ایک لاٹھی زور سے مجھ کو ماری اور چاہتا تھا کہ اور مارے۔ میں نے کہا مجھ کو کیوں مارتا ہے بولا میرے گوسالہ کو تو نے مارا ہے۔ میں نے کہا اگر تیرا گوسالہ اچھا ہو جائے تو مجھ کو نہ ستائے۔ بولا ہاں۔ اب مجھ کو دو مشکلیں پڑیں اگر چپ رہتا ہوں تو چرواہے کے ہاتھ سے رہائی نہیں اور اگر کہتا ہوں تو اوس عورت کا راز فاش ہوتا ہے۔ الغرض حیلہ سے اوس عورت کے پاس گیا اور حکمت سے اوس کو کہا کہ حال یہ ہے اگر تو کوئی تدبیر کرے کہ گوسالہ اچھا ہو جائے تو

---

[1] مونس القلوب مجلس دوازدہم ص ۹۵

[2] مونس القلوب مجلس دوازدہم ص ۹۵-۹۷

تیرا بھید بھی پوشیدہ رہتا ہے اور میں بھی رہائی پاتا ہوں ورنہ تیری بھی فضیحت ہوگی اور میں بھی گرفتار ہوں گا۔ پھر اوس عورت نے کوئی طلسم کیا کہ وہ گوسالہ اچھا ہوگیا۔ مجھ کو چرواہے کی لاٹھی کھانے میں ایک ذوق اور مزہ حاصل تھا۔ شعر

خوار ہوں کوئے طلب میں میری توقیر یہ ہے　　　خاک ہو جاؤں تری راہ میں اکسیر یہ ہے

ایضاً جب حضرت مخدوم شیخ احمد چرم پوش رحمۃ اللہ علیہ نے رحلت فرمائی حضرت مخدوم جہاں حاضر تھے لوگ قبر کھود رہے تھے۔ انگشت یعنی کوئے نکلے اس سبب سے آپ نے اپنا مدفن شہر کے باہر اختیار کیا کہ شہر میں ایسی چیزیں نکلتی ہیں اوس وقت میں یہاں آبادی نہ تھی جب حضرت شیخ احمد چرم پوش قدس اللہ سرہ کے مدفن سے پلٹے براہ راست وہیں چلے آئے جہاں روضہ متبرکہ[1] ہے اور مقام اپنے لئے اختیار کیا اور بعضے یار کے ساتھ تھے اون کو بھی جگہ تقسیم کردی۔ ف حضرت شیخ احمد چرم پوش حضرت مخدوم جہاں کے خالہ زاد بھائی تھے۔ شعر تاریخ

رفت چوں در خلد شیخ چرم پوش　　　سال مخدوم یگانہ یافتند

بہت سے حالات مخدوم جہاں کے ایسے ہیں جو کتابوں میں مذکور نہیں۔ جن جن مقاموں میں آپکا گذر ہوا وہاں کے لوگ بیان کرتے ہیں۔ فقیر مترجم نے اوس کو ترک کیا جیسا کہ ایک موضع ہے سائیں ہرلہ۔ ایک بار آپ وہاں گئے شیخ چو لہائی کوئیں سے پانی نکالنے لگے تو بولے مخدوم اس میں مینڈک بہت ہیں۔ آپ نے فرمایا چپ چپ وہ سب مولوی ہیں لوگ آج تک بنظر حصولِ علم اوس کوئیں کا پانی دور دور سے آکر پیتے ہیں۔

---

[1] مونس القلوب مجلس شصت و نہم صـ ۳۴۹ [2] حضرت مخدوم جہاںؒ کا روضہ متبرکہ بہار شریف میں بڑی درگاہ کے نام سے مشہور ہے۔ آپکے حلقہ میں آپکے بغل میں آپکی والدہ قدس سرہا کی قبر ہے۔ آپکے حلقہ کے باہر آپ کے پائین میں آپکے بھائی حضرت مخدوم خلیل الدینؒ کی قبر ہے۔ اس کے بعد آپکے خادم خاص حضرت زین بدر عربیؒ اور آپ کے اعزہ کے مزارات ہیں۔ آستانہ کے پچھم جانب مسجد ہے اور اس کے باہر ایک مصلی کا نشان ہے جو حضرت مخدوم سے منسوب ہے۔ شمال میں دروازہ کے باہر حضرت مخدوم مولانا مظفر بلخیؒ کا حجرہ مبارک ہے اور اسی کے سامنے حضرت مولانا کے خلیفہ حضرت جمال اولیا اودھیؒ کا حجرہ اور مزار ہے۔ بڑی درگاہ سے مغربی سمت پہاڑ پورہ میں مخدوم حسین نوشہ توحید بلخی کا مقبرہ ہے اور مشرق سمت میں ایک فرلانگ کی دوری پر چھوٹی درگاہ یعنی حضرت بدر عالم زاہدیؒ کا مقبرہ ہے۔ جنوبی سمت میں حضرت مخدوم تیم اللہ سعید بادؒ کا مقبرہ ایک فرلانگ کی دوری پر مقام بیچو بن میں ہے۔
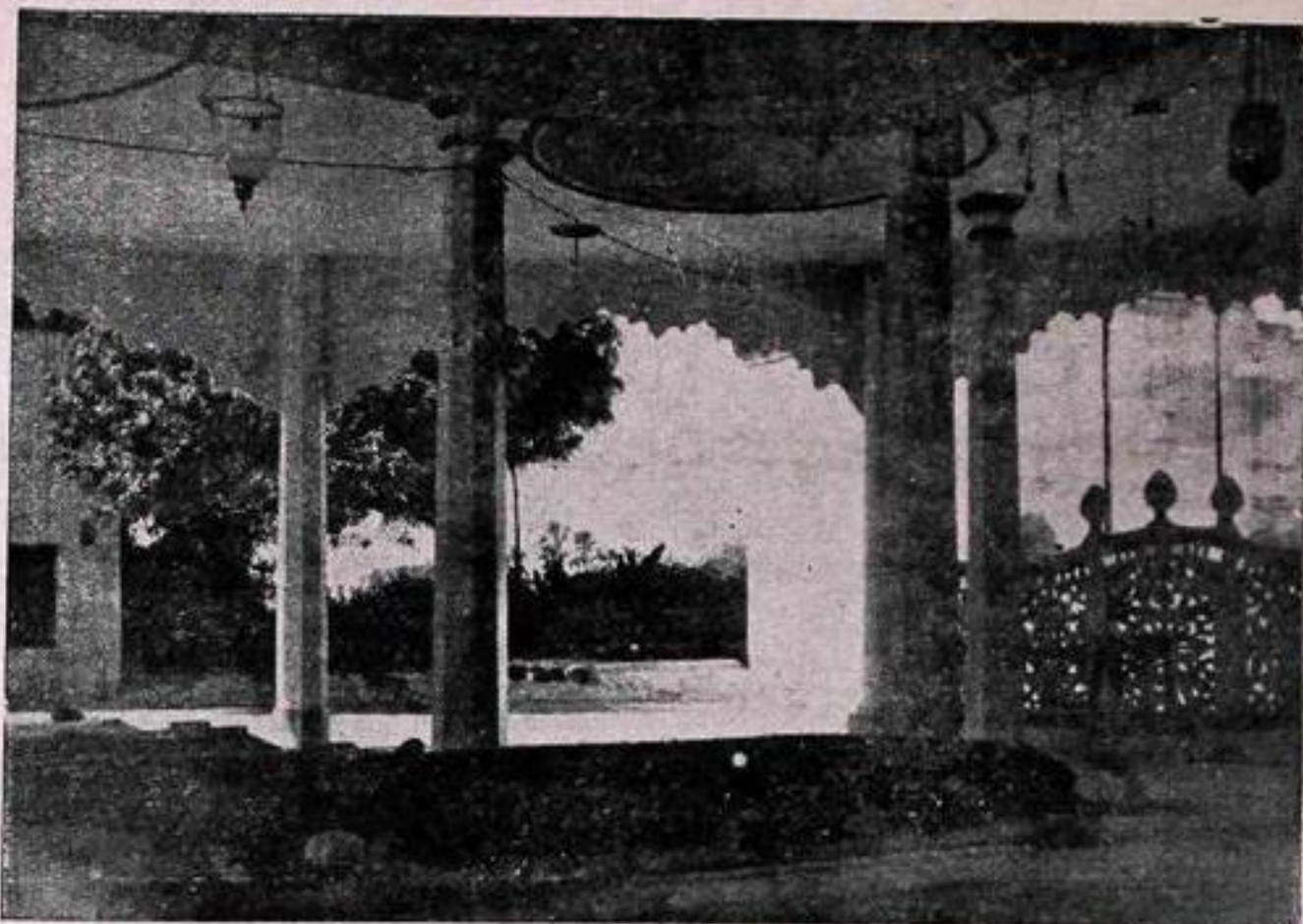
روضۂ اقدس حضرت مخدوم احمد چرم پوشؒ انبیر بہار شریف

مزار مبارک حضرت مخدوم جہاں شرف الدینؒ بڑی درگاہ بہار شریف

واقعہ وفات نقل ہے وصیت[1] نامہ سے جو زین بدر عربی رحمۃ اللہ علیہ نے بتصریح لکھا ہے مگر فقیر مترجم بطور اختصار لکھتا ہے روز چہار شنبہ شوال کی پانچویں کو نماز صبح کے بعد حضرت مخدوم جہاں قدس سرہ نئے رواق میں بر سر سجادہ تکیہ فرمائے ہوئے تھے اور حضرت شیخ خلیل الدین برادر حقیقی اور خادم خاص اور بعضے اور یار و مرید کہ خدمت حضوری میں شب و روز بیدار رہتے تھے اور کتنے اعزہ اور بھی حاضر تھے حضرت مخدوم جہاں قدس اللہ سرہ نے زبان مبارک پر جاری کیا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ پھر ان لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا تم بھی کہو حسب فرمان سب نے موافقت کی پھر مسکراتے ہوئے بطور تعجب کے فرمایا سبحان اللہ وہ ملعون اس وقت چند مسئلہ توحید میں کچھ چاہتا ہے کہ ڈولا دے فضل خدا سے کیا التفات اور لاحول پڑھنے لگے اور حاضرین کو فرمایا تم بھی پڑھو پھر دعاؤں اور وظیفوں میں مشغول ہوئے یہاں تک کہ چاشت سے فارغ ہوئے پھر کچھ دیر کے بعد بآواز بلند آغاز کیا الحمد للہ والحمد للہ خدا نے کرم کیا المنۃ للہ المنۃ للہ خوشی دل اور قوت باطن سے بار بار یہی اعادہ فرماتے تھے الحمد للہ والمنۃ للہ پھر رواق سے صحن رواق میں آکر تکیہ فرمایا۔ تھوڑی دیر کے بعد دست مبارک بڑھایا اور بطور مصافحہ قاضی شمس الدین کا ہاتھ پکڑا اور تھوڑی دیر پکڑے رہے پھر چھوڑ دیا وداع اونھیں سے شروع ہوا تھا۔ پھر قاضی زاہد کا ہاتھ پکڑ کے سینۂ مبارک پر رکھا اور فرمایا زاہد ہم وہی ہیں۔ پھر فرمایا ہم وہی دیوانے ہیں ہم وہی دیوانے ہیں پھر مقام تواضع میں نزول فرمایا اور کہا بلکہ ہم خاک کفش دیوانگان ہیں پھر ہر ایک کو بہت بڑی بشارت دیکر ہر ایک کے ہاتھ اور داڑھی کو بوسہ دیا اور رحمت پروردگار عزوجل اور مغفرت کا امیدوار کیا اور یہ آیت بآواز بلند پڑھی لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اور یہ بیت زبان شکر فشاں پر جاری کی۔

بیت۔ خدایا رحمت دریائے عام است — وزانجا قطرۂ ما را تمام است

---

[1] وصیت نامہ جسے وفات نامہ حضرت مخدوم بھی کہتے ہیں۔ ۱۳۲۱ھ میں طبع ہو چکا ہے۔ مطبوعہ رسالہ دس صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں مخدوم جہاں کے مرض الموت کی تفصیلی حالت ان کے خادم خاص حضرت زین بدر عربیؒ نے قلمبند کیا ہے جس سے آپ کے بہت سے وابستگان اور خلفا کی شخصیات اور خصوصیات پر روشنی پڑتی ہے۔

پھر حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اگر کل تم سے پوچھیں کہ کیا لائے ہو تو کہنا لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا۔ ہم لائے ہیں اور اگر مجھ سے پوچھیں گے میں بھی یہی کہوں گا۔ پھر کلمہ شہادت باآواز بلند پڑھنے لگے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اور یہ دعا بھی پڑھی رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَبِيًّا وَّبِالْقُرْاٰنِ اِمَامًا وَّبِالْكَعْبَةِ قِبْلَتًا وَّبِالْمُؤْمِنِيْنَ اِخْوَانًا وَّبِالْجَنَّةِ ثَوَابًا وَّبِالنَّارِ عِقَابًا۔ پھر مولانا تقی الدین اودھی کی طرف منھ کرکے ہاتھ بڑھایا اور آغوش میں لیا اور فرمایا عاقبت بخیر ہو اور بہت مہربانی فرمایا پھر پکارا آموں! مولانا آموں۔ دروازہ کے پاس رواق کے اندر تھے لبیک کہتے ہوئے دوڑے۔ قدمبوس ہوئے اور اون کا ہاتھ پکڑا اور اپنے منھ اور سینہ مبارک پر ملنے لگے اور فرمایا تم نے میری بہت خدمت کی ہے تم کو نہ چھوڑوں گا خاطر جمع رکھو ہم سب لوگ ایک جگہ رہیں گے۔ اگر کل تم سے پوچھیں کہ تم کیا لائے ہو تو کہو لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا۔ اگر مجھ سے پوچھیں گے میں بھی یہی کہوں گا حاضرین سے کہدو کہ خاطر جمع رکھیں اگر میری آبرو رہیگی کسی شخص کو نہ چھوڑوں گا۔ اسی طرح ہر ایک آتے تھے اور قدمبوس ہوتے تھے اور بعضے تجدید بیعت کی درخواست کرتے تھے اور آپ ہاتھ پکڑ کر اسی بات پر اکتفا کرتے تھے کہ میں نے قبول کیا اور دلجوئی کرتے تھے اور لوگوں کی خدمت اور محبت کا شکریہ ادا کرتے تھے اور دعا فرماتے تھے اور رخصت ہوتے تھے پھر مولانا شہاب الدین[1] ناگوری آئے۔ آپ نے کئی بار اون کے سر اور منھ

---

[1] مولانا شہاب الدین ناگوری حضرت خواجہ بیناؒ کے خواہر زادہ تھے اس لئے کہ تحقیقات المعانی مجلس اول صہ۳ میں تحریر ہے کہ "نقلے شریف بیان فرمود کہ در مرض موت حضرت پیر دستگیر مخدومنا مخدوم جہاں دام شرفہ کسانے حاضر خدمت بودند مثل قاضی شمس الدین دام تقواہ و مولانا شہاب الدین خواہر زادہ خواجہ بینا و والد بزرگوار مولانا شیخ ابراہیم و من بیچارہ وغیرہ۔ ہر واحد کہ چندیں کساں پیوستہ لیل و نہار بے قرار شب بیدار سعادت دارین خود ہا دانستہ بجان استادگی حضرت خدمت می بودیم کہ در شب پنجشنبہ ششم ماہ شوال سنہ اثنی و ثمانین و سبع مائۃ آں لجۂ تصدیق و آں لولوئے بحر عمیق از رواق در صحن رواق آمدہ جلوس تکیہ فرمود ....

اور ریش اور دستار کو بوسہ دیا۔ آہ آہ الحمد للہ الحمد للہ کہتے ہوئے اپنا ہاتھ اون پر اوتارتے تھے اور درود پڑھتے تھے اور مولانا شہاب الدین جب جب حضرت مخدوم کے جمال باکمال پر نظر کرتے تھے درود پڑھتے تھے۔ پھر فرمایا تم نے میری بہت خدمت کی ہے اور حُسن خلق کے ساتھ تم نے میری موافقت اور ملازمت بے حد کی ہے عاقبت بخیر ہو۔ مولانا شہاب الدین نے مولانا مظفر بلخی اور مولانا نصیر الدین جونپوری کی یاد دلائی اور عرض کیا کہ ان لوگوں کے باب میں کیا ارشاد ہوتا ہے۔ آپ نے بہت خوش ہو کر مسکراتے ہوئے فرمایا اور پانچوں انگلیوں سے سینہ مبارک کی طرف اشارہ کیا کہ مظفر میری جان ہے اور میرا جانان ہے اور مولانا نصیر الدین بھی ایسے ہی ہیں جو کچھ خلافت اور مقتدائی میں چاہیئے سب ان لوگوں میں موجود ہے۔ پھر قاضی شمس الدین آئے اور حضرت مخدوم کے پہلو میں بیٹھے مولانا شہاب الدین اور ہلال اور عتیق نے عرض کیا کہ قاضی شمس الدین کے باب میں کیا حکم ہوتا ہے۔ فرمایا قاضی شمس الدین کو کیا کہونگا۔ قاضی شمس الدین میرا فرزند ہے۔ مکتوبات میں کتنی جگہ کہیں اوس کو فرزند لکھا ہے کہیں برادر۔ علم درویشی کے ظاہر ہونیکا باعث وہی ہے اوسی کے واسطے اتنا کہنا اور لکھنا ہوا ہے نہیں تو کون لکھتا۔ پھر مولانا نظام الدین اودھی قدمبوس ہوئے آپ نے فرمایا بیچارہ وہاں سے قصد کر کے میرے پاس آیا تھا آپ کے سر مبارک پر طاقیہ تھی اوتار کر دیا اور عاقبت کی دعا دی اور فرمایا کہ یار و جاؤ اپنے دین و ایمان کا غم کھاؤ اور مشغول بحق رہو پھر حضرت شیخ خلیل الدین برادر حقیقی اور خادم خاص کہ آپ کے پہلو میں بیٹھے تھے اونھوں نے آپ کا ہاتھ پکڑا۔ آپ نے اون کی طرف منھ کیا اور فرمایا خلیل! خاطر جمع رکھو اور کچھ وصیت فرمانے لگے۔ حضرت شیخ خلیل الدین درد برادری اور دیدار پیر و مرشد کے فوت ہونے سے نہایت شکستہ دل ہو کر آبدیدہ ہوئے۔ شعر

جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت میں ملیں گے ۔۔۔ کیا خوب قیامت کا ہے گو یا کوئی دن اور

آپ نے نہایت شفقت سے فرمایا۔ خاطر جمع رکھو اور دل قوی رکھو اوس کے بعد بیچارہ مسکین زین بدر عربیؒ نے سر زمین پر رکھا ترساں و لرزاں تجدید بیعت اور توبہ کی۔ خلوص نیت سے سلطان العارفین قدس اللہ سرہ کا دست مبارک پکڑا اور چوما اور اپنے سر اور آنکھوں اور

پُتلیوں پر پھرایا ارشاد ہوا کون ہے عرض کیا اس آستانہ کا کتا زین بدر ہے توبہ کرتا ہے
اور چاہتا ہے کہ بہ تجدید بیعت قبول فرمایئے۔ آپ نے فوراً فرمایا جاؤ میں نے تم کو قبول کیا
اور تمہارے تمام گھر کو قبول کیا اور تمہارا خیلخانہ سب میرے متعلق ہے سب کو قبول کیا اور کپڑے
پہنانا تمہارے ذمہ تھا۔ تمہارے فرزندوں کو بھی اختیار دیا خاطر جمع رکھو اگر میری آبرو رہے گی
میں تم کو بھی نہ چھوڑوں گا۔ بیچارہ نے عرض کیا کہ مخدوم جہاں کے غلاموں کو آبرو حاصل ہے
فرمایا بہت کچھ امید ہے اسی طرح لوگ آتے تھے اور آپ فرماتے تھے کہ ایمان کا غم کھاؤ اور
رحمت و مغفرت کا امیدوار کرتے تھے اور بار بار آیت لا تقنطوا پڑھتے تھے اور فرمایا کہ میں جو
کہتا تھا عاقبت عاقبت۔ وہ یہی عاقبت ہے یعنی وہ یہی وقت ہے پھر آپ نے ایک لڑکے کو
دیکھ کر پنج آیت[ف] پڑھنے کی فرمائش کی اور وہ سامنے ادب سے بیٹھ کر یہ آیت معظم پڑھنے لگا محمد
رسول اللہ والذین معہ۔ آپ تکیہ فرمائے ہوئے تھے اوٹھ بیٹھے باادب دوزانو حسب معمول
قدیم بحضور تمام سننے لگے جب وہ پڑھ چکا آپ نے فرمایا خوب ادا کرتا ہے اوس کے بعد پیراہن جسم مبارک
سے اوتارنے لگے وضو کے لئے پانی مانگا اور آستین مبارک چڑھائی اور مسواک مانگی اور
بسم اللہ باواز بلند پڑھی اور وضو شروع کیا اور دعائیں ہر محل میں پڑھتے تھے۔ دونوں ہاتھ
دھوئے کہنیوں تک اور منھ دھونا سہو ہو گیا۔ شیخ خلیل الدین نے یاد دلایا کہ منھ نہیں دھویا
ہے آپ نے سرِ نو سے وضو کیا تسمیہ اور دعائیں جس طرح پہ کہ آئی ہیں ہر محل میں پڑھتے تھے باحتیاط
تمام اور حاضرین تعجب کرتے تھے کہ اس حالت میں اس قدر احتیاط۔ قاضی زاہد نے داہنا پانوں
دھونے میں ہاتھ بڑھا کر چاہا کہ مدد کریں آپ نے باز رکھا فرمایا ٹھہرو اپنے سے وضو کیا پھر شانہ طلب
کیا اور ریش مبارک میں شانہ کیا اور جانماز مانگی دو رکعت ادا کی۔ آخر کار نماز مغرب کے تھوڑی
دیر بعد آپ نے بِسمِ اللہِ باواز بلند شروع کی اور بار بار اعادہ کرتے تھے پھر آیت لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ

[ف] پنج آیہ۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا (سورہ فتح رکوع ۱۱)

سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ پڑھی پھر بار بار بِسْمِ اللّٰهِ بآواز بلند اور کلمہ شہادت پڑھا پھر لاحول پڑھی اور کلمہ طیبہ پڑھتے تھے۔ بِسْمِ اللّٰهِ کے ساتھ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کئی بار یہ کلمہ پڑھا اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہنے کے بعد بہت ذوق اور قوت دل اور اشتیاق سے کئی بار زبان سے نکلتا تھا مُحَمَّدٌ مُحَمَّدٌ مُحَمَّدٌ پھر درود پڑھا پھر رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ آخر تک۔ پھر یہ دعا پڑھی رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا آخر تک پھر تین بار کلمہ طیب پڑھا اور ہاتھ آسمان کی طرف اوٹھاکر بطور مناجات یہ دعا پڑھی۔ اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ کئی بار عاصیان امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعا کی پھر شروع کیا اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّةِ مُحَمَّدٍ اَللّٰھُمَّ تَجَاوَزْ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ اَللّٰھُمَّ اَغِثْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ اَللّٰھُمَّ اَعِنْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ اَللّٰھُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ اَللّٰھُمَّ فَرِّجْ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ فَرَجًا عَاجِلًا اَللّٰھُمَّ اخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔ دعائے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آواز کم ہو گئی۔ یہ آیت سنی جاتی تھی کہ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پھر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پھر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہا اور جاں بحق تسلیم کی۔ شعر

ایں جاں عاریت کہ بحافظ سپرد دوست
روزے رخش بہ بینم وتسلیم وے کنم

ابیات۔ چوں سوئے آخرت علم برداشت
گفت بسم اللہ وقدم برداشت

دم گرمے کہ برکشید از دل
زدہ آتش بخرمن حاصل

کردہ ہارا شمرد ناکردہ
ز ابتدا باز ابتدا کردہ

سات سو بیاسی ہجری (۷۸۲ھ) میں شب ششم شوال کو کہ شب پنجشنبہ تھی نماز عشا کے وقت انتقال ہوا اور روز پنجشنبہ چاشت کے وقت مدفون ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قطعہ

بہار پاک میں ہے اوس گل فردوس کا روضہ
بہار اس کی سدا حق مثل فردوس بریں رکھے

نہیں آگاہ میں صوفی سے لیکن آپ کے در پہ
پڑا اک ناتواں روتا ہے چوکھٹ پر جبیں رکھے

جب آپ کے والد ماجد مخدوم شیخ یحییٰ منیری قدس اللہ سرہ نے ۶۹۰ھ میں کہ لفظ مخدوم سے ظاہر ہے انتقال فرمایا۔ آپ کی عمر مبارک اونتیس برس کی تھی۔ اوس وقت آپ سنارگاؤں میں تحصیل علم کرتے تھے اور قریب فراغ تھے۔ بعد فراغ منیر میں آئے اور وہاں سے دہلی گئے اور مرید ہوئے تو آپ کا سن شریف تیس برس کا تھا۔ **قطعہ تاریخ**[1]

چوں مقتدائے دیں شرف الدین منیری	یک سال بعد ازاں کہ پدر شد جناں مقیم
بیعت نمود دپیرش ازاں پس وفات یافت	گردید سال بیعت او گوہر یتیم

بعد بیعت خواجہ نے آپ کو وداع کیا دوایک منزل آئے تھے کہ خبر انتقال خواجہ سنی سنین ہجرت چھ سو اکیانوے تھے کہ لفظ اخص سے نکلتے ہیں۔ حضرت مخدوم جہاں کی ولادت باسعادت چھ سو اکسٹھ ہجری میں ہے اور وفات سات سو بیاسی میں اور سنین عمر شریف ایک سو اکیس برس۔ **تاریخ**[1]

شرف آگیں ولادت آں شاہ (۶۶۱ھ)	پُر شرف ہے سال رحلت آں ماہ (۷۸۲ھ)
عمر مخدوم زندہ دائم (۱۲۱)	راضی اللہ عنہ طاب ثراہ

بزرگوں سے سنتے آئے ہیں کہ آپ کی ولادت ماہ شعبان میں ہے شاید اونتیسویں تاریخ یا وہ دن گذار کر رات کو۔ **نقل ہے** کہ رمضان المبارک کی چاندرات ابر محیط تھا رویت ہلال نہ ہوئی صبح کو لوگ تحقیق رویت کیلئے حضرت مخدوم شیخ یحییٰ منیری علیہ الرحمۃ کے پاس آئے ہوئے تھے کہ حویلی سے خبر آئی کہ آج صبح سے لڑکے نے دودھ نہیں پیا ہے آپ نے فرمایا کہ خیر ہے چاند ہوا اور سب لوگوں نے روزہ رکھا۔ **مونس القلوب**[2] میں ہے کہ جس رات حضرت مخدوم جہاں قدس اللہ سرہ نے انتقال فرمایا حضرت مولانا مظفر قدس اللہ سرہ نے عدن میں خواب دیکھا کہ حضرت مخدوم جہاں یہ دوہرہ پڑھ رہے ہیں۔

---

[1] یہ قطعہ تاریخ حضرت صوفی منیریؒ کے تاریخ گوئی کے کمال کا نتیجہ ہے۔ کلیات صوفی منیری (جو میرے پاس ہے) میں یہ قطعہ تاریخ محفوظ ہے۔ پہلے مصرعہ میں شرف آگیں سے ولادت باسعادت کی تاریخ ۶۶۱ھ نکلتی ہے اور دوسرے مصرعہ میں پُر شرف سال رحلت کی تاریخ ۷۸۲ھ ہے۔ تیسرے مصرعہ میں زندہ دائم سے ۱۲۱ سال مدت عمر ہے چوتھا مصرعہ دعائیہ ہے۔ محمد طیب ابدالی

[2] مونس القلوب مجلس ہشتم ص۷۹

دوہرہ[1] آئیں رات سہائیاں جن کارن دھتا کھائیاں

آپ نے تاریخ لکھ لی پھر جب بہار میں آئے تو آپ کا انتقال اوسی تاریخ کے موافق تھا۔
ایضاً[2] آپ کی قبر مبارک تھوڑا ٹپکتی تھی ایک رات آپ نے مخدوم شیخ حسین اور مخدوم قاضی عالم اور ملک عبدالرحمن مقطع اور ایک معمار کو خواب دکھلایا کہ گھر ٹپکتا ہے اور مجھ کو کچھ تکلیف دیتا ہے جب صبح ہوئی مخدوم شیخ حسین اور مخدوم قاضی عالم اپنے اپنے گھر سے چل چکے تھے کہ اثنائے راہ میں ملاقات ہوئی پھر ملک عبدالرحمن کو خبر کی اور اوس راج کو بلوایا اور سب روضۂ متبرکہ میں گئے اور پردہ گھیرا اور قبر مبارک کو کھولا اور وہی راج آنکھ میں پٹی باندھ کر قبر مبارک میں گیا پھر ایک آنکھ کھول کر دیکھا کہ ایک سوئی کے برابر سوراخ ہوگیا ہے اور کفن مبارک ویسا ہی سفید و صاف و تر و تازہ ہے اور کچھ متغیر نہیں ہوا ہے اور ریش مبارک کے بال اور ہاتھ اور پانو کے ناخن بڑھ گئے ہیں پھر تلاش کرنے لگا کہ کیا چیز آپ کو تکلیف دیتی ہے کہتے ہیں کہ ایک کنکری پہلوئے مبارک کے نیچے پڑ گئی تھی۔ معمار مذکور اوس کے اوٹھا لینے میں دلیری نہ کر سکتا تھا آپ نے پہلو بدلا جیسے کوئی کروٹیں لیتا ہے پس راج مذکور نے وہ کنکری اوٹھالی اور یہ باتیں جو دیکھیں ایک ہیبت طاری ہوئی فوراً قبر سے نکلا اور قبر برابر کی لیکن اوس کی ایک آنکھ ترقیدہ ہوگئی فقیر راقم سے ایک بزرگ فرماتے تھے کہ حضرت مخدوم علیہ الرحمۃ کو اتباع سنت اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی بہت تھی۔ برکت نیت سے آپ کے بعد وفات بھی یہ سنت ادا ہوئی[3]۔ مونس القلوب[4] میں اس نقل کے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ کے روضۂ منورہ کا

---

[1] دوہرہ:۔ مونس القلوب مجلس ہشتم صہ ۷۹ میں یہ دوہرہ اسطرح پر ہے "آئیں رات سہائیاں + جن کارن ڈھیا گھائیاں" اردو کی نشو ونما میں صوفیائے کرام کے اس قسم کے دوہرے نقش اولیں کی حیثیت رکھتے ہیں۔

[2] مونس القلوب مجلس ہفتاد و چہارم صہ ۳۷۸ ۔ [3] یہ حقیقت ہے کہ خدا والے مرتے نہیں جس کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت ابو حذیفہؓ اور حضرت جابرؓ صحابی کی قبر بصورے سمندر کے پاس تھی۔ آپ نے بادشاہ عراق کو خواب دکھلایا کہ قبر میں پانی آجاتا ہے اسلئے انھیں سلمان پاک (جہاں سلمان فارسی کی آرامگاہ ہے) منتقل کر دیا جائے۔ بہت غور و فکر کے بعد سلاطین ممالک اسلامیہ کی موجودگی میں قبر کھولی گئی تو کفن کا کچھ حصہ پانی سے بھیگا پایا۔ روئے مبارک کو جب دیکھا گیا تو داڑھی اور بھاؤں کے تمام بال صحیح و سالم تھے۔ سلمان پاک [illegible] اش منتقل کر دیگئی۔ یہ واقعہ ۱۹۲۵ء کا ہے (الفیض دہلی صہ ۱۹۲ مدینہ بجنور ۱۹۵۶ء)

[4] مونس القلوب مجلس ہفتاد و چہارم صہ ۳۷۹

یہ واقعہ لکھا ہے کہ پہلے گنبد اقدس میں اوپر کو نزول نور کے واسطے کچھ کھلا رکھا تھا۔ اتفاقاً ایک بلی وہاں گئی اور گنبد مبارک کے اندر گر کر مر گئی۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو خواب دکھلایا اور ایک شخص آنکھ میں پٹی باندھ کر اندر اوترا اور اوس مردہ بلی کی ہڈیاں نکالیں شاید اوس نے کہیں آنکھیں کھولیں بہت روشنی تھی آنکھوں کو تاب نہ ہوئی ترقیدہ ہوئیں اور زبان گنگ ہو گئی کہ عالم وہاں کا بیان نہ کر سکا۔ نقل ہے کہ ایک عورت حضرت مخدوم جہاں علیہ الرحمۃ کے مزار پر آئی اور وہ حائض تھی کہیں اوس کا کرسف مزار مبارک کے قریب گر گیا۔ کسی خادم نے اوس کو ڈانٹا اور ایک طمانچہ مارا کہ یہاں اس حالت سے کیوں آئی تھی اس ناپاک کپڑے کو اوٹھالے اور اوس کپڑے کو اوس سے اُٹھوایا اور زمین دُھلوائی۔ رات کو حضرت مخدوم کو خواب میں حالت عتاب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں اگر وہ ناپاک آئی تھی تو میرے یہاں آئی تھی یا تیرے یہاں تو نے اوس کو مجمع میں ذلیل کیا اور اوس خادم کا داہنا ہاتھ خشک ہو گیا مہینوں تک الحاح زاری کی تو حکم ہوا کہ اوس سے جاکر قصور معاف کروا۔ الغرض کچھ دنوں اوس کی تلاش میں حیران و سرگرداں رہا آخر سراغ پاکر اوس کے گھر گیا اور تقصیر معاف کرائی تو ہاتھ اچھا ہو گیا سبحان اللہ کیوں نہ ہو یہ لوگ سایۂ رحمت پروردگار ہیں اور رحمۃ اللعالمین کے نائب اور خلیفہ ہیں وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔

الحمد للہ کہ کتاب موسوم بہ وسیلہ شرف اوس کے جامع فرزند علی منیری کے ہاتھ سے روز جمعہ آخر عصر ماہ ذی الحجہ کی بارہویں ۱۳۱۲ھ میں لکھی گئی۔ والحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

خلفا حضرت مخدوم جہاں کے خلفاء کی تعداد تو بہت ہے لیکن جن خلفاء سے سلسلہ فردوسیہ کی اشاعت ہوئی اور ان کے توسط سے یہ سلسلہ چلا اور نسب ناموں اور شجرات طیبات میں ان کے نام آتے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) مولانا مظفر بلخیؒ جو آپ کے بعد مسند سجادگی پر بیٹھے۔ (۲) حسین نوشہ توحید بلخی جو حضرت

مولانا مظفر بلخیؒ کے بعد مسند سجادگی پر بیٹھے (۳) حضرت مولانا آموںؒ جو آپ کے ساتھ برابر رہے۔
(۴) حضرت مخدوم شاہ شعیبؒ جو آپ کے عم زادہ بھی ہیں اجازت اور خرقہ آپ کو حضرت حسن بلخیؒ کے ہاتھ
سے ملا ہے اسی وجہ سے آپ کا سلسلہ حضرت حسن، حسین نوشہ توحید مولانا مظفر بلخی اور مخدوم جہاں شیخ
شرف الدین کے توسط سے چلتا ہے۔ (۵) حضرت سید علیم الدین گیسو دراز دانشمند نیشاپوری (۶) حضرت
شیخ شمس الدین محمود خضر بدایونیؒ (۷) حضرت نظیر الدین سمنانیؒ۔

تصانیف آپ کے تصانیف علم تصوف کے لئے چراغِ راہ ہیں۔

(۱) مکتوبات صدی (۲) مکتوبات دوصدی (۳) مکتوبات بست وہشت (۴) فوائد رکنی (۵) شرح
آداب المریدین (۶) عقاید شرفی (۷) ارشاد السالکیں (۸) ارشاد الطالبین (۹) اجوبہ کاکوی (۱۰) اوراد
خرد (۱۱) اوراد اوسط (۱۲) اوراد کلاں (۱۳) فوایدالمریدین (۱۴) اجوبہ زاہدیہ (۱۵) رسالہ مکیہ (۱۶) رسالہ
در بدایت حال (۱۷) رسالہ وصول الی اللہ (۱۸) اسباب النجات تفرقتہ العصات (۱۹) رسالہ ذکر

ملفوظات:۔ (۲۰) معدن المعانی (۲۱) مخ المعانی (۲۲) معز المعانی (۲۳) کنز المعانی (۲۴)
راحت القلوب (۲۵) خوان پر نعمت (۲۶) گنج لایفنیٰ (۲۷) مونس المریدین (۲۸) بحر المعانی جس کا دوسرا
نام تحفہ غیبی اور فوائد غیبی بھی ہے (۲۹) ملفوظ الصفر (۳۰) براۃ المحققین۔
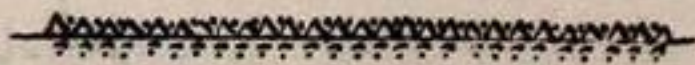
ذریعہ دولت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلامٌ علی عبادہ الذین اصطفیٰ امابعد راقم آثم کہ پروردہ خوانِ نعمت خاندانِ شرف اور خاک کفش غلامان آستانہ دولت ہے زہے شرف وخہے دولت والحمد للہ علےٰ ذالک ۔ شعر

شاید وہی صوفی ہے کل جس کو ترے در پر ۔ روتا ہوا دیکھا ہے عتبے پہ جبیں رکھے

اصلح حالہ واحسن مالہ خواجہ تاشان والا شان کی خدمت میں عرض رسا ہے کہ جب وسیلۂ شرف کہ حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس اللہ سرہ وافاض علینا برکاتہ کے حالات میں ہے لکھنے لگا تو بعض اعزہ نے درخواست کی کہ حضرت مخدوم شاہ دولت منیری اعلی اللہ درجاتہ وافاض علینا برکاتہ کے حالات بھی لکھے جائیں تو فائدہ سے خالی نہ ہو میں نے بسروچشم قبول کیا ۔ شعر

تھا ننگ ہم کو نام سے صوفی کی وجہ سے ۔ کہلاتے ہیں ترے ہمیں اب نام چاہئے

اور ابھی وہ رسالہ اختتام کو نہ پہنچا تھا کہ اس کو بھی لکھنا شروع کیا اور ذریعہ دولت نام رکھا ۔ جی میں آیا کہ پہلے حضرت مخدوم جہاں علیہ الرحمۃ کا ذکر بھی کیا جائے تو اور بھی موجب افزونی یمن وبرکت کا ہو اور نورٌ علیٰ نور ہو جائے تو یہ تجویز ٹھہری کہ آپ سے حضرت مخدوم شاہ دولت منیری علیہ الرحمۃ تک لکھ ڈالوں پھر فرمائش ہوئی کہ حضرت سے آخر شجرہ تک پیروں کا احوال بھی لکھا جائے تو فائدہ تام حاصل ہو واضح ہو کہ پیران سلسلہ کا احوال تو مقصود ہی ہے اور ضمناً اور بزرگوں کا ذکر جو آگیا ہے ان کا حال اور سال ولادت ووصال جہاں تک مجھ کو ملا اس میں داخل کیا اور وہ ہاں

فائدہ لکھدیا۔ پوشیدہ نہ رہے کہ صاحب کمال بے عیب حضرت مخدوم شاہ شعیب ابن مخدوم شاہ جلال ابن مخدوم شاہ عبدالعزیز ابن امام تاج فقیہہ رحمتہ اللہ علیہ نے مناقب الاصفیا میں حضرت مخدوم جہاں کا نسب بیان نہ کیا ھضا للنفس کہ نسب پر فخر کرنا حرام ہے یا شہرت کے سبب سے کہ آفتاب کے مانند روشن تھا آپ کا نسب اور حضرت مخدوم جہاں کا نسب ایک ہے۔ نسب[1] مخدوم جہاں حضرت مخدوم شیخ شرف الدین ابن مخدوم شاہ یحیٰی ابن مخدوم شاہ اسرائیل ابن امام محمد تاج فقیہہ ابن مولانا ابو بکر ابن ابو الفتح ابن ابو القاسم ابن ابو الصائم ابن ابو دہر ابن ابو اللیث ابن ابو سہمہ ابن ابو دین ابن ابو مسعود ابن ابو ذر[2] ابن زبیر ابن عبدالمطلب ابن ہاشم

---

[1] نسب نامۂ مخدوم جہاں حضرت مولانا آموںؒ کے ملفوظ تحقیقات المعانی میں درج ہے۔ پھر حضرت مولانا بہرام بہاریؒ نے بھی اپنے رسالہ بہرام بہاری میں لکھا ہے۔ حضرت شیخ ابو الفتح ہدیۃ اللہ بن قاضن شطاریؒ نے بھی نسب نامہ خاندان لکھا تھا اس کے علاوہ منیر شریف اور اسلام پور میں قدیم اور مستند نسب نامے ہنوز موجود ہیں۔

[2] ابو ذرؓ۔ آپ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت زبیرؓ کے صاحبزادے تھے۔ مبرد نے کامل میں لکھا ہے کہ ان کا نام عبداللہ اور کنیت ابو ذر تھی۔ ان کا حال اسد الغابہ فی احوال الصحابہ مصنفہ ابن اثیر جوزی میں لکھا ہے ابن سعد نے صحابہ کے طبقہ خامسہ میں ان کو لکھا ہے اور لکھا ہے کہ آپ بہت بڑے جری اور بہادر تھے۔ اسد الغابہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ابن عمی وحبیبی وقیل انہ کان یقول ابن ابی فرماتے تھے۔ اصابہ میں ہے کہ عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں فتح مکہ کے دن حاضر ہوئے تو آپ نے ان کو حلہ (ایک جوڑا کپڑا) پہنایا اور اپنی بغل میں بٹھایا۔ جس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا آپکی عمر قریب تیس برس کی تھی۔ سنہ ۱۳ھ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ایام خلافت میں جنگ اجنادین میں شہید ہوئے۔ اسد الغابہ میں تحریر ہے کہ رومیوں کی جنگ میں حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں اجنادین کے روز بڑی بہادری دکھلا کر شہید ہوئے پہلے جو شخص رومیوں میں سے مقابلہ کے لئے نکلا وہ بطریق معلم تھا اور اس طرف سے عبداللہ ابن زبیر بن عبدالمطلب نکلے اس کو قتل کیا اور اس کے اسباب کی طرف رخ نہیں کیا پھر اُدھر سے ایک دوسرا بطریق نکلا اور ادھر سے بھی عبداللہ ابن زبیر نکلے۔ بطریق نے نیزہ نکالا۔ آپ نے بھی نیزہ نکالا۔ دونوں میں دیر تک نیزہ بازی ہوتی رہی پھر عبداللہ نے حملہ کرکے اس کے مونڈھے پر یہ کہکر کہ لے یہ تلوار ابن عبدالمطلب کی ہے۔ مارا بازو اس کا کٹ گیا اس پر رومی بھاگ نکلے تو عمرو ابن العاصؓ کا خیال تھا کہ ان بھاگنے والوں کا پیچھا نہ کیا جائے۔ عبداللہ نے فرمایا کہ قسم ہے ہم کو خاموش رہنے کا ضبط نہیں ہے پھر تلوار مارتے ہوئے اندر گھس گئے اور تلواریں دونوں فوجوں کی مل گئیں بعد اس کے میدان میں آپ کی لاش شہید پائی گئی اور دس رومی ان کے ارد گرد مقتول پڑے ہوئے تھے جن کو انھوں نے قتل کیا تھا۔

ابن عبد مناف۔
واضح ہو کہ کہیں کسی کاتب نے غلطی سے ابو ذر کو ابو درد لکھدیا تھا اور لوگوں میں اختلاف پڑ گیا ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ ابو ذر زبیر ابن عبد المطلب کے بیٹے ہیں اور زبیر کی کنیت ابوصعب ہے اور ابو درداؓ انصاری ہیں ہاشمی و مطلبی نہیں جن کو شک ہو جامع التواریخ وغیرہ میں دیکھ لیں اور فقیر نے حضرت شیخ ابو الفتح ہدیۃ اللہ پیر سرمست ابن مخدوم شاہ قاضن شطاری علیہ الرحمۃ

تاریخ الکامل علامہ ابن الاثیر جزری میں واقعہ جنادین میں لکھا ہے کہ اس میں عبداللہ ابن زبیر بن عبد المطلب قتل کئے گئے۔ آپنے بہت سے رومیوں کو اس معرکہ میں قتل کیا۔ آپ کی عمر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے دن تیس برس کی تھی۔

ﻫ حضرت زبیر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ تذکرے اور نسب نامے اور تواریخ میں عبد المطلب کے بیٹوں کی تعداد لکھی ہے۔ امام ابن قتیبہ کتاب المعارف میں اور امام طبری اور جمہرۃ الانساب وغیرہ نے لکھا ہے کہ عبداللہ حضرت نبی کریم کے والد زبیرؓ اور ابو طالب ایک ماں سے تھے اور بقیہ اور سات لڑکے دوسری ماں سے۔ جامع التواریخ میں ہے کہ زبیر بن عبد المطلب زمانہ جاہلیت میں بڑے شاعر تھے۔ اصابہ فی تمیز الصحابہ جلد دوم مصنفہ ابن حجر عسقلانی میں ہے کہ زبیر بن عبد المطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طفولیت کی حالت میں کھلایا کرتے تھے۔ مبرد نے کامل میں نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلعم کو آپ بہت پیار کرتے تھے۔ یہ اور حضرت عبداللہ اور ابو طالب ایک ماں باپ سے عینی بھائی تھے اور پھر یہ لکھا ہے کہ زبیر کی اولاد سے ایک بیٹا جن کا نام عبداللہ کنیت ابو ذر ابو عامر ہے۔ تواریخ میں ہے کہ فجار کی لڑائی جو عکاظ میں ہوئی تھی اس میں حضرت زبیر نے بڑی بہادری دکھائی تھی۔ رسول خدا صلعم بھی وہاں تشریف رکھتے تھے آپ کی عمر اس وقت تیرہ چودہ برس کی ہوگی۔ آپ اپنے چچا زبیر کو تیر دیتے چلے جاتے تھے اور وہ اس سے مارتے جاتے تھے اور جو دشمن قریب آجاتا تو اس کی خبر نیزہ اور تلوار سے بھی لیتے۔ الغرض اس دن آپنے کشتوں کا پشتہ لگا دیا اور آخر میں جب قریش بھاگ کر حرم شریف میں آکر چھپے لیکن حضرت زبیر اس میدان سے نہ ہٹے اور وہیں کھڑے رہے اسی روز سے آپ کا لقب ابوصعب مقرر ہوا اور ممکن ہے کہ آپ کی کنیت ابو درد اور ابوصعب دونوں ہوں کیونکہ عرب کا دستور تھا کہ شخص واحد کی متعدد کنیتیں بھی ہوتی تھیں جیسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی کنیت ابو الحسن اور ابو تراب دونوں ہی ہیں (الدر المنثور صلا)

ﻫ الدر المنثور صفہ میں تحریر ہے کہ "بعض نسخوں میں جگہ پر زبیر ابن عبد المطلب بن ہاشم کے ابو درد ابن عبد المطلب بن ہاشم لکھا ہے اور بعض میں ابو درد معروف بہ ابوصعب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف لکھا ہے لیکن اکثر نسخوں میں زبیر بن عبد المطلب بن ہاشم لکھا ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ معتبر کتابیں مثل کتاب المعارف مصنفہ امام ابن قتیبہ استاد امام ترمذی صاحب جامع و کتاب الانساب سمعانی و جمہرۃ الانساب امام ابن حزم ظاہری و کتاب الانساب مصنفہ امام ذہبی۔ و الانساب سیوطی و اسد الغابہ یہ سب متفق ہیں کہ عبد المطلب کی اولاد میں زبیر ایک شخص تھے اور ابو درد نام کا کوئی نہ تھا۔"

ﻫ شیخ ابو الفتح ہدیۃ اللہ سرمست:۔ آپ حضرت مخدوم شاہ قاضن علا شطاریؒ کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۸۸۲ھ میں ہوئی۔ آپ کی تاریخ پیدائش ہادی سرمست محمدی ہے۔ بارہ سال کی عمر میں علوم منقول و معقول اور تمام
۸۸۲ھ

کا لکھا ہوا بدست خاص دیکھا اور نوشتۂ منیر میں ہنوز موجود ہے اس میں ابو ذر بن زبیر لکھا ہے
اور یہ نسب نامہ مخدوم جو میں نے لکھا ہے اوسی کی نقل ہے اور ابو الفتح ہدیۃ اللہ بھی تاج فقیہی ہیں۔

علوم عجائب و غرائب اپنے والد اور پیر دستگیر حضرت مخدوم شاہ قاضن علا شطاریؒ سے حاصل کیا۔ استاد کے حکم سے دو سال تک درس بھی دیا اس کے بعد تقریباً پانچ سو جلد کتابیں جو اپنے والد سے ان کو ملی تھیں ان تمام کو علما و فضلا اور تمام طلبہ پر تقسیم کر دیا اور حضرت قاضن شطاریؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ اب مجھ کو علم باطن کا شوق ہے آپ کے حکم سے دو سال تک درس دیا۔ اب میرے دل میں شوقِ الٰہی کا جذبہ پیدا ہوا ہے اس لئے علم میں مشغولیت ممکن نہیں۔ حضرت مخدوم قدس سرہ قاضن شطاریؒ نے فرمایا کہ طے کے روزے رکھو پھر آپ نے فرمایا کہ کتنے دن کا طے کا روزہ رکھوں۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ کتنے سال کے ہو۔ آپ نے جواب دیا کہ ایک مجموعہ میں آپ کے دست خاص سے لکھا ہوا دیکھا ہے جس کے حساب سے چودہ سال کی عمر میں پہنچا ہوں۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ طے کے چودہ روزے رکھو جب آپ طے کے گیارہ روزے رکھ چکے کہ اسی مدت میں سلطان حسین شرقی حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت ابو الفتح ہدیۃ اللہ ایک پایہ پر ٹیک لگائے ہوئے ادب سے کھڑے تھے اور ظاہر و باطن کی نگاہ حضرت مخدوم پر ڈالے ہوئے تھے دنیا کی کوئی خبر نہ تھی۔ جب بادشاہ سلطان حسین نے دیکھا کہ آپ بہت نحیف و لاغر اور کمزور ہو گئے ہیں اور شیخ کے حضور میں برابر حاضر رہتے ہیں تو خادموں سے پوچھا کہ یہ لڑکا کون ہے۔ خادموں نے عرض کیا کہ حضرت شیخ کے صاحبزادے ہیں۔ طے کے چودہ روزے (طے کے روزہ کا افطار صرف تین گھونٹ پانی سے ہوتا ہے اور پھر نیت دوسرے روز کی کر لی جاتی ہے) کا حکم ہوا ہے اور یہ گیارہواں روزہ ہے۔ سلطان حسین نے عرض کیا کہ اے حضرت اس کمسنی میں اس قسم کی ریاضت نقصان کا باعث ہے۔ حضرت مخدوم نے جواب دیا کہ یہ ریاضت نقصان نہیں کرتی ہے بلکہ قوت باطن کا ذریعہ ہے۔ سلطان آبدیدہ ہو گیا اور کہا سبحان اللہ ان مردوں کی خلقت دنیا سے باہر ہے۔ مختصر یہ کہ جب چودھواں روزہ ختم ہو گیا تو شیخ ہدیۃ اللہ کو تلقین کیا۔ تین روز کے بعد حجرہ سے باہر ہوئے حضرت مخدوم کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ تمہارا کام تین دنوں کے اندر مکمل ہو گیا۔ اسی وقت ابو الفتح کا خطاب حضرت شیخ ہدیۃ اللہ کو عطا فرمایا۔ جب آپ اٹھارہ سال کے ہو گئے تو خلافت و عنایات سے آپکو نوازا۔ آپ پھر رشد و ہدایت کے سلسلے کو فروغ اور وسعت دیتے رہے آپ کا وصال ۹۴۲ھ میں ہوا۔ محو تجلیات الٰہی سے تاریخ وصال نکلتی ہے۔ ابدی سے تاریخ خلافت اور احمدی سے آپکے عمر کا سال نکلتا ہے۔ حاجی حمید الدین حضور آپ کے خلیفہ اور مرید ہیں اور آپ کے صاحبزادے حضرت عبد الوہاب المعروف بہ شاہ رکن الحق و الدین بھی۔ (فوائد رکنیہ ملفوظ شاہ رکن الدین جندھوی جامع پیر امام الدین راجگیری ۱۱۱۷ھ) گلزار ابرار میں ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جب ۹۴۵ھ میں جنت آشیانی نصیر الدین ہمایوں شاہ نے صوبہ بنگال فتح کیا تھا تو بادشاہ آپ کی ملازمت میں حاضر ہوا اور جب دار السلطنت آگرہ کو واپس آنے لگا تو نہایت ادب اور آرزو کے ساتھ آپ کو اپنے ہمراہ لیا۔ اثنائے راہ میں دشمنوں کی نظر لگ گئی اور لشکر میں تشویش اور پراگندگی پیدا ہوئی مجبوراً شیخ ابو الفتح نے حاجی پور میں قیام فرمایا اور واپسین نفس تک یہیں رہے۔ جب زمانہ زندگی پورا ہوا تو اسی جگہ آپ کی قبر بھی بنی۔ قصبہ تنگدل حاجی پور میں آپ کی قبر ہے۔

۱۵ مخدوم شاہ قاضن شطاری: آپ کی کنیت فیض اللہ ابو محمد المعروف بہ شیخ قاضن علا شطاریؒ ہے۔ آپ حضرت امام محمد تاج فقیہؒ کے منجھلے صاحبزادے حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے ہیں جسکی تفصیل یہ ہے۔ خواجہ فیض اللہ عرف شاہ محمد قاضن شطاری ابن شیخ محمد علا صاحب ولایت ترہت بن شیخ عالم بن شیخ جمال بن شیخ علی بن شیخ سلیمان بن مخدوم شیخ صلاح الدین بن شیخ محمد اسماعیل منیری ترہتی بن حضرت امام محمد تاج فقیہ۔ آپ کی ولادت باسعادت ۲ ذی الحجہ ۸۳۶ھ میں ہوئی۔ آپکی ابتدائی

تعلیم خاندان ہی میں ہوئی۔ پھر آپ کی شادی سید زاہد بن بڈھے چشتیؒ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ گلزار ابرار میں ہے کہ "سید زاہد شاہ بڈھے کے بیٹے تھے آپ کے باپ کا نام حمزہ ابن عمر ابن جلال تھا۔ آپ کی زاد بوم اور خوابگاہ دونوں قصبہ سارن میں ہے۔ شیخ محمد عیسیٰ تاج جونپوریؒ کے خلیفہ ہیں جو دو واسطوں سے نصیر الاولیا چراغ دہلویؒ تک پہنچتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کا سر زانوئے مراقبہ کے سوا کچھ جانتا ہی نہ تھا اور آپ کی آنکھیں گریہ شوق کے سوا کوئی چیز پسند ہی نہیں کرتی تھیں۔ آپ نے ساری زندگی مراقبہ اور انتظار ہی میں گذاری تھی" گلزار ابرار ص۲۶۲۔

معدن الاسرار قلمی جو حضرت مخدوم قاضن شطاریؒ کا ملفوظ ہے اور جس کے جامع آپ کے داماد علی ابن محمد المعروف بنجھن ہیں اور آپ ہی کے زمانہ میں اس کی نقل سید حسین نے کی ہے۔ اسی نسخہ میں لکھا ہوا ہے سید حسین حسینی۔ یہ نادر نسخہ عم محترم جناب شاہ یوسف شطاری منیری مدظلہٗ کے پاس ہے اس کے فصل بست و دوم اور ص۳۵ میں ہے کہ "یہ ضعیف محمد المعروف قاضن بن علا بن عالم ترہتی ثم المنیری ثم الہاشمی، حضرت مخدوم جہاں قدس اللہ روحہ کے روضہ میں کسی وقت میں شیخ محمد عبدالحکیم نے حضرت سلطان المرشدین، شیخ عبداللہ حسام النوری البخاری السہروردی الصدیقی کی کیفیتوں کو بیان فرمایا لیکن اس ضعیف نے اس طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ اکثر شیخ محمد عبدالحکیم حضرت سلطان المرشدین کے احوال بیان کرتے تھے۔ باوجود اس کے ناچیز نے حضرت مخدوم جہاں کی طرف توجہ کیا اور کلی وجزوی کیفیت ارشاد کی اور چہاردری کہ جس میں حضرت مخدوم ملک العشاق شیخ مظفر شمس بلخی رہتے تھے واپس ہوا برادر دینی مولانا سعد اللہ کو کہا کہ حضرت سلطان المرشدین کی طرف توجہ کرنے کی بشارت حضرت مخدوم جہاں قدس اللہ سرہ کے روضہ میں پائی ہے کہ اس بندہ ضعیف کا ارشاد باطن حضرت شیخ عبداللہ کے حوالہ کر دیا گیا ہے اور چار بیڑہ پان ایک طبق میں پیش کیا گیا اس کے بعد اس بندہ ضعیف کو خوشخبری دی گئی۔ شیخ احمد محمد عبدالحکیم شہر شادیاباد عرف منڈو شیخ عبداللہ کی خدمت میں جا کر قدمبوسی سے مشرف ہوئے یہاں تک کہ تین روز تک کچھ نہ کہا تین دن کے بعد صبح صادق کے وقت بندہ کو بلا کر کچھ سلوک کی باتیں بتائیں ذوق ہوا اس کے بعد کرم فرمایا۔ بندہ برابر خدمت میں صدق دل اور پورے اعتقاد کے ساتھ رہتا۔ گرمی کے زمانہ میں کبھی زمین اور کبھی پہاڑ پر رہتا اور بندہ ضعیف گرم طبیعت رکھتا لیکن جب بندہ حضرت کی خدمت میں جاتا دور ہی سے خاکبوسی کرتا اور صدق دل سے سات سجدے کرتا چنانچہ کسی غیر کا خطرہ دل میں نہ رہا اور خون پیشانی سے اس طرح جاری رہتا کہ پانی کی طرف پہنچتا اور پتھر کے اوپر سے بہتا۔ سات جگہ صدق دل اور اعتقاد کامل کے ساتھ اس طرح پر سجدہ کرتا پھر بھی حضرت متوجہ نہ ہوتے۔ اسی طرح کچھ زمانے گذر گئے۔ اور بندہ ضعیف کا اعتقاد اور ایمان زیادہ ہی ہوتا رہا یہاں تک کہ ایک روز حکم ہوا کہ شیخ محمد علا طے کے روزہ رکھو۔ سہ شنبہ، چہار شنبہ اور پنجشنبہ کے دن طے کا روزہ رکھا۔ قضائے قدرت یہ ہوئی کہ شیخ احمد محمد عبدالحکیم کی حالت عصر کی نماز کے وقت ابتر ہو گئی اور نزع کا عالم طاری ہو گیا۔ حضرت فکر مند ہو گئے۔ تجہیز وتکفین کا سامان مہیا کیا گیا اس کے بعد شیخ احمد کو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے طریقہ پر لٹا دیا گیا اور ہر شخص ان کی زندگی سے مایوس ہو گیا اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ شیخ محمد علا ہاتھ کو پیشانی پر رکھ کر اس اسم کو بصدق دل اور باعتقاد پڑھو اور جتنا ممکن ہو سکے پڑھو۔ بندہ ضعیف نے اس اسم کو پڑھا حق سبحانہ تعالیٰ کی برکت سے شیخ احمد کو صحت ہو گئی۔ پھر شیخ احمد نے اس بندہ ضعیف کو کہا کہ مجھ کو گھر پہنچا دو۔ بندہ نے حضرت سے عرض کیا کہ شیخ احمد اس طرح کہتے ہیں کہ مجھ کو گھر لے چلو تاکہ والدین کی زیارت کریں۔ فرمان ہوا کہ شیخ محمد کیا تم ایسا چاہتے ہو تو بندہ نے عرض کیا کہ بندہ کے لئے

یہ سخت مشکل ہے کیونکہ اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو چھوڑ کر پانچ چھ سو کوس سے حضور کی خدمت میں آیا ہوں جب حکم ہوا کر بطے کے روزے رکھو میں نے اسے حکم کے مطابق رکھا۔ قسمت کی بات ہے کہ شیخ احمد بیمار ہو گئے یہاں تک کہ کسی کو ان کی زندگی کی امید نہیں رہی۔ حق تعالیٰ نے شیخ احمد کو نئی زندگی بخشی ہے اور اب شیخ احمد اس بات پر مصر ہیں کہ ان کو میں گھر پہنچا دوں تاکہ وہ اپنے والدین کی زیارت کر لیں۔ اگر میں اس میں پس وپیش کرتا ہوں تو بیوفا کہلاتا ہوں اور اگر میں جاتا ہوں تو دین سے محروم رہتا ہوں کچھ ایسی مشکل درپیش ہے کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے۔ پھر حکم ہوا کہ ان دونوں میں کیا کروگے بندہ ضعیف نے عرض کیا کہ دین کے لئے واپس آسکتا ہوں۔ بہرحال بیوفائی کا داغ اپنی پیشانی پر نہیں لگا سکتا۔ اس بات سے حضرت بہت خوش ہوئے اور فرمان ہوا کہ جب تک طالب حق دین و دنیا سے نہیں گذرتا ہے خدا تک نہیں پہنچتا ہے۔ حضرت اس بات سے بندہ ضعیف سے بہت خوش ہوئے کہ بیان ممکن نہیں اس کے بعد بندہ ضعیف میاں شیخ احمد کو علی الصباح ہی لیکر تین منزل تک آیا کہ دل میں آیا کہ شیخ احمد کو صحت کامل ہو گئی ہے اور یہ بندہ ضعیف نامراد واپس ہو رہا ہے۔ چنانچہ شیخ احمد سے اجازت چاہی۔ شیخ احمد نے اجازت دیدی کہ حق تعالیٰ نے ہم کو صحت کلی عطا فرمائی ہے اب تم لوگ حضرت کی خدمت میں واپس چلے جاؤ۔ بندہ ضعیف اور برادر دینی مولانا سعد اللہ یکجا ہو کر حضرت کی خدمتمیں پیادہ پا روانہ ہوئے اور سخت مشکلوں سے چار دنوں کے بعد حضرت کی خدمت میں شادیاباد عرف منڈو پہنچے۔ حضرت کو خبر ہوئی کہ شیخ محمد علا آئے ہیں۔ حضرت باہر نکل آئے۔ بندہ ضعیف سے دریافت کیا کہ باطن میں کچھ تعلق پیدا ہو گیا ہے۔ بندہ نے عرض کیا کہ حضرت کے ولایت کی برکت سے شیخ احمد محمد عبدالحکیم کو صحت کلی حاصل ہو گئی ہے یہ لوگ گھر روانہ ہو گئے ہیں۔ حضرت خوش ہوئے اور بندہ کے ہاتھ کو پکڑ کر گھر کے اندر لے گئے کھانا پکا ہوا موجود تھا اپنے دست مبارک سے لقمہ بنا کر بندہ ضعیف کو کھلایا اور فرمان ہوا کہ تجھ کو شب جمعہ ۴ ذی الحجہ کو تلقین مشرب شطار "خاص الخاص" کروں گا۔ اللہ تعالیٰ کے کرم سے حضرت سلطان المرشدین نے شب جمعہ چہارم ماہ ذی الحجہ ثمانیتی و ثمانمائۃ (۸۸۰ھ) کو بندہ ضعیف کو تلقین مشرب شطار خاص الخاص کیا"۔ حضرت مخدوم قاضن شطاریؒ اس کے بعد بہار واپس آ گئے اور بقیہ بیس سال تک سلسلہ شطاریہ کی اشاعت کی۔ آپ ہی نے بہار میں تصوف کے شطاری سلسلہ کی بنا ڈالی اور مظفرپور کا دکھنی حصہ قدیم ویشالی بنیا بساڑھ میں اشاعت اسلام وسلسلہ کرتے رہے۔ آپ کا وصال ۴ ر ۱۱ ر یا ۲۴ ر شوال سنہ ۹۰۱ھ میں ہوا۔ مصرعہ تاریخ ع قرب حق یافت شاہ قاضن۔ آپ کے تین صاحبزادے تھے۔ بڑے شیخ اویس المعروف بہ شیخ محمد مخدوم شہید شطاریؒ ۲ منجھلے مخدوم شاہ عبدالرحمٰن شطاری ۳ چھوٹے شاہ ابوالفتح ہدیۃ اللہ پیر سرمست تیغ لرزاں شطاری اور ایک صاحبزادی بی بی خدیجہ دولت گنج ارشدی حصہ چہارم ص۶۲ میں تحریر ہے کہ "قاضن علا شطاری کا ملان وقت میں سے تھے مخدوم شاہ رکن الدینؒ کی خدمت میں جونپور پہنچے مخدوم خلوت میں تھے۔ قاضی شیخ علا کے دل میں حلوہ کھانے کی خواہش ہوئی مخدوم کو ان کے آنے کی بظاہر کوئی خبر نہ تھی باوجود اس کے خادم کے ذریعہ شیخ علا قاضن کو بلایا۔ اتفاق کی بات کہ اس نام کے اور لوگ بھی تھے پھر خاص کر فرمایا کہ شیخ قاضن ترہتی جو بہار سے آج جونپور پہنچے ہیں ان کو بلاؤ۔ شیخ قاضن شطاری خادم کے ساتھ آپکی خدمتمیں پہنچے خادم کو فرمایا کہ مسافر حلوہ کی خواہش رکھتا ہے اسلئے حلوہ پیش کرو۔ خادم نے حلوہ حاضر کیا پھر قاضن علا شطاری کے ساتھ خلوص برتا اور تلقین ذکر کیا اور خرقہ خلافت اور سلسلہ سہروردیہ کی اجازت عطا فرمائی۔ پھر دو دنوں کے بعد رخصت کیا"۔ آپ کے ملفوظ کا مجموعہ ۱۰۱ فصل پر مشتمل ہے اور معدن الاسرار کے نام سے مشہور ہے۔ ہر فصل میں سلوک کی باتیں ہیں۔ فصل شصت ویکم میں سلک چہاردہ خانوادہ پر روشنی ڈالی ہے۔ حضرت شیخ قاضن شطاریؒ کو مختلف سلاسل کی اجازت وخلافت ملی ہے۔ اور ان کے شیوخ یہ ہیں۔ حضرت ایوب کاہیؒ۔ شیخ محمد ابراہیم علم منیری حضرت سید علی بدایونی شیخ رکن الدین انبہلیہ حضرت سید زاہدؒ۔ حضرت شیخ ابراہیم ادریس ستارہ گانوں۔ حضرت شیخ عبدالوہاب۔

لہ نوشتہ سے مراد نسب نامہ ہے حضرت شیخ ابوالفتح ہدیۃ اللہ پر سرمست کے ہاتھ کا لکھا ہوا موجود تھا اور وہ حضرت صوفی منیری کے زمانہ کے بعد تک تھا۔ ایک نسب نامہ بدست خاص شاہ امین علی شطاریؒ مخطوطہ سنہ ۱۲۲۸ فصلی ہے جس کے آخر میں تحریر ہے۔ نقل از دستخط خاص "

حال امام محمد تاج فقیہ وفتح منیر۔ منیر بفتح اول وثالث وسکون ثانی ورابع ہے اور اب کثرت استعمال سے بفتح میم وکسرۂ نون و یائے مجہول مشہور ہے اور اب پچھم میں بضم میم بولتے ہیں چنانچہ استاد[۱] مرحوم اسد اللہ غالب دہلوی خدا اونکی مغفرت کرے خط جو مجھ کو لکھتے تھے میم کو پیش دیدیتے تھے۔ صاحب تواریخ فرشتہ ذکر حکومت فیروز رائے ولد کیشو راج ولد مہاراج ولد کشن ولد پورب ولد ہند ابن حام ابن نوح علیہ السلام میں لکھتے ہیں کہ بلدہ منیر[۲] اوس کے زمانہ میں بنا ہوا اور اوس نے بنا کیا سلطنت منوچہر شاہ ایران اور سام نریمان پہلوان کے زمانہ میں اور اوس کے دادا مہاراج ولد کشن نے کہ فریدون کا ہمعصر تھا بلدۂ بہار بنا کیا اور اہل علم وفضل کو اطراف واکناف سے بلوا بلوا کر اوس شہر میں مقیم کیا اور عبادت خانے اور مدرسے بہت بنوائے اور اون اقطاع وحدود کے محاصل کو طلبۂ علم کے خرچ میں وقف کیا اور وجہ تسمیہ بہار کی یہی ہے کہ بہار بیائے موحدہ مکسورہ زبان سنسکرت میں مدرسہ کو کہتے ہیں انتہیٰ۔ الغرض منیر میں ایک راجہ تھا کہ اپنے مذہب میں بہت سخت اور بڑا ظالم تھا اور اوس کا بہت بڑا علاقہ تھا اور اوس کے علاقہ بھر میں ایک ہی گھر مسلمان کا جن کا نام مومن عارف تھا اور قبر ان کی منیر میں ہے وہ مرد کامل اور صاحب کرامات تھے۔ راجہ اون پر طرح طرح کے ظلم اور سختیاں کرتا تھا اور چاہتا تھا کہ وہ اس کی عملداری سے نکل جائیں اور وہ ایسے بزرگ تھے کہ پنج وقتی نماز بیت اللہ میں جاکر ادا کرتے تھے جب راجہ کا ظلم حد سے

مخدوم شاہ ابوالفتح ہدیۃ اللہ پیر سرمست بن شاہ قاضن شطاری کرنہ دعوی شاہ بھونہ وقبلہ است مقابلہ نمودہ شد"۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صوفی منیری کے بعد یہ نسب نامہ ضایع ہوا ہے اور پٹنہ تکیہ عشق میں یہ مخطوطہ گیا تھا۔

[۱] حضرت سید شاہ فرزند علی صوفی منیری نے ۲۲ ذی الحجہ ۱۲۸۲ھ کو قصبہ منیر شریف سے تین مثنویاں نوار احمد، کشش عشق، روش عشق قطعات رباعیات در مدح مرزا غالب دہلوی اور ایک فارسی قصیدہ مدحیہ اور عریضہ تلمذ کی استدعا کے ساتھ بذریعہ ڈاک مرزا غالب کی خدمت میں دہلی روانہ کیا۔ مرزا غالب نے اصلاح شروع کرنے سے پہلے قصیدہ مدحیہ کے پہلے ورق پر الامر فوق الادب لکھ کر حسن ادب کا اظہار کیا اور پھر اصلاح کی اور خط لکھا۔ غالب کے اس خط کو سب سے پہلے رسالہ معارف ماہ نومبر ۱۹۲۰ء میں سید سلیمان ندوی نے شایع کیا۔ اسکے بعد علیگڈھ میگزین غالب نمبر ۱۹۴۶ء میں مختار الدین آرزو صاحب اور "آجکل" دہلی ۱۹۵۴ء میں ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی وغیرہ نے شایع کرایا ہے قیاس کیا جاتا ہے کہ یہ خط ۱۲۸۳ھ میں غالب دہلوی نے لکھا ہے۔ اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ غالب کے عزیز شاگرد تھے۔ [۲] پٹنہ سے ۲۰ میل پچھم ایک تاریخی قصبہ ہے۔ کسی زمانے میں یہ سیاسی، مذہبی، تجارتی اور ثقافتی امور کا ایک اہم مرکز تھا آج بھی شنگ اور مورپہ زمانے کے پرانے کچے قلعے کے سلسلے اتر سے دکھن جانب تک خانقاہ اور مزارات کے درمیان واقع ہے اور اس میں اس عہد کے جگمگار شفاف ٹکڑے اور اینٹیں جنھیں N.V.P. کہا جاتا ہے ڈھس کے اوپر اور اسکے نیچے پائے جاتے ہیں مورخ فرشتہ نے بھی منیر کا اپنی تاریخ میں تذکرہ کیا ہے۔ ۵۷۶ھ میں مسلمانوں کا قبضہ حضرت تاج فقیہ کی سرکردگی میں ہوا۔ ۵۹۵ھ میں بختیار خلجی نے بھی منیر ہی کو

یدہ ہوا وہ مدینہ میں گئے اور روضہ منورہ پر جاکر استغاثہ کیا۔ اوس رات کو امام محمد تاج فقیہؒ نے کہ شہر بیت المقدس محلہ قدس خلیل[۱] میں رہتے تھے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور فرمان جہاد صادر ہوا اور یہ بھی ارشاد ہوا کہ ہم بعضے امراء ملوک کو بھی حکم کرتے ہیں وہ لوگ بھی مدد دیں گے۔ الغرض امام والامقام نے صبح کو ارادہ سفر اور عزم جہاد بیان کیا اور بہت مسلمان ساتھ ہوئے اور راہ کے درمیان جہاں پہونچے وہاں کے مسلمانوں نے ساتھ دیا اور بعضے بادشاہوں نے بحکم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہ عالم رویا میں مشرف بہ زیارت ہوئے۔ اپنے عزیزوں کو سالار فوج کرکے لشکر ساتھ کر دیا چنانچہ تاج الدین کھانڈگاہ اور میر علی ترک، لربک شہید شاہزادوں سے ہیں اور میر سید جعفر اور میر سید مظفر بھی، سرداروں سے تھے اور سالار کل افواج حضرت قطب سالار علم بردار ربانی تھے جن کا مزار موضع ہھنداواں[۲] میں ہے الغرض جب لشکر اسلام اوس کے ملک کے سرحد پر پہونچا وہاں سے جہاد شروع ہوا جب غازیان دین بفتح و فیروزی قریب منیر پہنچے وہاں کا راجہ اپنے اہل و عیال کو لیکر کہیں فرار کر گیا پھر اوس کی خبر معلوم نہ ہوئی اور بعضے کہتے ہیں کہ راہ میں کسی غازی کے ہاتھ سے مارا گیا۔ الغرض بفتح و ظفر منیر میں پہونچے اور علم اسلام نصب کیا اور رواق میں جو ایک پتھر کا متکا ہے اور تکیہ بولا جاتا ہے۔ امام محمد تاج فقیہ اوس پر تکیہ لگا کر بیٹھے اور تلوار دھوئی۔ بڑی درگاہ جہاں حضرت مخدوم شاہ یحیٰ منیری کا مزار ہے کوئی پرستش کی جگہ تھی غازیوں نے بتوں کو توڑا اور اوس کے دروازہ پر جو ایک تصویر ہے پتھر کی اوس کو شکستہ

مرکز قرار دیکر بہار پر کامیاب تاخت کیا۔ منیر میں ایک برہمن کے پاس تانبے کا دان پتر ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ گہڑوار راجاؤں میں ایک گووندپال تھا جس نے کچھ زمین برہمنوں کو دی تھی۔ اس کتبہ میں ترشکا ڈنڈا تحریر ہے یہ ٹیکس تھا جو یا تو ترکوں کو دینے کیلئے یا ترکوں کے خلاف حفاظتی اقدام کیلئے رعایا سے ہندو راجہ وصول کرتے تھے۔ ممکن ہے کہ ہندوستان کے مشرقی اقطاع بالخصوص مشرقی یوپی اور بہار کے حصوں میں مسلمانوں کی تگ و دو گووندپال کے زمانہ میں شروع ہو چکی ہو اور اسی بنا پر حضرت تاج فقیہہ کی سرکردگی میں مسلمانوں کا قدم منیر شریف میں آیا۔

[۱] قدس خلیل کے متعلق سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے الخلیل (شام) لکھا ہے۔ اب یہ شہر مملکت ہاشمیہ اردنیہ کا ایک شہر ہے جو بیت المقدس سے تقریباً ۱۵ یا ۱۶ میل پر واقع ہے۔ اوس کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے مدفن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ شرفاء و صلحاء کی ایک قدیم بستی ہے۔ اپنی آب و ہوا کی لطافت اور اپنے ساکنین کی نرم خوئی میزبانی اور حسن اخلاق میں مشہور رہا ہے (دعوت و عزیمت حصہ سوم صفحہ ۱۷۷)

[۲] ہھنداواں منیر کے متصل لب سڑک ایک قدیم گاؤں ہے۔ یہ منیر سے ایک کوس کی دوری پر واقع ہے بستی کے مغرب سمت میں میدان میں آپکا مزار مبارک ہے۔

کر کے جہاد کی نشانی چھوڑ دی۔ قطعہ تاریخ[۱]

یافت چوں بر راجۂ منیر ظفر   داد امام از دیں جہانے را نوی
ہست منقول از بزرگان سلف   سال آں دیں محمد شہید قوی

شہیدوں کے نام جو مشہور اور کرسی نامہ میں مسطور ہیں یہ ہیں۔ علوی شہید، میر سید علی ترک، لربک شہید، فرید شہید، تاج شہید، معصوم شہید، چندن شہید، جنید شہید، اسحٰق شہید، یعقوب شہید، یوسف شہید، پہلوان شہید، صوفی شہید، شاہ عبد الغنی شہید، شاہ عبد السبحان شہید، قبول شہید، دوست محمد شہید، علاء الدین شہید، سید جلال شہید، شیرو شہید، سید روشن علی شہید، شاہ غلام حسین شہید، مصطفےٰ خاں شہید، یوسف بیگ شہید، شیخ عاصم شہید، داؤد شہید رضی اللہ عنہم اجمعین۔ حاصل کلام حضرت امام محمد تاج فقیہ کا دل اس کفرستان میں نہ لگا۔ بعد فتح صاحبزادوں کو اپنی جگہ پہ چھوڑ کر وطن کی طرف مراجعت کی۔ صاحبزادے تین تھے۔ مخدوم شاہ اسرائیل[۲] اور مخدوم شاہ اسمٰعیل[۳] اور مخدوم شاہ عبد العزیز[۴] اور بعضے کہتے ہیں کہ مخدوم شاہ یحییٰ منیری کی ولادت وطن ہی میں ہوئی تھی۔ آپ اپنے جد امجد کے ساتھ آئے تھے اور مخدوم شاہ رکن الدین مرغیلانی مخدوم شاہ یحییٰ منیری کے اوستاد ہیں۔ آپ بھی

---

[۱] یہ قطعہ تاریخ قدیمی روایت کی بنا پر ہے۔ ایک نوشتہ میں جو قدیم ہے دین محمد شد قوی لکھا ہوا ہے لیکن یہ پتہ نہیں چلتا ہے کہ کس زمانہ کا ہے۔ میں نے بہت پتہ چلایا تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت صوفی منیری کے نانا شاہ لطف علی کرتی منیری کے عہد تک کا ہو سکتا ہے بہرکیف اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ بعض خاندانی روایتیں حقیقت و صداقت پر مبنی ہوتی ہیں۔ چنانچہ یہ بھی اسی طرح ہے اور اس کی قطعہ تاریخ حضرت صوفی منیری نے کہی ہے اور اس میں دین محمد شد قوی کو استعمال کیا ہے اور اس میں بزرگان سلف سے بھی منقول کا اظہار کر دیا ہے تاکہ صداقت کا اظہار ہو جائے۔ یہ روایت صرف ذریعہ دولت میں ہے اس کے پہلے نہیں لکھا گیا ہے۔ تمام مصنفین نے اسی سے حوالہ یا بغیر حوالہ روایت نقل کی ہے۔ محمد طیب ابدالی

[۲] حضرت شاہ اسرائیل امام تاج فقیہ کے بڑے بیٹے تھے جن کے صاحبزادے مخدوم یحییٰ منیری ہیں۔ حضرت اسرائیل کا مزار بڑی درگاہ منیر شریف میں حضرت مخدوم یحییٰ منیری کے بائیں جانب دو مزار کے بعد ہے۔

[۳] حضرت شاہ اسماعیل۔ حضرت امام محمد تاج فقیہ کے منجھلے بیٹے تھے۔ آپ کے صاحبزادے صلاح الدین تھے جن کے چھ پشتوں میں حضرت شیخ قاضن شطاری مشہور شطاری بزرگ گذرے ہیں۔ آپ کا مزار شاہ اسرائیل کے مزار کے بعد ہے۔

[۴] حضرت شاہ عبد العزیز حضرت امام تاج فقیہ کے چھوٹے صاحبزادے ہیں اور آپ ہی کے صاحبزادے مخدوم جلال منیری اور سلیمان لنگر زمین ہیں آپ کا مزار شاہ اسماعیل کے بغل میں ہے

ساتھ آئے تھے اور ایک رسالہ میں جو کسی بزرگ نے حضرت مخدوم شاہ شعیب علیہ الرحمۃ کے احوال میں لکھا ہے یوں مسطور ہے کہ امام محمد تاج فقیہ نے بحکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محلہ قدس خلیل سے کہ بیت المقدس کے محلوں سے ہے آکر منیر میں دین اسلام جاری کیا۔ شرافت حسب ونسب اور کمالات کسب کا آپ کے کب بیان ہوسکتا ہے کہ تمام بہار اور اوس کے اطراف واکناف میں آپکی اولاد سے بزرگان صاحب ولایت ہیں آپ اپنے ساتھ تین بیٹوں کو لئے ہوئے آئے اور اون کو اپنی جگہ پر چھوڑا اور ملک کو تقسیم کردیا۔ سرکار بہار مخدوم شیخ اسرائیل کو اور سرکار ترہت مخدوم شیخ اسماعیل کو بخشا اور مخدوم شیخ عبدالعزیز کو شیخ اسرائیل کے سپرد کیا اور فرمایا کہ یہ تمھارا چھوٹا بھائی ہے تم اس کے باپ کی جگہ پر ہو۔ عبدالعزیز تمھارے حصہ میں شریک ہے۔ آپ نے بدل وجان قبول کیا پھر فرمایا کہ تم لوگ ہندوستان میں رہو اسلام جاری کرو اور خلق خدا کو نیکی کی راہ دکھاؤ میں مدینہ منورہ میں آستانہ معظمہ پر جاتا ہوں۔ نقل ہے کہ حضرت مخدوم شاہ یحیٰ منیری علیہ الرحمۃ کے زمانہ میں ایک بادشاہ[1] غازی ومجاہد جہاد کرتے ہوئے دیار مشرق میں پہونچے آپ نے سلطنت اون کے نذر کی۔ اونھوں نے کہا کہ میں جہاد کرتا ہوں مال غنیمت لیتا ہوں مسلمانوں کا مال وملک نہیں لیتا

---

[1] بادشاہ غازی سے مراد اختیارالدین محمد بن بختیارالدین خلجی ہے۔ وہ سیستان کے مشرقی سرحد گرم سیر سے غزنی پہنچا پھر وہاں سے ہندوستان تلاش روزگار میں ۵۹۱ھ میں پہنچا اور دہلی میں قطب الدین ایبک کے دربار میں فوج کی ملازمت کے لئے پہنچا۔ معمولی چہرہ بشرہ کی وجہ سے فوج کی ملازمت نہ مل سکی۔ وہاں سے بدایوں پہنچا وہاں کے گورنر ملک ہزبرالدین نے اسے جاگیر کے بدلے صرف نقد مشاہرہ پر ملازم رکھ لیا پھر وہاں سے ۱۱۹۶ء میں اودھ پہنچا اور گورنر اودھ ملک حسام الدین نے اس کی صحیح قدردانی کی اور اسے دو پرگنہ جاگیر میں دئے۔ مرزاپور کے جنوبی مشرقی کنارے پر ۳۰ میل مرزاپور سے دور ایک موضع بھوئلی ہے وہی بختیار خلجی کے عروج کا گہوارہ ثابت ہوا۔ بھاگوت بھوئلی اور گھوا پر گہوال راجپوتوں کا قبضہ تھا۔ بختیار خلجی نے سارے علاقہ پر قبضہ کیا اور کرم ناسا ندی تک دھاوا کرتا ہوا چلا گیا اور منیر صوبہ بہار پر ۵۹۵ھ میں قبضہ کرلیا اور اسے اپنا فوجی اڈہ بنایا۔ خلجی اور ترک سوار اس کے گرد جمع ہونے لگے پھر اس نے جنوبی بہار پر پورا قبضہ کرلیا پھر بنگال اور تبت پر چڑھائی کی وہاں ناکامیابی ہوئی اور اس کی فوج کو بہت نقصان پہنچا اور شکستہ دل لوٹا اور بیمار ہوگیا اور ۱۲۰۶ء مطابق ۶۰۲ھ دیوکوٹ میں انتقال کیا (طبقات ناصری اور تاریخ بنگال)، تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۴۴۰ میں تحریر ہے کہ اس کا جنازہ بہار میں لاکر دفن کیا گیا۔" بہار شریف[6] کے محلہ عماد پور میں ایک مزار ہے جسے بختیار خلجی کا مزار کہا جاتا ہے ہوسکتا ہے کہ یہ حقیقت ہو۔ محمد طیب ابدالی

آپ نے فرمایا کہ بادشاہی اور ملک وراثت اور ملک نہیں داد الہی ہے جس کو چاہے دے مجھ سے یہ بار نہیں اوٹھتا عبادت میں حرج ہوتا ہے پھر عدل و انصاف کے لئے وصیت کی اور سلطنت اون کے گلے مڑھی اور خود سبکدوش ہوئے اور و بادشاہ غازی خرچ خانقاہ وغیرہ کے لئے چند مواضع آپ سے متعلق کر گئے آپ نے بفراغ خاطر خداوند تعالیٰ کی عبادت اور رضا و محبت میں عمر عزیز بسر کی۔ آخر کار شعبان کی گیارہویں چھ سو نوے ہجری میں ملک لازوال بہشت میں اریکہ فی ظلال علی الارائک متکئون پر مقیم ہوئے۔ فقیر نے ایک پارینہ کتاب کے ورق پر ایک شعر لکھا ہوا دیکھا اور باقی کیڑوں نے چاٹ لیا تھا وہ شعر یہ ہے۔ ؎

قطب اقطاب زماں مخدوم یحییٰ بادشاہ چوں ز تخت ظاہری در خلوتِ باطن نہفت

یقین ہوا کہ ضرور تاریخ ہوگی تو میں نے دو شعر اور کہکر اوس میں ملا دئے اور مادہ تاریخ وفات شریف کہ لفظ مخدوم ہے اور سلف سے منقول ہے اوس کو اور ایک مادہ تاریخ اور اپنی طرف سے نکال کر اوس میں داخل کر دیا قطعہ تاریخ

قطب اقطاب زماں مخدوم یحییٰ بادشاہ چوں ز تخت ظاہری در خلوت باطن نہفت

آنکہ بہ پیرایہ الفقر فخری ناز داشت ترک شاہی کرد و با شاہے مجاہد داد مفت

شد دو تاریخش ز القاب شریفش خود عیاں کاں یکے مخدوم دیگر تارک دیہیم گفت

۶۹۰ھ ۶۹۰ھ

جس زمانہ میں آپ نے رحلت فرمائی حضرت مخدوم جہاں شرف الدین منیری علیہ الرحمۃ کا سن شریف اونتیس ۲۹ برس کا تھا اور جب دہلی میں جاکر مرید ہوئے تو سن مبارک تیس ۳۰ برس کا تھا۔ اونھیں دنوں آپ کے پیر خواجہ خواجگان حضرت شیخ نجیب الدین فردوسی علیہ الرحمتہ کا انتقال ہے یہ شعر تاریخ

سال شیخ زماں نجیب الدین گفت ہاتف کہ خواجہ دیں بود

ایضاً نجیب دیں کہ اخص الخواص بود بجا است کہ سال رحلت او ہیچو او اخص آمد

۶۹۱ھ

مزار مبارک حضرت مومن عارفؒ منیر شریف
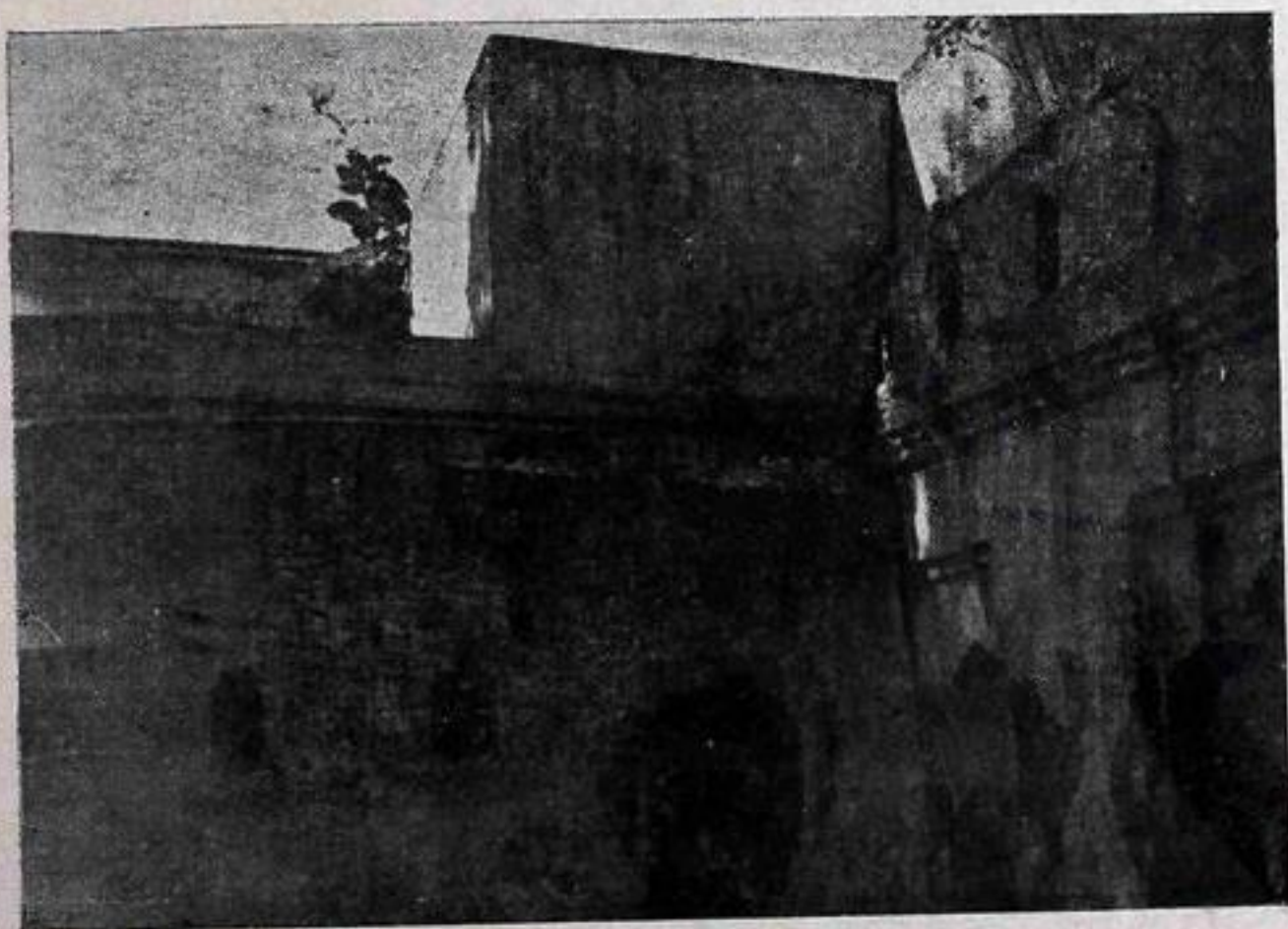
حجرہ متبرکہ حضرت مولانا مظفر بلخیؒ بڑی درگاہ بہار شریف

ذکر حضرت مخدوم شیخ مظفر بلخی قدس اللہ سرہ

پہلے آپ کا حال مناقب الاصفیا سے ترجمہ کیا جاتا ہے۔ خداوند تعالی ہم بیچاروں کو اعتقاد صادق و خالص عطا فرمائے اور آفات نفس سے بچائے اور پیشواؤں کے زیر قدم منزل مقصود پر پہونچا دے

قولہ[۱] خداوندا بذکر شاہ تجرید مظفر مظہر برہان تفرید

وہ سلطان جہان تجرید کے، وہ قہرمان ایوان تفرید کے، وہ آفتاب آسمان درباخت و برخاست کے، وہ ایسے کہ گذری ہوئی ہمت اون کے مقام سے درخواست کے، وہ فنا دیکھے ہوئے تجلی ذات کے، وہ بقا پائے ہوئے بھید میں صفات کے وہ پاکباز میدان ملک الملکوت کے، وہ شہباز ہوائے جبروت ولاہوت کے، وہ صوفی متکبر ساتھ کبریائے ربانی کے، وہ لاڈے بارگاہ بلند سبحانی کے، وہ جان شیخ جہاں اور رواں معروف کرخی[۲] برہان الحق والدین شیخ مظفر شمس بلخی اجلہ پیران طریقت اور اعزہ اصحاب حقیقت سے تھے۔ ف ایک عزیز جو اس تالیف میں موکد ہیں مجھ پہ متقاضی

---

[۱] مناقب الاصفیا ص ۱۶۴ الف

[۲] حضرت شیخ معروف کرخیؒ:۔ آپ کی کنیت ابو محفوظ اور اسم گرامی آپ کے والد ماجد کا نام فیروز یا فیروزان یا بقول دیگر معروف بن علی الکرخی ہے۔ یہ اپنے آبائی دین آتش پرستی پر تھے۔ بعد میں امام علی بن موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے اور حنفی مشرب و طریقہ اختیار کیا۔ حضرت امام علی بن موسیٰ رضا کو آپ سے غایت شفقت و محبت تھی اور جو کچھ ان کو حاصل ہوا ہے وہ آپکی خدمت و صحبت کے طفیل میں حاصل ہوا ہے۔ امام موصوف کی خدمت دربانی پر آپ مامور تھے۔ تذکرۃ الاولیا میں ہے کہ آپ حضرت داؤد طائی کی صحبت و خدمت میں زیادہ رہے ہیں جو حضرت امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد تھے اور طریقت میں حبیب راعیؒ کے مرید خاص تھے اور یہ حبیب راعی کو حضرت سلمان فارسیؓ سے بیعت حاصل تھی۔ حضرت سری سقطیؒ نے فرمایا کہ مجھے وصیت کیجیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے مرنے سے پہلے ہی میرے پیراہن کو صدقہ کر دینا۔ میں چاہتا ہوں کہ دنیا سے برہنہ خدا کے پاس حاضر ہوں جیسا کہ پیدا ہوا ہوں۔ بلاشبہ تجرید اور بے سروسامانی میں آپ کی کوئی ہمتا اور ثانی نہ تھا۔ صاحب کشف المحجوب نے لکھا ہے کہ حضرت معروف کرخی کے مناقب و فضائل بے شمار ہیں اور علوم میں قوم کے مقتدی اور امام ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ جوانمردوں کی علامت تین چیزیں ہیں۔ ایک وفاداری جس میں بیوفائی کا شائبہ نہ ہو۔ دوسرے ستائش بیجود تیسرے بے طلب داد و دہش۔ آپکی وفات ۲ محرم ۲۰۰ھ کو ہوئی۔ مزار شریف بغداد شریف میں ہے۔ لوگ دعا مانگنے اور حاضری کیلئے وہاں جاتے ہیں اور ہزاروں ہزار کا آزمودہ ہے کہ جو دعا وہاں مانگی جاتی ہے قبول ہوتی ہے (سفینۃ الاولیا نفحات الانس ص ۱۲)

کہ یہ جملہ جو ہے متکبر ساتھ کبریائے ربانی کے میرے سمجھ میں نہیں آیا اس کا مدعا بھی لکھ دیا جائے۔
نقل ہے کہ امام جعفر[1] صادق رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے کہا کہ آپ میں سب کمال کی صفتیں ہیں زہد وکرم وغیرہ اور آپ خاندان نبوت کے قرۃ العین ہیں لیکن متکبر بہت ہیں۔ فرمایا میں متکبر نہیں ہوں جناب کبریا کا تکبر مجھ میں ہے کہ جب میرا کبر فنا ہو گیا اوس کا کبر مجھ میں آیا اور میری جگہ پر بیٹھا۔ اپنے کبر سے تکبر کرنا نہ چاہئے لیکن اوس کے کبر سے تکبر کرنا چاہئے۔ **بیت**

دل من ہست صاف آئینہ صورتے کاندروست جلوۂ اوست انتہیٰ

مراتب معرفت اور اس کے دقائق میں اور اسرار توحید اور اس کے حقائق میں کمال رکھتے تھے ریاضت ومجاہدہ میں سالکوں میں راسخ تر تھے۔ سیر الی اللہ میں آپ کو قرار نہ تھا جب تک مقصود کو نہ پہونچے اور سیر فی اللہ میں چین نہ لیا جب تک میدان عشق نامتناہی میں نہ پڑے۔ عشق خدائے تعالےٰ کے سوا کسی چیز پہ نہ ٹھہرے درد محبت حق میں مصروف تھے۔ دنیا کیا ہے آخرت آپ کی ہمت کے آگے کچھ قدر نہ رکھتی تھی۔ ہر طور میں عالی کلام تھے۔ شیر مرد آپ کی بات پر عمل کرے پست ہمت بھاگنے کی راہ میں بے طور سوزش رکھتے تھے۔ سالکان چالاک وجانباز کے مرشد تھے جو کہ جان وتن پر کھیل جاتا

---

[1] امام جعفر صادقؓ:۔ آپکی کنیت ابوعبداللہ اور ابواسماعیل ہے۔ لقب صادق اور اسم گرامی جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام فروہ بنت القاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو دو واسطہ سے خرقہ کی نسبت حاصل ہے۔ ایک امام محمد باقر کے واسطہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اور دوسرے اپنے نانا قاسم بن محمد بن ابی بکر کے واسطہ سے۔ ان کو سلمان فارسیؓ سے اور ان کو صدیق اکبرؓ سے۔
آپ کی ولادت باسعادت دوشنبہ کے دن ۱۷ ربیع الاول ۸۰ھ میں ہوئی اور دوسری روایت میں ۸۳ھ ہے۔ آپ کا سن شریف ۶۸ سال اور بقول دیگرے ۶۵ سال تھا آپ کی وفات دوشنبہ کے دن ۱۵ رجب المرجب ۱۴۸ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپ کی قبر شریف جنت البقیع میں ہے۔ اس ایک قبہ شریف میں جس میں امام محمد باقر امام زین العابدین امام حسن علیہم السلام آسودہ ہیں۔ کتاب کشف المحجوب میں حضرت ہجویریؒ نے ایک روایت لکھی ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ایک دن اپنے موالی کے ساتھ بیٹھے تھے اور فرمارہے تھے کہ آؤ ہم بیعت کریں اور عہد کریں کہ ہم میں سے جس کو نجات حاصل ہو جائے وہ قیامت میں سب کی سفارش کریگا۔ حاضرین مجلس میں سے کسی نے دریافت کیا کہ اے ابن رسول اللہ آپ کو ہماری سفارش کی کیا حاجت کیونکہ آپ کے نانا علیہ السلام تو تمام مخلوق کی سفارش کریں گے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنے ان افعال کی وجہ سے شرمندہ ہوں کہ قیامت میں نانا جان کو کیا منھ دکھاؤنگا (سفینۃ الاولیاء ص)

آپ کی خدمت و صحبت کے لائق ہوتا اور جو کہ ایسا نہ ہوتا آپ کی صحبت میں قدم نہ رکھ سکتا۔
ابتدائے حال میں آپ کو علم شریعت کا شغل پورے طور پہ تھا۔ جس درویش کے پاس جاتے مشکلات
علم کو پوچھتے جب جواب میں تشفی نہیں ہوتی اعتقاد درست نہیں کرتے۔ آپ کے والد شیخ
شمس الدین شیخ احمد چرم پوشؒ کے خلیفہ تھے۔ آپ فرماتے شیخ احمد بزرگ ہیں۔ خوارق عادت
بہت رکھتے ہیں یعنی صاحب کرامات ہیں لیکن ہمارا اعتقاد اوس پہ ہے کہ علم میں راسخ ہو۔ اون
دنوں حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین منیری کے تبحر کا شہرہ شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت
چاروں طرح کے علم میں ایک جہاں کو گھیرے ہوئے تھا آپ کی طبیعت کی خواہش مخدوم جہاں کی
طرف تھی لیکن باپ کی رضامندی کے سبب سے توجہ میں دیر کرتے تھے باپ نے جب معلوم کیا فرمایا
رائے تمھاری رائے ہے جہاں تمھارا عقیدہ ٹھہرے وہاں توجہ کرو۔ پھر مخدوم جہاں کی خدمت میں آئے
جو کچھ مشکلات علمی رکھتے تھے پوچھا مخدوم جہاں نے اون کے جواب شافی دئے اگرچہ آپ نے زیادتی
علم سے لا تسلم بہت کیا مخدوم جہاں بسبب اوس اخلاق کے جو آپ رکھتے تھے اون کے ساتھ گرم
باتیں نہ بولے۔ بیان واضح سے اون کی مشکلوں کو حل کیا۔ آخر مجلس میں اپنی بحث کی دلیری پر پشیمان
ہوئے اور اخلاق مخدوم جہاں پر بے اختیار دلدادہ ہو گئے پھر ربط قلب حضرت مخدوم جہاں کے ساتھ
پیدا ہوا بلکہ پیر کی محبت کہ خداوند ذوالجلال کے فیض اور فضل سے ہے باطن سے ظاہر ہوئی مرید
ہونے کی درخواست کی۔ مخدوم جہاں نے اون کو شرف ارادت سے مشرف کیا پھر مشغولی راہ طریقت
کی درخواست کی۔ مخدوم جہاں نے فرمایا راہ طریقت کی مشغولی بغیر علم کے نہیں ہوتی۔ تم نے جو علم
پڑھا جاہ اور منزلت کی نیت سے تھا کچھ اتنا ثمرہ نہ دیگا خلوص نیت سے اللہ کے واسطے پھر کے
نئے سرے سے پڑھو اور تحقیق کرو تو کمال کا پھل لانیوالا ہے اور ترقی سلوک کا سبب ہو۔ اوس عالی
ہمت نے ویسا ہی کیا۔ اوسی وقت وداع ہوئے پیادہ پا چلے کئی کوس گئے تھے کہ پانوں میں چھالے
پڑ گئے۔ چلنے کی طاقت نہ رہی۔ کسی درخت کے نیچے تکیہ لگائے ہوئے تھے کہ ایک ملک زادہ حضرت

لے مونس القلوب مجلس سی و سیوم صفحہ ۱۸۵

مخدوم جہاں کے مریدوں میں سے اپنے مقررہ کے واسطے دہلی کو جاتا تھا اوسی درخت کے نیچے
اوترا اور پہچانا پوچھا کہاں جاتے ہو۔ حضرت شیخ مظفر نے کیفیت حال کہی۔ ملک زادہ نے
خوش ہو کر فوراً ایک گھوڑا سواری کے لئے دیکر اعزاز و اکرام کے ساتھ دہلی تک پہونچایا۔ ملک
زادہ اپنے کاروبار میں گیا اور شیخ مظفر طلب علم میں مشغول ہوئے۔ از سرِ نو شروع کیا باندازہ
دو سال کے علم اللہ کی تحقیق میں رہے اون دنوں سلطان فیروز نے ایک کوشک درست کیا تھا
تدریس کے لئے۔ اوس کوشک میں شیخ مظفر کو اختیار کیا۔ شیخ مظفر اگرچہ راغب نہ تھے بااینہمہ بسبب
اطاعت اولوالامر کی قبول کیا تو ایک دن کوشک پر تدریس میں مشغول تھے ناگاہ قوال آگئے اور
کچھ گانے لگے آپ کو ایک حالت طاری ہوئی کہ فوراً اپنے کو کوٹھے سے نیچے گرایا یعنی کود پڑے
خدائے تعالیٰ نے بچالیا کچھ ضرر نہ پہونچا اوسی حالت میں گھر کو لٹوا دیا بہار کی طرف روانہ ہوئے
مخدوم جہاں کی حضور میں پہونچے مریدان عالی ہمت کو کام اون کی ہمت کے موافق فرماتے ہیں واللہ
اعلم اس میں حکمت یہ ہوگی کہ جاہ یعنی عزت جو زیادتی علم سے آپ کو حاصل ہوئی ہو لوٹ جائے اور
اپنے کو جاہلوں میں شمار کریں۔ جب تخلیص نیت اللہ کے واسطے طلب کریگا خدائے تعالیٰ اوس کو
آفت جاہ سے کہ زنار آہنی ہے بچائے گا۔ پیران صادق مریدوں کو حال کے موافق کام فرماتے
ہیں۔ ف مترجم یہاں ایک نقل خواجہ بایزید بسطامی[1] علیہ الرحمۃ کی لکھتا ہے۔ آپ کے پاس ایک زاہد

---

[1] حضرت بایزید بسطامیؒ:۔ آپ کا لقب سلطان العارفین۔ نام طیفور بن عیسیٰ بن آدم بن سروشان ہے آپ کے دادا آتش پرست تھے۔ آخر میں مشرف باسلام ہو گئے تھے۔ آپ اصل میں بسطام کے رہنے والے تھے۔ آپ احمد خضرویہؒ حضرت ابو حفصؒ اور حضرت یحییٰ معاذؒ کے ہمعصر تھے اور حضرت شفیق بلخیؒ سے بھی شرف ملاقات حاصل کی تھی (نفحات الانس ص۴۵)

صاحب تذکرۃ الاولیا نے لکھا ہے کہ آپ نے ایک سو تیرہ پیروں کی خدمت کی ہے منجملہ ان کے ایک امام جعفر صادقؓ بھی ہیں۔ آپکی ماں نے کہا کہ ایام حمل میں جب میں اپنے منہ میں لقمہ کھاتی اور اس لقمہ میں کسی قسم شبہ کا ہوتا تو بایزید بسطامی میرے پیٹ میں بے چین ہو جاتے اور مجھے قے ہو جاتی اور وہ لقمہ پیٹ میں نہ رہتا۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ بایزید ہمارے اندر اس طرح ہیں جیسے ملائکہ میں جبرئیل ہیں۔ ان بڑی بڑی باتوں میں سے جو بایزید بسطامی کی بابت مشہور ہیں ایک یہ ہے کہ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ بایزید پر بڑے بڑے اتہام لگائے گئے ہیں۔ حضرت بایزید بسطامی سے کسی نے پوچھا کہ سنت کس کو کہتے ہیں اور فرض کیا ہے۔ فرمایا سنت ترک دنیا اور فرض خدا کی محبت ہے۔ نقل ہے کہ ایک دن آپ دجلہ پر گئے، دجلہ دونوں کناروں سے بھر آیا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس امر کے ظاہر کرنے میں ذرا بھی غرور اور فخر

آیا اور کہا مجھ کو خدا تک پہونچا سکتے ہو فرمایا ہاں۔ مگر میں جو کہوں گا وہ تو نہ کر سکے گا۔ زاہد نے کہا فرمایئے کروں کہ برسوں سے اسی کام کا طالب ہوں۔ خواجہ نے کہا ایک تو بڑہ میں جوز بھر کر لا اور جس محلہ میں لوگ تجھ کو عزیز اور بزرگ سمجھتے ہیں وہاں لے جا اور لڑکوں کو کہو جو مجھ کو جتنی دھولیں جڑیگا اوتنے ہی جوز گن کر اوس کو دونگا اور جو دھول نہ جمائے گا اوس کو جوز نہ دونگا لا الہ الا اللہ۔ خواجہ نے فرمایا سبحان اللہ اگر یہ کلمہ کوئی کافر کہے مسلمان ہو اور تو اس کلمہ کے کہنے سے مشرک ہوا۔ زاہد نے کہا کیونکر۔ خواجہ نے کہا اس سبب سے کہ تو نے اپنے کو بزرگ سمجھا اور اپنی بزرگی کے لئے یہ کلمہ پڑھا تعظیم حق کے لئے نہیں۔ زاہد نے کہا میں یہ نہیں کر سکتا۔ خواجہ نے کہا تو تیرا علاج نہیں۔ میں نہ کہتا تھا کہ جو میں کہوں گا وہ تو نہ کر سکے گا۔ انتہیٰ۔ سنا[1] ہے کہ مخدوم جہاں علیہ الرحمۃ نے آپ کو فقیران خانقاہ کی خدمت فرمائی تھی آپ اوس میں خوش رہتے۔ فقرا جس کام کو کہتے آپ اطاعت کرتے عزت اور ذلت کی طرف التفات نہ فرماتے۔ کپڑے اگر پھٹ جاتے پیوند لگا لیتے اور گرہیں دے ڈالتے۔ ایک دن مخدوم جہاں نے دیکھا کہ کپڑے ان کے بہت پھٹ گئے ہیں اور نہایت ذلت کی صورت میں پہونچے ہیں باینہمہ خوش ہیں بزبان حال یہ کہتے تھے۔ شعر

میں خوش ہوں خواری و تنہائی اچھی ہے مجھ کو   کہ التفات میرے حال پہ کسی کو نہیں

فرمایا مولانا مظفر کو لطیف اور بیش قیمت کپڑے دیں اور مکان لطیف اور رہو اور اُن کے لئے بنادیں اور خوابگاہ کے کپڑے لطیف اور نرم دیں اور طرح طرح کے لطیف کھانے پہونچائیں۔

محسوس نہیں ہوتا کہ گو میں کیسا ہی بے حیثیت ہوں لیکن اپنی عمر کے تیس سال کسی قیمت پر ضایع نہیں کرتا مجھے کرہم چاہئے کرامت نہیں۔ آپ نے فرمایا عارف وہ ہے جو بجز وصل و دیدار الٰہی کے کسی چیز پر رضامند نہ ہو۔ آپ کا فرمان ہے کہ نیکوں کی صحبت نیک کام کرنے سے بدرجہا بہتر ہے اور بُروں کی صحبت بُرے کام کرنے سے زیادہ نقصان دہ اور مہلک۔ نقل ہے کہ آپ کے وصال کے بعد کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے۔ فرمایا کہ مجھ سے دریافت کیا گیا ہے کہ اے بوڑھے کیا لایا ہے۔ میں نے کہا اس سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تو کیا لایا ہے بلکہ اس سے یہ کہا جائے کہ تو کیا چاہتا ہے۔ طریقہ طیفوریہ آپ ہی کی طرف منسوب ہے۔ اس فرقہ کی بنیاد سکر و غلبہ پر ہے۔ یعنی ہمیشہ یہ لوگ نشہ الٰہی میں سرشار و مست رہتے ہیں۔ آپ کی وفات پندرہ شعبان سنہ ۲۶۱ھ اور دوسری روایت کی رو سے سنہ ۲۳۴ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار مبارک بسطام میں ہے (سفینۃ الاولیا صفحہ ۶۶)

[1] مناقب الاصفیا صفحہ ۱۶۶ الف

لوگوں نے کہا ویسا ہی کیا لیکن آپ خدائے تعالیٰ کی محبت اور طلب میں ایسے تھے کہ یہ سب آپ کو کانٹوں کے برابر معلوم ہوتا تھا آپ پہ فقر کا بھید روشن ہو چکا تھا ان چیزوں میں مشغول نہ ہوتے تھے اور زبان حال آپکی یہ تھی کہ کہتے تھے۔ بیت

جان آدم چوں بسر فقر سوخت ہشت جنت را بیک گندم فروخت

ایک دن شیخ مظفر دہلیز پہ ہاتھ اونچا کئے ہوئے کھڑے تھے آپ کی نظر مبارک پڑی دیکھا کہ گوشت بدن میں نہیں رہا ہے پوست استخواں سے چسپیدہ ہے۔ پہلو نکلا ہوا ہے۔ حضرت شیخ جہاں نے قاضی زاہد کی طرف رخ کیا فرمایا زاہد دیکھتے ہو کیا شدھ ہو گیا ہے یہ کہ لا نسلم کہتا ہوا آیا تھا اور بہت کچھ انعام واکرام ارزانی فرمایا۔ سنا[1] ہے کہ ایک دن اپنے مشغلہ مشغولی کے مقام سے باہر آے اور کہا کہ میں مشغلہ میں بیٹھا ہوں اور میرے دل میں فلاں یعنی منکوحہ کا ذکر ہر بار بے اختیار گذرتا ہے مشغلہ میں بیٹھنا کیا فائدہ کرے گا۔ مخدوم جہاں نے ظاہر میں اون سے کچھ نہ فرمایا تھوڑی دیر بیٹھے رہے اوس کے بعد کہا کہ میں نے فلانہ کو طلاق دیا۔ مخدوم جہاں نے یہ بات جب اون سے سنی فرمایا تم کو خلوت کی حاجت نہیں جہاں رہو اور جس حال میں رہو برابر ہے اپنی بلند ہمت کے سبب درباخت و برخاست میں پیر کے دل کے محبوب ہوئے یہ جو کہہ گئے ہیں کہ پیر مرید کی تلاش میں ہیں تو اپنے کو مریدوں کے آئینہ میں دیکھیں وہ مرید آپ تھے۔ مجذوبوں سے بقوت جذبہ اور پیر کی رہبری سے عقبات سے ترقی کی اور احوال کے غلبوں سے مقامات تمکین میں پہونچے۔ باوجود اس کے کہ مقام تمکین میں تھے آپ کا شور اور غلبۂ حال حد سے زیادہ تھا۔ متاع دنیاوی جائز نہیں رکھتے کہ آپ کے پاس رہے جب گھر میں کچھ متاع دنیاوی دیکھتے خلق کو کہتے کہ لوٹ لو۔ نقل[2] ہے کہ صحیح مسلم نسخہ صحیح نہایت تصحیح کے ساتھ کاغذ ابریشمی پہ بخط عربی لکھا ہوا تھا شیخ الاسلام شیخ حسین معز شمس بلخی کو صحیح مسلم کی قرأت

---

[1] مناقب الاصفیا ص ۱۶۷ ، [2] مناقب الاصفیا ص ۱۶۸

اوسی نسخہ میں تھی اور وہ نسخہ شیخ حسین کو عطا کیا تھا اور کبھی دیکھنے کو شیخ حسین سے مانگ لیتے
ایک دن نسخۂ مذکور آپ کے آگے تھا ایک سائل آیا آپ سے کچھ مانگا آپ کچھ پاس نہ رکھتے تھے
وہی نسخہ سائل مذکور کو دیا۔ شیخ حسین نے سنا گئے اور کہا آپ نے یہ نسخہ مجھ کو عطا کیا تھا فرمایا جب
میں نے دیا تم بھی دیدو۔ پھر اونھوں نے تین سو ٹنگوں پر اوس سائل سے مول لیا۔ **نقل** ہے کہ ایک
عزیز ملاقات کو آیا۔ تنکہائے نقرہ لایا وہ چاندی کے ٹکے ہر ایک حاضرین مجلس پر تقسیم کر دئے
دو ٹکے رہ گئے تھے۔ خادم نے کسی طاق پر رکھ دئے۔ آپ اپنے معمول پر نماز میں مشغول ہوئے
جب تحریمہ نماز کے واسطے باندھتے ہیں دو ستور سامنے نظر آتے ہیں لاحول کہہ کر دفع کرتے ہیں۔
جب کئی بار یہ معاملہ ہوا خادم کو فرمایا کہ اے عزیز تلاش کر کہ کچھ آلائشِ دنیا گھر میں رہگئی ہے کہ
ہر بار نماز میں مزاحمت کرتی ہے۔ خادم گیا تفحص کیا ہر چند تفحص کیا کوئی چیز دنیاوی نہ پائی پھر آیا
عرض کیا۔ پھر جب نماز میں ہوئے پھر دو ستور صورت پکڑ کر سامنے آئے خادم کو ڈانٹا۔ خادم نے
خوب ڈھونڈھا کسی طاق پر دو ٹکے تھے سامنے لایا فرمایا پھینک دے۔ جب باہر آیا پھینک
دیا وہ صورت ستوروں کی دفع ہوئی کہا الحمد للہ والمنۃ للہ۔ **سنا[1]** ہے کہ جس
زمانہ میں حضرت شیخ جہاں راجگیر میں مشغول رہتے تھے شیخ مظفر کی مشغولی کے لئے حجرہ تعین کیا
تھا اوس حجرہ میں مشغول رہتے تھے۔ اوس تعین سے تیس اور کئی دن گذر گئے تھے کہ امیر شیخو
قوال نے آکر دروازۂ حجرہ کے آگے بیتیں اوٹھائیں۔ **ابیات**

کیش ما رسم شکستن نبود عہد وفا را اللہ اللہ تو فراموش مکن صحبت ما را

دریں دیار گذشتی و سالہا بگذشت ہنوز بوئے تو می آید از منازلہا

آپ کو طاقت نہ رہی چلہ توڑا فوراً حجرہ سے تواجد کرتے ہوئے نکلے۔ آپ کے درباخت و برخاست
کو کیا کہہ سکتے ہیں۔ خوارق عادات یعنی کرامات میں ایک شان عجیب رکھتے تھے کہ ظاہر نہ ہوتی مگر
غلبۂ وقت میں یا کسی مرید کی مصلحت سے۔ **نقل[2]** ہے کہ ایک دن اپنے پیر کے ساتھ کسی مجلس میں

---

[1] مناقب الاصفیا ص ۱۶۸، [2] مناقب الاصفیا ص ۱۶۹ الف

حاضر ہوئے۔ شیخ منہاج الدین اوس مجلس میں حاضر تھے۔ بات فرضیت حج میں چلی شیخ منہاج
الدین نے بطور تعریض کے آپ کے پیر کی طرف کہا کہ حج سب مسلمانوں پر فرض ہے اور ایک طرح کا
فخر حج سے ظاہر کیا آپ کو شیخ منہاج الدین کی باتوں کے سننے سے ایک قسم کی حرارت باطن میں پیدا
ہوئی ضبط نہ کر سکے۔ آستین شیخ منہاج الدین کو دکھائی اور بولے کتنا حج حج کا ذکر کرو گے غلامان
شیخ شرف الدین کی آستین میں دیکھو۔ شیخ منہاج الدین نے جو نگاہ کی کعبہ مبارک کو آپکی آستین
مین دیکھا تعجب میں رہے۔ آپ کے پیر کو یہ بات خوش نہ آئی آپ کو کہا کہ جتنا تو اپنی کرامت میں
مشغول ہوا او تنا ہی کرامت دینے والے سے روگردانی کی۔ سنا ہے[1] کہ جناب شیخ شمس الدین دہلی
میں کسی عہدہ کا شغل رکھتے تھے۔ ایک دن اہل دیوان میں سے کسی شخص نے گوشہ چشم سے ایک
اشارہ کسی چیز کی طرف کیا۔ شیخ شمس الدین کی نظر اوس پر پڑی دل میں گذرا کہ یہ نفاق کی علامت
ہے۔ ایسی مجلس میں رہنا نہ چاہئے۔ شغل جو رکھتے تھے ترک کیا اور دہلی سے نکلے جب بہار کے
قریب پہونچے شیخ احمد چرمپوشؒ اون کے آنے سے آگاہ ہوئے فرمایا ایک دوست آنا ہے
اپنے یاروں کو لیکر استقبال کیا ملاقات کے بعد شیخ شمس مرید ہوئے اور شیخ احمد چرمپوش کی خانقاہ
میں مشغول ہوئے اور اپنے حرم کی طرف لکھ بھیجا کہ میں نے ترک دنیا کیا تم اگر میری موافقت
کرو اسباب و اموال کو بیٹوں کے سپرد کر کے اس طرف چلی آؤ۔ اون کی حرم نے شیخ مظفر اور
شیخ معز الدین دونوں بیٹوں کو کہا تم لوگ اسباب و املاک لے لو ہم تمہارے باپ کی موافقت
کریں گے ان لوگوں نے کہا باپ کی موافقت کے لئے ہم لوگ اولیٰ ہیں۔ ہم بھی والد کی موافقت
کریں گے پھر گھر لٹوا کر چلے بہار آئے ف حضرت شیخ بہرام بہاری علیہ الرحمۃ کہ حضرت شیخ حسین
معز شمس بلخی کے مرید و خلیفہ[2] ہیں اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں کہ بعضے تواریخ بلخ میں ہے کہ شاہ ادہم

---

[1] مناقب الاصفیا ص ۱۶۹

[2] حضرت شیخ بہرام بہاریؒ مناقب الاصفیا کی عبارت کی وجہ سے مخدوم جہاںؒ کے مرید معلوم ہوتے ہیں اور صوفی منیری کی تحقیق کی بنا پر حضرت مخدوم حسین نوشہ توحید بلخیؒ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ حضرت بہرام بہاریؒ کا مزار مبارک بھی حضرت مخدوم حسین نوشہ توحید بلخیؒ کے روضہ مبارک میں ہے اور آپکے پائیں ہیں۔ اپنے رسالہ میں بھی سلسلۂ نسب بلخیہ پر اچھی روشنی ڈالی ہے اس سے گہری وابستگی اور عقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔

بن سلیمان ایک درویش عارف و کامل تھے کہ سلطان ابراہیم بن ناصر الدین جو حضرت امیرالمومنین عمر خطاب رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد سے تھے اوس کی بیٹی پر عاشق ہوئے اور اوس سے کدخدا ہوئے اون سے ابراہیم[۱] بن ادہم پیدا ہوئے۔ اوس بادشاہ کے دوسرا لڑکا نہ تھا اوس کے بعد ابراہیم ادہم بادشاہ ہوئے۔ آخر کار آپ نے جب بادشاہی ترک کی۔ آپ کے فرزندوں میں بادشاہی

---

[۱] ابراہیم بن ادہم:۔ آپکی کنیت ابو اسحق ہے۔ باپ کا نام ادہم بن سلیمان بن منصور بلخی ہے۔ آپ کا نسب نامہ تحقیقات المعانی کے باب اول کے مجلس اول میں اس طرح ہے سید ادہم ابن سید سلیمان ابن سید ناصر الدین ابن سید محمد ابن یعقوب ابن احمد ابن اسحق ابن زید ابن محمد ابن قاسم بن علی اصغر ابن امام زین العابدین ابن امام حسینؓ۔ آپ شاہی خاندان سے تھے ابتدا میں بلخ کے بادشاہ تھے۔ جوانی میں تائب ہوئے۔ نقل ہے کہ ایک رات تخت پر سو رہے تھے نصف شب کے وقت چھت ہلنے لگی۔ آپ نے آواز دی کون ہے۔ آواز آئی میرا اونٹ گم ہوگیا ہے اس کو تلاش کرتا ہوں۔ آپ نے کہا کہ اونٹ چھت پر کس طرح آسکتا ہے۔ آواز آئی اے غافل تو خدا کو اطلس کے کپڑے پہنکر سونے کے تخت پر بیٹھ کر تلاش کرتا ہے۔ یہ تو چھت پر اونٹ تلاش کرنے سے زیادہ عجیب بات ہے۔ اس بات کو سن کر سلطان ابراہیم کے دل میں ایک ہیبت طاری ہوئی اور ایک فکر میں مبتلا ہوگئے۔ دوسرے دن دربار عام کیا ارکان دولت بھی موجود تھے۔ دفعتاً ایک ہیبتناک مرد اندر سے باہر آیا کہ کوئی اس کو اندر آنے سے روک نہ سکا۔ سلطان کے تخت کے پاس آکر کھڑا ہوگیا۔ سلطان نے پوچھا کہ کیا ارادہ ہے۔ کہا اس سرائے میں آسکتا ہوں فرمایا عام رباط نہیں ہے میری سرائے ہے۔ کہا یہ سرائے تیرے پاس کس سے آئی تجھ سے پہلے کس کے پاس تھی کہا میرے باپ کے پاس۔ کہا اس سے پہلے کس کے پاس تھی کہا ان کے باپ کے پاس۔ کہا اس سے پہلے۔ کہا فلاں کے پاس۔ پھر اس طرح چند آدمیوں کو گنایا پھر کہا یہ رباط تیرے پاس نہیں رہیگی ایک جاتا ہے دوسرا آتا ہے سلطان اس گفتگو سے پریشان ہوگئے۔ پوچھا آپ کون ہیں۔ کہا میں خضر ہوں۔ یہ سن کر دل میں اور بھی خوف و ہراس پیدا ہوا اور پھر سب دولت و تخت کو چھوڑ کر آپ نے جنگل کی راہ لی۔ لوگوں نے ہاتف کو یہ کہتے سنا کہ بیدار ہو قبل اس کے کہ موت کے بعد تجھے بیدار کیا جائے اور اس طرح چند بار ہاتف نے کہا۔ دفعتاً ایک ہرن آتا دیکھا سلطان اس کے پیچھے ہولیا۔ ہرن کو خدا نے قوت گویائی عطا کی اور کہا کہ خدا نے مجھے تمہارے شکار کرنے کو بھیجا ہے تو مجھے کیسے شکار کریگا۔ یہ سن کر سلطان کی حالت بدل گئی کپڑے اتار پھینکے حکومت و تخت کو ٹھوکر ماری اور راہ طریقت میں چلنا شروع کیا۔ مکہ شریف پہنچے، امام اعظم ابو حنیفہؒ سفیان ثوریؒ اور ابو یوسف غولیؒ کی صحبت میں رہنے لگے۔ امام اعظم سے علم حاصل کیا۔ امام اعظم آپ کو سیدنا کہا کرتے تھے۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے تھے کہ ابراہیم ادہم اس جماعت میں علم کی کنجی ہیں۔ خرقۂ ولایت حضرت فضیل بن عیاض سے پہنا تھا۔ تمام عمر اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے رہے۔ زمانہ میں یکتا، شاہ ہر دو جہاں اور اپنے ہمعصروں کے سردار تھے۔ آپکی وفات ۱۶ جمادی الاول ۱۶۲ھ کو ہوئی۔ مزار مبارک جبلہ شام میں ہے۔ ایک روایت میں بغداد میں کہا گیا ہے لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے (سفینۃ الاولیا ص۸۰) نفحات الانس قلمی ص۱۵۔ آپ سے حدیثیں بھی مروی ہیں جیسا کہ ترمذی شریف کے باب مسح علی الخفین کے باب میں موجود ہے۔ طبقات الصوفیہ مصنفہ عبدالرحمن سلمی متوفی ۴۱۲ھ میں بھی متعدد حدیثیں درج ہیں۔ عبدالرحمن سلمی اجلہ مشائخ میں گذرے ہیں۔ دارقطنی ابو نصر سراج اور ابو القاسم نصرآبادی کے شاگرد ہیں۔

رہی سلطان مظفر اور سلطان معز شمس بلخی تک اون لوگون نے بھی بادشاہی ترک کی ہے۔

جب حضرت شیخ احمد چرمپوش کے کمال کا شہرہ بلخ میں پہنچا تھا شاہ مظفر اور شاہ معزالدین سلطنت بلخ چھوڑکر اپنے والد ماجد شاہ شمس الدین کی موافقت میں کہ حضرت احمد چرمپوش کے خلیفہ تھے بارادۂ بیعت بہار میں آئے۔ شیخ معزالدین شیخ احمد چرمپوشؒ سے مرید ہوئے اور شیخ مظفر باجازت پدر مخدوم جہاں سے یہ خبر سن کہ حضرت شیخ احمد چرمپوش نے مولانا مظفر کو لاولد کہا۔ اس بات سے مولانا بہت ملول ہوئے۔ حضرت مخدوم جہاں نے فرمایا کہ خاطر جمع رکھو خوش ہو کہ فرزندان شیخ معزالدین تمھارے فرزند ہیں پھر حضرت مخدوم نے مولانا کو طالبوں اور مریدوں کے وضو کے لئے آب کشی کی خدمت دی۔ غرور شاہی اور نفس امارہ کے توڑنے کے ارادہ سے۔ جب مولانا مظفر کمال شیخی کے درجہ کو پہونچے تو ان کلمات سے آپکو سرفرازی بخشی کہ تن شرف الدین جان مظفر جان شرف الدین تن مظفر، مظفر شرف الدین شرف الدین مظفر پھر حضرت مولانا کو عدن کی ولایت سپرد ہوئی کہ وہاں کی زمین مردہ قبول نہ کرتی تھی جب کوئی مردہ مدفون کیا جاتا تھا زمین باہر پھینک دیتی تھی۔ آپ کے قدموں کی برکت سے یہ بات موقوف ہوئی یہ قول موافق ہے قول بزرگاں منیر سے اور فقیر نے اپنے پیشواؤں سے ایسا ہی سنا ہے اور شیخ حسین بچپن سے حضرت مولانا مظفر کے کنار شفقت میں پلے اور آپ کے کہلائے اور حضرت مولانا کا فیضان سلسلہ شیخ حسین سے جاری ہوا اور آجتک جاری ہے اور شیخ حسین کے تین بیٹے تھے۔ شاہ سلیمان اور شاہ سیف الدین ایک بطن سے کہ ننہال اون کا کھیری[1] خانپورہ میں تھا اور شاہ حسن ایک بطن سے کہ ماں اون کی بی بی عروس تھیں جو مولانا مظفر کے برادر حقیقی مولانا قمرالدین کی بیٹی تھیں نسب[2] مولانا حضرت مولانا مظفر ابن سلطان

---

[1] یہ گاؤں ضلع پٹنہ میں پن پن اسٹیشن سے چار میل کے فاصلے پر ہے۔ یہاں بلخیوں کے خاندانی نایاب تبرکات تھے جو سنہ ۱۹۴۶ء کے فرقہ وارانہ فساد میں ضائع ہوگئے۔

[2] تحقیقات المعانی صـ۲ باب اول مجلس اول میں ہے کہ پنجم ماہ رجب المرجب من دربہ محل حضرت مخدوم شاہ مظفر بلخی کہ از خلفائے عظام حضرت پیر دستگیر مخدوم جہاں دام شرفہ بود درمیان آمد نیز مفصل بیان فرمود وآں اینست شاہ مظفر بن سلطان شمس بن سلطان علی بن حمید قدس سرہ بن سراج الدین بن محمود بن سلطان ابراہیم ادہم بن سید سلیمان بن سید ناصر بن محمد بن یعقوب

سید شمس الدین ابن سید علی ابن سید حمید الدین ابن سید سراج الدین ابن سید بزرگ ابن سید محمود ابن سلطان ابراہیم ابن سید ادہم ابن سید سلیمان ابن سید ناصر الدین ابن محمد ابن یعقوب ابن احمد ابن اسحق ابن زید ابن محمد ابن قاسم ابن امام زین العابدین ابن امام حسین شہید کربلا ابن شاہ مردان علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔ یہ نسب نامے لکھنے کے وقت مطلوب المبارک ملفوظ مولانا شیخ آموں علیہ الرحمتہ سے بھی صحیح کر لیا گیا ہے وہ بھی سلطان شمس الدین وسلطان علی لکھتے ہیں۔ یہ موافق ہے قول شیخ بہرام بہاری سے اور دلیل ہے اس بات کے اثبات کی کہ سلطنت سید شمس الدین اور مولانا تک تھی اور فقیر راقم نے بھی اپنے پیشواؤں سے ایسا ہی سنا ہے واللہ اعلم بالصواب گنج لایخفیٰ ملفوظ شیخ حسین معز بلخی میں ہے کہ سمندیر کے گھر میں مجلس تھی حضرت مولانا مظفر کو بھی بلوایا تھا۔ حضرت مخدوم جہاں کے یاروں میں سے بعضے لوگ اور بھی تھے سب نے سماع کیا برخاست کے بعد اپنے یاروں کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ سماع کی زبان سے میں آپ لوگوں کو کچھ پیام دیتا ہوں اور سماع آپ لوگوں کو کچھ کہتا اور یہ قطعہ پڑھا۔ قطعہ

گروہ نفس پرستاں سماع گردانند　　یکے دو حرف بگویم من از زبان سماع

بزیر پائے بکوبید ہر چہ غیر سماع　　سماع از آں شما و شما از آں سماع

غلہ کوٹھیوں میں ویسا ہی کپڑے گٹھڑی میں اوسی طرح ہر کس چیز کو چھوڑا کہ پائے کوبی کرتے ہو۔ گنج لایخفیٰ[۱] اور مونس القلوب[۲] میں ہے کہ ایکبار حضرت مخدوم شیخ مظفر مرحوم کو بہار کے عالموں کے ساتھ بحث کا اتفاق ہوا آپ فرماتے تھے کہ مسموع یعنی جو کچھ سننے میں آتا ہے اور مقرہ

بن احمد بن اسحق بن زید بن محمد بن قاسم بن علی اصغر بن امام زین العابدین بن امام حسین شہید دشت کربلا بن شاہ مردان علی کرم اللہ وجہہ» (مکتوبہ ۱۱۵۰ھ بید ملا غلام یحییٰ بہاری) صوفی منیری کا نے سید بزرگ کا اضافہ کیا ہے اور علی اصغر کی تخفیف کی ہے۔

[۱] گنج لایخفیٰ مجلس چہل و یکم ص ۱۲۶　[۲] مونس القلوب مجلس پنجاہم ص ۲۵۳

یعنی جو کچھ پڑھا جاتا ہے اور مکتوب یعنی جو کچھ لکھا جاتا ہے اور محفوظ یعنی جو کچھ دلوں میں یاد ہے حقیقتہ وہی کلام نفسی ہے بغیر حلول کے اور وہ لوگ کہتے تھے کہ یہ کلام نفسی نہیں ہے بلکہ کلام نفسی پر دال ہے۔ جب بہت مجادلہ ہوا آپ نے فرمایا کہ تم لوگ کیا سمجھو گے تمہارے اُستادوں نے نہیں سمجھا ہے یہ بات اون لوگوں کو گراں گذری محضر کیا اور مخدوم مرحوم نے بھی ایک رسالہ لکھا اوس میں دلائل منقول اور معقول بہت لائے صبح کو مخدوم جہاں کے حضور میں لیکر آئے عرض کیا کہ متعلمان بہار نے محضر کیا ہے اگر حکم ہو تو جاؤں اور جواب دوں حضرت مخدوم جہاں نے اوس رسالہ کو ملاحظہ فرمایا ناخوش ہوکر اوس رسالہ کو پارہ پارہ کیا اور فرمایا مولانا[1] تم میرے پاس مسلمان ہونے کو آئے ہو یا بحث کرنے کو یہ جو تم نے لکھا ہے بارے کون سمجھے گا یہ لوگ تو جامد الطبع ہیں جب دیر ہوئی دو طالب العلم مخدوم مرحوم کے بلانے کو آپ کے ہاں آئے وہاں سنا کہ آپ مخدوم جہاں کے ہاں گئے ہیں۔ یہاں آئے اور شرط آداب بجالا کر بیٹھ گئے حضرت مخدوم جہاں فرمایا ایک تو خود سمجھتے نہیں اور اوس پر دوسروں کے ساتھ بحث کرتے ہیں۔ طالب علموں نے جب یہ سنا سمجھا کہ حضرت مخدوم جہاں حضرت مولانا مظفر کے موافق ہیں پھر گئے پھر جب، وہ لوگ بعضے دہلی گئے وہاں کے علماء نے وہی باتیں ثابت کیں جو مخدوم مرحوم فرماتے تھے۔ مونس القلوب[2] ملفوظ شیخ احمد بن حسن بلخی میں ہے کہ حضرت مخدوم جہاں حضرت

---

[1] مخدوم جہاں نے آپ کو اکثر مکتوب میں مولانا۔ امام۔ شیخ الاسلام اور شیخ کے لقب سے یاد کیا ہے۔ یہ لقب مولانا کو دربار رسالت سے عطا ہوا ہے۔ چنانچہ مکتوب صد و شصت و پنجم میں مولانا نے خود تحریر فرمایا ہے کہ "ایں بیچارہ اول کرت درخانہ کعبہ مصطفیٰ را صلی اللہ علیہ وسلم در خواب دید در حجرہ کہ ہمہ نور گرفتہ بود مرا فرمود کہ مولانا ایں حجرہ بشما مید ہم بیائید و بباشید و خوش خواہید بودن ایں بیچارہ در خواب مکث کرد بار دیگر ہم فرمود و فرمود بریں عبارت کہ ہنوز فرزندان را ہم بیارید من و فاطمہ دریں حجرہ بودہ ایم بشما مید ہیم خوش خواہید بودن اکنوں جواذب آں خواب قلابہ در دل آویختہ مرا از زمیں خود کشیدہ تا اینجا آوردہ دریں مملکت و در آستاں ہمایوں اعلیٰ دو سال گذشتہ حالی التماس اجازت است تا صدقہ شاہ در چت گانوں رواں کند دریں باب برحمت فرمائی باید۔
(مکتوبات مولانا مظفر بلخی ص۱۸۷)

[2] مونس القلوب مجلس پنجاہم ص۴۸

مولانا مظفر سے دوبار ناخوش ہوئے تھے ایک تو وہی کہ اوس رسالہ کو چاک کیا دوسرا واقعہ یہ ہے کہ شیخ منہاج الدین علیہ الرحمۃ حضرت مخدوم جہاں پر بطور طعن کے الزام دھرتے تھے کہ مخدوم حج کو نہ گئے اور مخدوم جہاں عذر شرعی بیان کرتے کہ مادر ضعیفہ کا حق پابند کئے ہوئے ہے اور حاجی منہاج الدین رحمۃ اللہ علیہ نے سات حج کئے تھے۔ مخدوم شیخ مظفر مرحوم نے اون کو آستیں دکھلائی اور حاجی صاحب نے جو نظر کی تمام مکہ و مدینہ اور حرم اور اون کے مقامات کو دیکھ لیا اور شرمندہ ہو گئے بلکہ دو ایک شخص اور بھی وہاں تھے اون لوگوں نے بھی دیکھا حضرت مخدوم جہاں کو یہ بات پسند نہ آئی ناخوش ہوئے اور اس معاملہ میں تین دن تک مولانا مظفر سے بولے نہ تھے اور آپ نے مولانا مظفر کے حق میں فرمایا ہے کہ اگر میں نہ ہوتا تم مانند منصور کے ہو جاتے۔ ایضاً[1] حضرت مخدوم مرحوم نے حضرت مخدوم جہاں کو لکھ بھیجا کہ میں جس راہ میں وضو کرنے کو جاتا ہوں درخت مجھ سے بولتے ہیں ایک درخت کہتا ہے مجھ سے چاندی بنتی ہے۔ حضرت مخدوم جہاں نے جواب میں لکھا آزمائش کرو اگر جھوٹ ہو تخیل شیطانی ہے لاحول پڑھو اور اگر سچ ہو مجھے دکھلاؤ۔ مخدوم مرحوم نے ایک رانگے کی کنگن پر اوس کا شیرہ ٹپکایا فوراً چاندی ہو گیا ویسا ہی حضرت مخدوم جہاں کے پاس بھیجدیا۔ جب آپ نے دیکھا کہ تحقیق ہے لکھ بھیجا۔ اے برادر ایسی چیزیں بہت دکھلائی جائیں گی چاہئے کہ تم التفات نہ کرو کہ کام اس سے آگے ہے پھر آپ کبھی ان چیزوں پر التفات نہ کرتے تھے اگرچہ بہت کچھ دیکھتے اور بہت کچھ سنتے۔ ایضاً[2] حضرت مخدوم مرحوم کی خانقاہ میں کبھی دو وقت کھانا ہوتا تھا ایک وقت نماز عشا کے بعد تر و خشک تھوڑا بہت جو کچھ موجود ہوتا حاضر کیا جاتا تھا اور کھاتے تھے جو صوفی کو دوبارہ کھانا آتا اوس کو اپنی صحبت سے جدا کر دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ میرے پاس جو آتے ہو کھانے پینے کو آتے ہو اگر میرے پاس رہو گرسنگی اور برہنگی اور تشنگی اختیار کرو وگرنہ کیا فائدہ۔ ایضاً[3] حضرت مخدوم جہاں کے

---

[1] مونس القلوب مجلس دوئم صفحہ ۴ [2] مونس القلوب مجلس دوئم صفحہ ۵ [3] مونس القلوب مجلس ششم صفحہ ۲۷

دو خلیفہ[۱] تھے۔ مخدوم شیخ مظفر مرحوم اور شیخ نصیر الدین سنامی۔ جب مخدوم مرحوم آتے تھے حضرت مخدوم جہاں کبھی دروازہ کے آگے تک اور کبھی کم و بیش بے شبہ استقبال کرتے تھے اور جب شیخ نصیر الدین آتے تھے مخدوم جہاں دو زانو ہو بیٹھتے تھے۔ قاضی زاہد نے حضرت مخدوم جہاں سے اس کا سبب پوچھا آپ نے فرمایا میں کیا کروں جب مولانا مظفر آتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ ماہ آتا ہے اور کوئی کہتا ہے کہ شاہ آتا ہے اور جب شیخ نصیر الدین آتے ہیں کہتا ہے مولانا آتا ہے۔ **ایضاً**[۲] جب حضرت مخدوم مرحوم مجرد ہوئے جو کچھ ملک رکھتے تھے سب کو لٹوا دیا اور ایک کمبل پہنے ہوئے آئے حضرت مخدوم جہاں نے بہت بہت کرم فرمایا اور نوازش کی۔ کئی دن بعد شیخ نصیر الدین بھی اوسی طرح پر ایک کمبل پہنے ہوئے آئے حضرت مخدوم جہاں کو جو ربط شیخ نصیر الدین کے ساتھ قدیم تھا وہ بھی نہ رہا اور اون کی طرف خوش ہو کر نہ دیکھتے تھے اور جواب نہ دیتے تھے۔ جب کئی دن اس طرح گذرے مخدوم مرحوم نے اون کو کہا تم نے اپنے کپڑے کیا کئے۔ کپڑے پہنکر حضور میں جاؤ شیخ نصیر الدین نے ویسا ہی کیا اسی وقت آپ نے پوچھا کہ مولانا نصیر الدین کہاں تھے **ایضاً**[۳] کوئی چالیس بار آپ نے اپنا گھر لٹوا دیا ہے جب کچھ جمع ہوتا تھا لٹوا دیتے تھے مخدوم شیخ حسین فرماتے تھے جب آپ گھر لٹوا دیتے تھے میں چھوٹا سا تھا کبھی میرا ہاتھ پکڑ کر باہر نکل آتے تھے اور کبھی مجھ کو بھی بھول جاتے تھے کوئی دوسرا آدمی میرا ہاتھ پکڑ کر ہجوم سے باہر لاتا تھا۔ بعضے وقت کتابیں لٹ جاتی تھیں اور مخدوم شیخ حسین قیمت دیکر پھیر لیتے تھے۔ ایک دن کوئی سائل آیا حضرت شیخ حسین کا بقچہ

---

[۱] حضرت مخدوم جہاں کے صرف یہی دو خلیفہ نہیں تھے بلکہ کثرت سے تھے جن میں مخدوم شیخ مظفر بلخی اور شیخ نصیر الدین سنامی کا تذکرہ بار بار آیا اور یہ دونوں آپ کے چہیتے خلیفہ تھے۔ ان کے علاوہ مندرجہ ذیل مشہور اور معروف خلیفہ ہوئے جن کی نسل سے آج بھی رشد و ہدایت کی شمعیں روشن ہیں۔ (۱) حضرت مولانا شاہ آموںؒ (۲) حضرت مخدوم شاہ شعیبؒ (۳) حضرت حسین نوشہ توحید بلخیؒ (۴) حضرت سید علیم الدین گیسو دراز دانشمندیؒ نیشاپوری (۵) حضرت شیخ شمس الدین محمود خضر بدایونیؒ
(تذکرہ ابو نجیب سہروردی مصنفہ حسن میاںؒ)

[۲] مونس القلوب مجلس ششم ص۸ [۳] مونس القلوب مجلس سی و یکم ص۱۰۲

سامنے رکھا ہوا تھا آپ نے اوس کو دیدیا۔ اوس میں اسباب اور مال تھا۔ دو تین دن کے بعد مخدوم شیخ حسین اوس بقچہ کو ڈھونڈھنے لگے تو آپ نے فرمایا تم جانتے ہو کہ میں ایسا بے دیانت ہوں تو میرے پاس کیوں کوئی چیز رکھتے ہو انھوں نے عرض کیا کہ سعادت میری ہے اگر آپ مجھے بھی کسی کو بخشدیں دولت میری ہے۔ ایضاً[1] جب حضرت مخدوم جہاں نے رحلت فرمائی مخدوم شیخ مظفر مرحوم حاضر نہ تھے جب تک آپ آویں حضرت مخدوم جہاں کی خانقاہ میں بعضے مریدوں نے کلاہ دینا شروع کیا جب مخدوم مرحوم پہنچے ایک دن روضۂ متبرکہ میں اجتماع تھا۔ آپ نے شروع کیا کہ آپ لوگ ہر ایک کو جو کلاہ دیتے ہیں کس دلیل سے دیتے ہیں۔ مولانا شہاب الدین مانک پوری بولے میرے پاس حضرت مخدوم جہاں کی ٹوپیاں تھیں وہی دیتا تھا سب نے کہا کہ اس کی کچھ اصل نہیں اونھوں نے ترک کیا بعضے بولے کہ حضرت مخدوم جہاں نے مجھ کو اپنا غلاف دیا تھا اوسی سے کلاہ دیتا تھا پھر لوگوں نے مخدوم مرحوم سے پوچھا کہ آپ کیا حجت رکھتے ہیں اور آپ کا اجازت نامہ خاص حضرت مخدوم جہاں کے ہاتھ کا لکھا ہوا گھر میں تھا فرمایا میاں حسین جاؤ اجازت نامہ لاؤ۔ مخدوم شیخ حسین چلے تھوڑی دور گئے گئے تھے کہ پھر آپ نے فرمایا میرا پیر مردہ نہیں ہے میں نے ایسا پیر نہیں کیا ہے کہ مر جائے آؤ سب لوگ عرض کریں حضرت شیخ جس کو فرمائیں وہ خلیفہ ہو یہ بات کہی اور قبر مبارک کی طرف چلے۔ قاضی مخدوم عالم نے فرمایا تم لوگ چاہتے ہو کہ فتنہ قائم ہو میں جانتا ہوں کہ جب یہ عرض کریں گے حضرت مخدوم اون کو جواب دیں گے یہ سنکر سب لوگ باز رہے اور حضرت مخدوم مرحوم سجادہ پر بیٹھے۔ ایضاً[2] کسی شخص نے آپ سے عرض کیا آپ بندہ کو اپنے وقت خاص میں یاد کریں اور دعا سے مدد فرمائیں آپ نے فرمایا لعنت اوس وقت پر کہ جس میں تو یاد آئے ایضاً[3] آپ کو جو حاجت اور مشکل پیش آتی تھی اور جہاں کہیں رہتے تھے حضرت مخدوم جہاں علیہ الرحمۃ کی طرف توجہ کرتے تھے اور رابطۂ قلب سے مدد پہونچتی تھی اور وہ مشکل حل ہو جاتی تھی۔ ف

---

[1] مونس القلوب مجلس دوازدہم صفحہ ۹۸ [2] مونس القلوب مجلس بیست و دوم صفحہ ۱۳۷ [3] مونس القلوب مجلس بیست صفحہ ۱۲۶

بزرگان طریقت فرماتے ہیں کہ رابطہ قلب جتنا مستحکم ہوگا اوتنا ہی فائدہ پہونچے گا اگرچہ اوس کو
خبراور تمیز نہ ہو اور جس قدر اوصاف ذمیمہ کبر و کینہ وحب جاہ وحب دنیا وغیرہ سے دل پاک ہوگا
اوتنا ہی فائدہ اور امتیاز ہوگا اور جب صفات ذمیمہ سے دل بالکل پاک ہو جائے گا مرتبہ یقین
اور معائنہ حاصل ہوگا جیساکہ بہشت میں کہ مومنوں کا دل صفات ذمیمہ سے پاک ہوگا۔ اگر ایک
مومن دوسرے مومن کی ملاقات کا قصد کرے گا تو اوس کو بھی بوجہ ربط قلب اور آگاہی دل اور
کشش محبت کے اوس کی ملاقات کی خواہش پیدا ہوگی اور اپنے مقام سے دونوں چلیں گے
اور ملاقات کریں اور جو جیتے جی مرگئے اون کا عالم یہ ہے کہ ابدانھم فی الدنیا وقلوبھم فی الآخرۃ
یعنی اون کا بدن دنیا میں ہے اور اون کا دل عقبیٰ میں ہے۔ بیت

بوالعجب قومے کہ پیش از مردن خود مردہ اند پیش ازاں کا ید لوید ے رخت آنجا بردہ اند

حاصل کلام جس زمانے میں آپ مکہ مبارک میں تھے کوئی حاجت پیش آئی حضرت مخدوم جہاں کی
طرف متوجہ ہوتے تھے اور حاصل نہ ہوتا تھا۔ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا
کہ فرماتے ہیں۔ مظفر یہ زمین پیغمبروں کی ہے شرف الدین نہایت ادب سے جو اون کو ہے اس زمین
میں تصرف نہیں کرتے اگرچہ کر سکتے ہیں تم کو جو حاجت ہو مجھ سے کہو میں اوس کو روا کروں اور اگر شرف الدین
ہی سے کہنا ہو تو یہاں سے اوٹھ جانا چاہئے۔ مخدوم مرحوم وہاں سے اُٹھے اور مکہ شریف سے کئی
کوس باہر آئے وہاں حضرت مخدوم جہاں حاضر ہوئے اور وہ مشکل حل کی ف حضرت رسول
مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اگر فرماتے کہ تم مجھی سے پوچھو تو مولانا حضور ہی میں عرض کرتے مگر آپنے
دو باتوں میں اختیار دیا تو مولانا نے ایسا کیا اور یہ ادب تھا کہ اپنے کو بارگاہ رسالت میں عرض
کرنے کے لائق نہ سمجھا اور مقربان بارگاہ عالی کا وسیلہ ڈھونڈھا۔ ایضاً[1] جس زمانہ میں آپ مکہ
مبارک میں تھے غار حرا کے قریب دامن کوہ میں مشغول رہتے تھے۔ مولانا بہاؤالدین بھی آپکے
قریب ایک مقام میں مشغول تھے۔ مولانا بہارالدین کے دل میں آیا کہ اس وقت مجھ کو حضور

---

[1] مونس القلوب مجلس پنجاہ و پنجم صفحہ ۲۸۶

حاصل ہوا ہے کہ کسی چیز کی طرف التفات نہیں رہا ہے اتنے میں ایک پتھر پہاڑ کے اوپر سے الگ ہوا اور زور و شور سے لڑھکتا ہوا نیچے کو چلا آپ سے بہت قریب تھا اور مولانا بہار الدین سے دور تھا۔ مولانا بہار الدین کو طاقت نہ رہی۔ اپنی جگہ سے اوٹھکر بھاگے اور مخدوم مرحوم کو کچھ التفات بھی نہ تھا۔ جب پتھر نیچے گر گیا آپ نے فرمایا مولانا بہار الدین آپ کو خوب حضور حاصل ہوا ہے۔ مولانا بہار الدین شرمندہ ہوئے اور اوس خطرہ سے توبہ کی۔ حضرت مولانا مظفر علیہ الرحمۃ پر یہ شعر خواجہ سعدیؒ[1] قدس اللہ سرہ کا صادق آیا جس کا ترجمہ یہ ہے۔ شعر

پہاڑ سے جو کوئی سنگ آسیا لڑھکے   نہیں ہے عارف اگر راہ سنگ سے اوٹھ جائے

ایضاً[2] ایک دن ملک خداوند نے اشراف شہر کی دعوت کی اور حضرت مخدوم شیخ مظفر مرحوم اور مخدوم مولانا نظام الدین کے درمیان آکر بیٹھا اور عرض کیا کہ میں نے سنا تھا کہ جو شخص دو مغفوروں کے درمیان بیٹھے گا وہ بھی مغفور ہوگا اس لئے یہ جرأت کی۔ ایضاً[3] آپ تین بھائی

---

[1] شیخ شرف الدین مصلح بن عبداللہ المعروف بہ شیخ سعدی شیرازی:۔ آپ کی ولادت باسعادت ۵۸۵ھ یا ۶۰۶ھ میں ہوئی آپ شیخ عبداللہ خفیف شیرازی قدس سرہ کے مزار شریف کے مجاوروں میں سے تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم شیراز میں حاصل کیا اس کے بعد بغداد روانہ ہوئے اور یہاں مشہور مدرسہ نظامیہ میں تعلیم حاصل کی آپ نے بہت سفر کیا اور تیس چالیس سال کی مدت سفر میں گذار دی۔ بغداد شام اور مکہ سے لیکر شمالی افریقہ تک گھومتے رہے۔ مختلف شہر اور گوناگوں ملتوں کو دیکھا مختلف مذاہب اور فرقوں سے واقف ہوئے۔ آپ نے بارہا پیادہ پا حج خانۂ کعبہ بھی کیا اور بہت سے مشائخ کبار سے فیض حاصل کیا اور شیخ شہاب سہروردیؒ کی صحبت میں رہے اور آپ سے مرید بھی ہوئے۔ آپ نے اپنے اشعار میں حضرت شہاب الدین سہروردیؒ سے بہت عقیدتمندی کا اظہار کیا ہے۔ سعدیؒ فارسی شاعری اور نثر نگاری میں اپنا ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ تصوف اور اخلاق کی تعلیم اسی فارسی کے ذریعہ دی ہے۔ ہر جگہ ان کے اشعار و افکار عقیدت کی آنکھوں سے لگائے گئے ہیں۔ آپ کی تصنیف گلستاں و بوستاں کو جو مقبولیت حاصل ہے وہ اس کی بین دلیل ہے ان کی تصنیف کا ترجمہ دنیا کی تقریباً اہم زبانوں میں ہو چکا ہے۔ حضرت سعدیؒ کی وفات ۶۹۱ھ تا ۶۹۴ھ کے درمیان شیراز میں ہوئی اور اسی شہر میں آپ مدفون بھی ہوئے۔ آپ کا مزار مبارک مرجع خلائق ہے۔
(نفحات الانس و تاریخ ادبیات ایران رضازادہ شفق)

[2] مونس القلوب مجلس پنجاہ و ششم ص ۲۹۲   [3] مونس القلوب مجلس ہفتاد و دوم ص ۳۶۶

تھے مولانا مظفر پھر مولانا معزالدین پھر مولانا قمرالدین اور مولانا قمرالدین بھی اہل تھے ہر علم میں مستعد اکثر مسئلہ روح میں آپ سے سوال کرتے۔ آپ فرماتے اس میں رخصت نہیں ہے نہ پوچھو۔ یہ باز نہیں آتے تھے اور استیعاب کرتے تھے۔ ایک دن جب پرسش زیادہ کی آپ کی زبان مبارک سے نکلا کہ دانت بند کئے رہو اور اون کو شیرینی ترنگبیں کھانے کی بہت عادت تھی۔ ایک دن ترنگبیں کھا رہے تھے۔ ترنگبیں سے دانت پر دانت سٹ گئے کتنی ہی تدبیریں کیں نہ کھلے اون کا انتقال اسی میں ہوا۔ انتقال کے بعد آپ نے اون کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا مسئلہ روح جو پوچھتے تھے حل ہوا بولے ہاں حق آپ کی طرف تھا کہ بیان نہیں کرتے تھے۔ ف ادھر زبان بند ہو گئی اودھر آپ کے فیضان قلبی سے مسئلہ روح منکشف ہونے لگا۔ بیت

ستانی زباں از رقیبان راز   کہ تا راز سلطان نگویند باز

ایضاً[۱] آپ کا عجب طور تھا ایک لونڈی مول لی اور اوس سے محبت ہوئی فوراً اوس کو آزاد کیا اور شوہر کردیا اسی طرح کم وبیش سو لونڈیاں ہوں گی کہ آزاد کرکے شوہروں کو دیا تھا اور پانچ عورت منکوحہ کو طلاق دیا جب کچھ محبت ہوئی فوراً طلاق دیا اون لونڈیوں میں سے جن کو آزاد کرکے نکاح کردیا تھا پانچ چھ کو میں نے بھی دیکھا ہے کہ والد ماجد کے حضور میں آتی تھیں مگر بی بی ضیار کہ جب آپ نے چاہا کہ اون کو بھی اوروں کی طرح آزاد کریں اور شوہر کے حوالہ کردیں انھوں نے حضرت کا پاؤں پکڑا اور کہا کہ مجھ کو آپ کے ساتھ خلوت خیر کی محبت ہے خدمت میں رکھئے کہ دولت خدمت سے محروم نہ رہوں تو وہ رہیں اور آپ کو حضرت مخدوم جہاں نے ارشاد کیا تھا کہ مظفر تم سوزش رکھتے ہو تم سے کوئی لڑکا نہ ہوگا۔ مناقب[۲] الاصفیا میں ہے کہ آپ کے بھائی شیخ معزالدین کی موت کا حادثہ لکہی مین ہوا اور وہ اس طرح پر ہے کہ شیخ معزالدین کو علالت کا غلبہ ہوا حضرت شیخ مظفر اون کے بر سر وقت حاضر ہوئے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ معزالدین مناسب یہ تھا کہ پہلے مجھ کو لے جاتے کیونکہ میں تم سے بڑا ہوں پھر

---

[۱] مونس القلوب مجلس ہفتاد و ہشتم ص۲۰۸ [۲] مناقب الاصفیا ص۱۷۱

فرمایا کہ ہمارے اور تمھارے درمیان یہی پیراہن ہے پیراہن کا گریبان ہاتھ میں لیکر اشارہ فرمایا۔ ماہ شوال کی نویں تھی کہ شیخ معز الدین نے دار فنا سے دار بقا میں کوچ فرمایا۔ مقام بی بی خدیجہ[1] اور فضیل عیاضؒ میں ان لوگوں کے قریب دفن کیا اوسکے بعد جب مکہ مبارک سے چلے راہ عدن کے درمیان پیراہن مبارک پھٹ گیا۔ خیاط کو اشارہ کیا کہ پیوند لگادے حضرت شیخ حسین نے عرض کیا کہ نیا کپڑا موجود ہے اجازت ہو تو لاؤں فرمایا وہ کپڑا تم پہنو۔ بہت الحاح کیا کہ پیراہن نہیں پہنتے ہیں تو دستار سر پر باندھئے فرمایا تم دستار باندھو ہم نہ باندھیں گے۔ پھر شیخ حسین نے کہا کہ ایسے الفاظ زبان مبارک سے نہ نکالئے کہ یہ لوگ بیچارے امیدوار ہیں کہ حق تعالیٰ حضور کی نظر میں اون لوگوں کو جہاں سے اوٹھائے تو آپ ان لوگوں کی نماز جنازہ پڑھیں کہ یہ لوگ نجات پاویں۔ حضرت مخدوم مظفر نے منھ قبلہ کی طرف کیا اور ہاتھ آسمان کی طرف اوٹھائے فرمایا حق تعالیٰ تمھاری دعا قبول نہ کرے۔ سنا[2] ہے کہ جب عدن میں ایک مدت بسر کی آخر کار جب بیمار ہوئے کوئی اکیس روز بلکہ زیادہ۔ کچھ کھانا پینا نہ تھا اور کسی کے ساتھ بات چیت بھی نہ تھی۔ جب کوئی پوچھتا فرماتے کہ اس وقت مجھ کو تشویش نہ دو مجھ کو کام میں رہنے دو اور اکثر شیخ حسین سے ارشاد ہوتا کہ شیخ کو دیکھتا ہوں لیکن مجھ کو فرماتے نہیں کیا ہوگا۔ ایک دن صبح کو دولت اور سعادت کے ساتھ ارشاد ہوا کہ شیخ حسین مجھ کو اوٹھاؤ اور تکیہ دو کہ میں نے آج کی رات مطلب کے موافق حضرت کو دیکھا ہے اور ملاقات کی ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ آج کی رات ایک خواب دیکھا ہے لیکن نہ کہونگا حضرت شیخ حسین نے عرض کیا کہ جب نہ فرمائیں گے تو حضرت نے کس لئے فرمایا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے مہربانی سے ارشاد ہوا ایک رمز کہتا ہوں اوس خواب سے وہ رمز یہ ہے من احب لقاء اللہ احب اللہ لقائہ یعنی جو دوست رکھتا ہے ملاقات اللہ کی دوست رکھتا ہے اللہ ملاقات اوس کی۔ پھر اپنے عالم میں

---

[1] آپ دونوں کی قبر مزارات معلی یعنی مقام جنت المعلیٰ میں ہے [2] مناقب الاصفیا صفحہ ۱۴۷

مشغول ہوئے جب آپ کو سفر آخرت پہونچا اور بیماری نے غلبہ کیا حضرت شیخ الاسلام شیخ حسین[1] برادر زادہ کو رحمت کی نشانیاں اور ہر طرح کی اپنے اور پیروں کی نعمتیں عطا فرمائیں اور وداع فرمایا کہ بہار میں جاؤ۔ عرض کیا اوس مقام میں بہت سے پیر ہیں۔ میری کیا طاقت ہے کہ وہاں سر اوٹھاؤں۔ فرمایا واللہ جب تو سر اوٹھائے میں کوئی سر نہ رکھوں اور کچھ نصیحت کی اور رحلت فرمائی جنت العدن میں روح پاک کا مسکن ہوا اور زمین عدن میں جسم مبارک کا مدفن ف رمضان[2] کی تیسری ۷۸۸ھ میں یہ واقعہ ہوا۔ شعر تاریخ

روح مولانا مظفر کرد چوں نقل مکاں ۔۔۔ از عدن در عدن شد تاریخ مخدوم زماں

قطعہ تاریخ

چشمۂ فیض ذات اوست کزو ۔۔۔ رفتہ ہر سوئے جوئبار شرف

سالِ نقلِ مظفرِ بلخی ۔۔۔ جستم و یافتم بہار شرف

---

[1] مناقب الاصفیا ص ۱۷۱

[2] نزہتہ الخواطر جز ثالث ص ۱۶۹ میں تحریر ہے کہ "توفی لثلاث خلون من رمضان سنہ ثلاث وثمان مائة کما فی (حاشیہ غلام یحیٰ علی شرح اداب المریدین)

گنج ارشدی حصہ چہارم ص ۱۱ میں ہے کہ "مرتب احقر گفت کہ بیر مثل حضرت مخدوم جہاں اغلب کہ بسیار اولیا باشند کہ جنیدؒ و بایزیدؒ و امثال ایشاں کہ اولاً از ایشاں ماند اما واللہ اعلم اعتقاد مثل حضرت مخدوم شاہ مظفر در کسے از اولیا بخدمت پیر خود داشتہ باشد یا نہ اللہ تعالیٰ مارا و جملہ مریدان و پیران را اعتقاد مثل حضرت شاہ مظفر عطا کند۔ اللھم اجب دعوتی واقض حاجتی بحرمت سید الامجاد و الہ کبیر و اصحابہ الشفیع الی یوم التناد و بحرمت اعتقاد شاہ مظفر۔

ترجمہ۔ اس کتاب کا ترتیب دینے والا فقیر کہتا ہے کہ حضرت مخدوم جہاںؒ کے جیسا پیر چاہئے۔ بہت سے اولیا گذرے ہیں مثلاً جنید و بایزید وغیرہ مگر اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ حضرت مخدوم شاہ مظفر کے جیسا اعتقاد اپنے پیر کے ساتھ رکھتے تھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ ہمارے اور جملہ مریدین اور پیروں کے اعتقاد کو مثل اعتقاد حضرت شاہ مظفر کے عطا فرما۔ اے اللہ میری دعا کو قبول فرما اور میری حاجت کو پوری کر بطفیل نبی کریم اور آپ کی اولاد اور آپ کے اصحاب کہ جو شفیع ہوں گے ہمارے لئے

قیامت کے دن اور صدقہ میں شاہ مظفر کے اعتقاد کے۔

خلفا آپ کے خلفا میں ۱؎ حضرت حسین نوشہ توحید بلخی ہیں جو سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہے اور آپ کے بعد مسند سجادگی پہ بیٹھے۔ حضرت مولانا نے آپ کو عدن سے بہار شریف سجادۂ مخدوم جہاں پر بھیجا تھا اور فرمایا تھا کہ "اگر ہیچ سرے بر آری ہیچ سرے ندارم"

۲؎ مولانا قمر الدین بلخی آپ کے چھوٹے بھائی تھے۔ آپ ہی سے ارادت و اجازت و خلافت تھی۔

۳؎ حضرت جمال اولیاء اودھی ہیں ان کے متعلق مراۃ الاسرار میں ہے کہ "حضرت شیخ جمال گوجرہ اودھی خلیفہ حضرت شیخ مظفر بلخیؒ آپ کا مزار شریف بڑی درگاہ شریف میں حضرت مولانا مظفر بلخیؒ کے حجرہ کے سامنے ہے۔

تصنیفات ۱؎ مکتوبات حضرت مولانا مظفر بلخیؒ :- مکاتیب کا یہ مجموعہ ۱۸۱ (ایک سو اکیاسی) مکاتیب پر مشتمل ہے اس میں متعدد مکاتیب سلطان غیاث الدین بنگالہ کے نام ہیں۔ ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۳، ۱۷۹۔

ان مکاتیب میں اردو یعنی بھاشا کے چھ دو ہرے بھی ہیں جو اردو کی ابتدائی نشو و نما کے نقوش ہیں

۲؎ دیوان مولانا مظفر بلخی مطبوعہ۔

۳؎ شرح عقاید نسفی مع عقائد مظفری۔ ۴؎ رسالہ مظفریہ در ہدایت درویشی قلمی۔

ذکر حضرت مخدوم شیخ حسین معز بلخی قدس سرہ

حضرت مخدوم شیخ حسین معز شمس بلخی قدس اللہ سرہ مرید اور خلیفہ اور تربیت یافتہ خدمت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین منیری کے ہیں اور حضرت مخدوم شیخ مظفر بلخی سے بھی تعلیم و تربیت واجازت و خلافت[1] ہے۔ مونس القلوب میں ہے کہ آپ ظفر آباد[2] میں متولد ہوئے قبل اس کے کہ

---

[1] یہ خلافت نامہ اور سند حدیث عم محترم الحاج مولانا سید شاہ تقی حسن بلخی دام فیوضہ سجادہ نشیں خانقاہ فردوسیہ بلخیہ کے پاس ہے اور کتبخانہ بلخیہ فتوحہ کی زینت ہے۔ اُس کی نقل پیش خدمت ہے۔

"امابعد فقیر حقیر مظفر شمس عامۂ مسلمانان را سلام و دعا می رساند و باز می نماید۔ فقیہ حسین معز برادر زادہ ایں فقیر است حق سبحانہ و تعالی بفضائل بسیار وے را گرامی دادہ۔ فرزند صالح و متقی است (حدیث) قریب چہار سال در مکہ مبارک بود و قرأت قرآن و شاطبی شیخ شمس الدین خوارزمی درون حرم کعبہ کردہ و قرأت سبعہ پیش شیخ شمس الدین حلوائی در مقام ابراہیم پیش در کعبہ گذاشتہ و شیخ شمس الدین مذکور در عصر خود یگانہ روزگار است در حلب و شام و مصر و مدینہ مصطفےٰ و مکہ مبارک در علم قرأت ویرا نظیرے نیست و حالے شیخ مجاور حرم است (حدیث) فرزند حسین مذکور سند حدیث بریں فقیر کردہ صحیح مسلم و صحیح بخاری من اولہ داخرہ لفظاً و معناً بریں فقیر تحقیق کردہ۔ خدائے تعالی وے را ذہن صافی و طبیعت فیاض دادہ است و سند دیگر بر خطیب عدن نیز کردہ است۔ جہت ایں فقیر اورا درس تدریس ایں علم مجاز است خدائے تعالی اورا نافع مسلمانان گرداند و در دین ایشاں و در دنیا ایشاں آمین (حدیث) فقیہ حسین مذکور مرید بندگی شیخ الاسلام والمسلمین مخدوم شرف الحق والدین احمد یحیٰی منیری است قدس سرہ العزیز از جہت ایں فقیر برائے توبہ دادن مسلمانان و بیعت کنانیدن و مقراض راندن مجاز است تا معلوم عزیزان باشد عاقبت و ہمہ مسلمانان بخیر باد آمین"

(مخطوطہ ۱۹۸ھ بید لاغلام یحیٰی بہاری)

از گنج ارشدی تصنیف شیخ عزیز اللہ بنارسی غفرلہ "حکایت شیخ حسین معز شمس بلخی مقتدائے وقت خود بود و پیشوائے ارباب توحید در روزگار پیوستہ توحید بر زبان داشت و شیخ بدیع الدین مدار دیر اسمندر توحید خواندے۔ وے بلاواسطہ غیرے مرید حضرت سلطان المحققین حضرت شیخ شرف الدین احمد یحیٰی منیری است و خلافت از عموی بزرگوار خود شیخ مظفر بلخی دارد و چہل سال در سفر و حضر با عموی خود مصاحب بود و در رفاقت او بتکرار شرف حرمین شریفین دریافتہ گویند در مکہ معظمہ پیش فقیہ عدن صحیح مسلم سند میکرد" (گنج ارشدی حصہ چہارم ص۱۴۷)

[2] ظفر آباد۔ جونپور سے ۴ میل پورب اتر واقع ہے۔ یہ ایک زمانہ میں مشہور شہر کی حیثیت رکھتا تھا۔

خبر پہونچے پہلے حضرت مخدوم جہاں نے حضرت مولانا مظفر کو خبر دی اور مبارکباد کہا کہ تمہارے بیٹا ہوا ہے۔ انھوں نے عرض کیا کہ میرے عورت ہی نہیں بیٹا کہاں سے ہوگا آپ نے فرمایا مولانا معزالدین کے بیٹا ہوا ہے اور اون کے فرزند تمہارے فرزند ہیں۔ پھر مولانا ازدیاد ظفر آباد سے حضرت شیخ معزالدین کی عرضی لائے کہ فلاں روز بیٹا پیدا ہوا ہے۔ حضرت مخدوم جہاں نے پیراہن مبارک عطا کیا اور فرمایا جب جب پیراہن کی حاجت ہو اسی پیراہن سے سلوا کے پہنانا اور رومال جو دست مبارک میں تھا اوس سے کلاہ بچگانہ جو چھٹے روز پہناتے ہیں سلوا کر بھیجے وہ ٹوپی حضرت شیخ حسین سر پر رکھتے تھے ٹھیک آتی تھی اور جب اوتارتے تھے چھوٹی معلوم ہوتی تھی جب تک زندہ تھے مدت حیات تک آپ وہی ٹوپی پہنتے تھے۔ جب آپ نے رحلت فرمایا بعضوں نے کہا کہ اس تاج کو سینہ پر رکھدیں۔ بعضے کہنے لگے کہ اسوقت بھی پہنادیں پھر سید میر کہ قوال نے کہ مریدان خاص سے تھے وہ ٹوپی اپنے ہاتھ سے سر مبارک میں پہنائی تو ٹھیک آئی۔ ایضاً[1] ایک دن حضرت مولانا مظفر حضرت مخدوم جہاں کو وضو کروا رہے تھے اور حضرت مخدوم جہاں نے دستار مبارک اوتار کہ مصلیٰ پر رکھدی تھی شیخ حسین بچہ تھے لڑکپن سے دستار مبارک سر پر رکھی اور مصلیٰ پر نماز پڑھنے لگے جب حضرت مولانا کی نگاہ پڑی زبان دانتوں سے دبائی اور خفا ہوئے اور ڈانٹا حضرت مخدوم جہاں نے جو یہ معاملہ دیکھا فرمایا مولانا مظفر کیوں منع کرتے ہو وہ اپنی جگہ کو پہچانتا ہے۔ ایضاً[2] ایک دن حضرت مخدوم جہاں نے فرمایا کہ مولانا مظفر ہم اور تم مشقت اوٹھاتے ہیں لیکن مزا میاں حسین لیں گے ف میں نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ حضرت مخدوم جہاں نے فرمایا کہ میں نے تنور گرم کیا اور مظفر نے روٹی پکائی اور حسین کھائیں گے۔ ایضاً[3] شیخ حسین فرماتے تھے کہ لوگ مجھ کو سمجھتے ہیں کہ میں چہار دیواری کے اندر بیٹھا ہوں لیکن تمام عالم میرے نزدیک ایک پیالے پانی کے

---

[1] مونس القلوب مجلس پنجاہ و دوم صفحہ ۲۶۶ [2] مونس القلوب مجلس پنجاہ و دوم صفحہ ۲۶۷

[3] مونس القلوب مجلس سی و سیوم صفحہ ۱۸۱

برابر ہے کہ جو کچھ اس کے اندر ہے صاف نظر آتا ہے۔ ایضاً[1] شیخ احمد بن حسن بلخی فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ حسین کے مانند صورت اور عظمت و ہیبت[2] میں کوئی بزرگ اور درویش کم دیکھنے میں آیا ہے۔ نہایت بزرگی اور روشنی کے باعث مقابلہ سے چہرہ مبارک کے دیکھنے کی طاقت نہ ہوتی تھی۔ جب آپ کسی طرف نظر کرتے یا سر مبارک جھکائے رہتے تو اچھی طرح دیکھنے میں آتا۔ ایضاً[3] آپ نے مکہ معظمہ میں جب یہ درود تالیف کیا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ عَدَدَ خَلْقِكَ وَ رِضَاءَ نَفْسِكَ وَ زِنَةَ عَرْشِكَ وَ مِدَادَ كَلِمَاتِكَ حضرت مولانا بھی وہیں تھے نصف شب کو آپ نے حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ مظفر اس رات کو تمہارے بھتیجے نے مجھ کو ایسا تحفہ بھیجا ہے کہ آج تک کسی نے ایسا تحفہ بہت کم بھیجا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ پہلے اس کے ایک حسینؓ میرے محبوب تھے حسین ابن علیؓ۔ اب دو حسین میرے محبوب ہوئے ایک وہی حسین ابن علی دوسرا حسین ابن معزؒ تمہارا برادر زادہ۔ مولانا جب جاگے اوسی وقت جس حجرہ میں کہ شیخ حسین رہتے تھے گئے اور دروازہ ڈھکڈھکایا اور ابتدا بسلام کیا اور تعظیم و تواضع بہت کی اور خواب کا قصہ کہا۔ شیخ حسین نے کہا کہ رات ایسا خیال گذرا اور یہ درود انشا کیا اور اوس ایام میں بہت قافلے اطراف و جوانب سے آئے تھے۔ تیس یا چالیس اولیاء اللہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اوس رات خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں برادر زادہ مظفر ایسا درود تالیف کر کے میرے پاس لایا ہے اوس کو یاد کر لو۔ صبح کو ہر ایک حضرت مولانا مظفر کے پاس آئے اور خواب کا حال کہا اور وہ درود لیا اور اپنے ولایتوں میں لے گئے۔ ف بزرگان منیر نے اس درود کے آخر میں بارک وسلم بھی

---

[1] مونس القلوب مجلس سی و سیوم ص۱۸۱

[2] یہ فیض شاید لکھن پور حضرت شیخ بدیع الدین مدار کا ہو اس لئے کہ آپ کے چہرہ پر اتنا جلال ہوتا کہ لوگ آپکو دیکھنے کی تاب نہیں رکھتے لیکن حضرت شیخ حسین نوشہ توحید بلخی نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپکی زیارت کی اور آپنے سمندر توحید اسی وجہ سے لقب دیا۔
محمد طیب ابدالی

[3] مونس القلوب مجلس بست و پنجم ص۱۵۲

لکھا ہے اور اسی طرح پڑھتے ہیں۔ ایضاً[۱] آپ کے پاس جو کوئی آتا غنی اور فقیر مسلمان اور کافر برابر حسب حال اوس کے کچھ دیکر رخصت کرتے۔ خالی ہاتھ کوئی کم پھرتا۔ ایضاً[۲] حضرت شیخ حسین فرماتے تھے کہ مخدوم شیخ مظفر مرحوم مجھ کو نماز تہجد کے لئے اوٹھاتے تھے اور ثرید تیار کر کے رکھتے تھے۔ جب میں جاگتا تھا فرماتے تھے پہلے نماز پڑھ لو پھر ثرید کھاؤ اس طرح مجھ کو تہجد پڑھوانا شروع کیا۔ ایضاً[۳] صاحب ملفوظ اپنے جد امجد شیخ حسین علیہ الرحمۃ کے خانقاہ کا ذکر کرتے ہیں کہ سبحان اللہ کیا خانقاہ تھی تیس[۳۰] چالیس[۴۰] صوفی تھے کہ ہمیشہ باوضو متوجہ الی اللہ ذکر و فکر حق میں مشغول رہتے تھے اور کتنے روزہ طے کے رکھتے تھے اون لوگوں کی صحبت کے صدقہ میں میری بھی دل لگی تھی اور ان کاموں کی ہوس ہوتی تھی جب رات ہوتی تھی میں جشن میں بیٹھتا تھا خوب خوب صورتیں اچھی اچھی خوشبوئیاں اور خوب خوب آوازیں غیب سے ظاہر ہوتی تھیں یہاں تک کہ تمام دن میرا دماغ معطر رہتا تھا اور میں ہر روز رات کا منتظر رہتا تھا۔ قاضی نعمت[۴] اس حال سے مطلع ہوئے اور آپ کو خبر دی آپ نے مجھ کو بلایا اور فرمایا میاں احمد یہ بات تم سے نہ جائے گی لیکن ابھی سے جب تم اس میں رہو گے تحصیل علم سے باز رہو گے ابھی کچھ علم حاصل کرو۔ ایضاً[۵] آپ کے زمانہ میں ساٹھ ستر قوال جمع ہوتے تھے صوفی اور ملک زادے اور اشراف جہاں تک نظر جاتی تھی اوس مجلس میں رہتے تھے جب سب قوال ایکبار مل کر گاتے تھے غلغلہ ہو جاتا تھا۔ آپ[۶] نے فرمایا ہے کہ سماع محظور شرع ہے واسطے دفع مرض مریدوں کے مباح رکھا ہے۔ ایضاً[۷] آپ نے دو ٹکے گل شکر کے ایک والد

۱؎ مونس القلوب مجلس پانزدہم صـ۱۱۳ ۲؎ مونس القلوب مجلس چہل و ہفتم صـ۲۴۵ ۳؎ مونس القلوب مجلس چہاردہم صـ۱۱۱

۴؎ قاضی نعمت حضرت مخدوم حسین نوشہ توحید بلخیؒ کے مرید و خادم خاص تھے۔ آپ کے پاس خلوت و جلوت میں حاضر رہتے۔ سفر و حضر میں بھی آپ کے شریک حال تھے۔ چنانچہ حضرت مخدوم حسین نوشہ توحید بلخیؒ کے تمام ملفوظات کو جمع کر لیا جو گنج لایخفیٰ کے نام سے منسوب ہے۔

۵؎ مونس القلوب مجلس شست و چہارم صـ۳۲۴ ۶؎ گنج لایخفیٰ مجلس چہل و یکم صـ۱۲۳

۷؎ مونس القلوب مجلس شانزدہم صـ۱۱۲

مرحوم کو اور ایک اون کے بھائی شیخ سلیمان مرحوم کو بھیجے جو شخص کہ مٹکا لے گیا تھا پہلے چچا صاحب کے پاس لے گیا وہ اوٹھے اور مٹکا لیا اور تعظیم سے اپنے سر پر لے گئے اور رکھ دینے کو فرمایا پھر والد ماجد کے پاس لے گیا آپ اوٹھے اور اوس مٹکے کو سر پر لیا اور وہیں سے چھوڑ دیا۔ مٹکا زمین پر گرا اور ٹوٹ گیا یاروں کو کہا لو یارو لوٹو کھاؤ۔ یاروں نے لوٹ لیا اور فوراً چھٹی کر ڈالی جب اوس آدمی نے یہ حال کہا آپ نے والد مرحوم کے باب میں فرمایا کہ ایسے دل سے البتہ کچھ کام ہوگا اور چچا مرحوم کے باب میں کئی بار فرمایا کہ افسوس سلیمان نے رکھ لیا اور خرچ نہ کیا۔ ف یہ ایک امتحان تھا مخدوم شیخ حسین کی طرف سے سو وہی ظہور میں آیا کہ فیضان سلسلہ حضرت شیخ حسن ابن حسین بلخی سے تمام جاری ہوا اور جاری ہے اور حضرت شیخ سلیمان ابن حسین سے فقط ایک اپنے ہی گھر میں رہا اور اب اوس گھر میں بھی کوئی نہ رہا ایک وارث تھے پندرہ بیس برس ہوئے کہ بسبب نہ رہنے کے کسی بزرگ کے دوسری جگہ جاکر مرید ہوئے اور وہ سلسلہ شیخ حسن بن حسین سے ملتا ہے۔ ایضاً[۱] آپ کی خدمت میں جب کوئی تعلیم طریقت کے لئے آتا تھا اوس کو ایک برتن چھوٹا سا وضو کے لئے ملتا تھا اور کھانے کے ساتھ نان خورش تھوڑی سی آتی تھی اگر وہ اتنے ہی پانی سے وضو کر لیتا اور اوتنے ہی ترکاری میں آخر تک لگا لگا کر کھاتا تو اوس کو رکھ لیتے وگرنہ جواب دیتے کہ یہ مسرف ہے اس راہ کے قابل نہیں۔ ایضاً[۲] ایک دن ایک مرد اپنے لڑکے کو کہ کمسن تھا مرید کروانے کو لایا آپ نے اوس کو توبہ تلقین کی۔ اوس کے بعد اوس کے دل میں آیا کہ بارے یہ میرا لڑکا ابھی بالغ نہیں ہوا ہے اور ابھی اوس نے گناہ نہیں کیا ہے یہ توبہ کیونکر ہوگی آپ نے بطور نور باطن سمجھ لیا اور فرمایا کہ جب یہ لڑکا بالغ ہوگا اور بڑا ہوگا اگر اوس وقت میں اوس سے کوئی گناہ صادر ہوگا یہ توبہ اوس گناہ کی کفارت ہوگی یہ سن کر وہ مرد ڈر گیا اور قدمبوس ہوا اور عذر

---

[۱] مونس القلوب مجلس چہارم ص۵۵۔

[۲] مونس القلوب مجلس چہارم ص۵۶۔

خواہی کی یہ گستاخی میری بغیر قصد تھی میں نے توبہ کی معاف فرمائیے۔ ایضاً[1] شیخ سعد عدن میں ایک مرد بزرگ تھے اور مقتدا تھے جب رسالہ حضرات[2] خمس دیکھا پسند کیا اور کہا کہ ہند میں بھی ایسے درویش ہیں اور مجھ سے پوچھا تم نے اون کو دیکھا ہے۔ میں نے کہا ہاں دیکھا ہے اور آپ کی خدمت بہت کی ہے اور آپ سے یہ کتاب پڑھی ہے۔ شیخ سعد علیہ الرحمۃ نے اس سبب سے باعتقاد میرے ہاتھ اور پاؤں چومے اور فرمایا یہ رسالہ میں تم سے پڑھوں گا کہ تم نے مصنف سے پڑھا ہے۔ میں نے کہا آپ کو کیا حاجت ہے کہ مجھ سے پڑھتے اونھوں نے نہ چھوڑا اور وہ رسالہ پورا مجھ سے پڑھا اور تحقیق کیا اور دو بیتیں فارسی کی جو اوس رسالہ میں ہیں فرمایا مجھ کو سمجھا دو۔ میں نے مطلب دونوں بیتوں کے زبان عربی میں سمجھا دئے تو شیخ مذکور نے فرمایا واللہ دینی ودین شیخ حسین واحد لو علم اھل عھدنا بعقیدتی لرجمونی۔ یعنی قسم خدا کی دین میرا اور دین شیخ حسین کا ایک ہے اگر جان لیں میرے زمانہ والے میرے عقیدہ کو ہر آئینہ سنگسار کریں مجھ کو اور وہ دو بیتیں یہ ہیں۔ ~

گر یار با جوانان خواہد نشست رنداں   ما نیز توبہ کردیم از زاہدی و پیری

در بتکدہ گر خیال معشوقہ ما است   رفتن بطواف کعبہ از عقل خطا است

ایضاً[3] جب آپ کا انتقال قریب ہوا والد ماجد نے عرض کیا کہ ہم کو جو حاجت ہوتی تھی دینی یا دنیاوی حضور میں عرض کرتے تھے اب حضرت کو یہ حال پیش آیا ہے ہمارا کیا حال ہوگا اور

---

[1] مونس القلوب مجلس چہل و نہم ص۲۴ [2] حضرات خمس:۔ یہ چار صفحات (بڑی تقطیع جس میں ۱۹ سطریں) پر مشتمل ایک عربی رسالہ ہے۔ اس میں تجلیات باری تعالیٰ کی پانچ صورتیں قائم کرکے ان پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کتاب کی فارسی میں شرح آپ کے فرزند اور جانشین حضرت شیخ حسن دائم جشن بلخی نے کاشف الاسرار کے نام سے لکھی ہے جو مطبوعہ بھی ہے۔ حضرات خمس عوام کی سمجھ سے بالاتر ہوتے ہوئے بھی اپنی جگہ پر بہت اہم ہے اور علمائے عرب وعجم میں سے اکثر و بیشتر نے اس کی اہمیت اور افادیت کو تسلیم کیا ہے جیسا کہ مونس القلوب چہل و پنجم ص۲۴ میں تحریر ہے۔ زیر مطالعہ نسخہ کتب خانہ بلخیہ فردوسیہ فتوحہ کی زینت ہے جس پر ملا غلام یحییٰ بہاری کا حاشیہ ہے اور سن کتابت ۱۱۹۸ھ ہے۔

[3] مونس القلوب مجلس سیوم ص۵۳

عرض حاجت کس سے کریں گے۔آپ نے فرمایا کیوں تعلق کرتے ہو جو تصرف کہ ولی کو دنیا میں ایک چند ہے جب اوس عالم میں جائے گا دوچند ہوگا کیونکہ دنیا میں روح محبوس اور مقید ہے فوراً بذات خود مشرق و مغرب میں نہیں جاسکتی لیکن جب قالب سے جدا ہوئی اور مجرد ہوئی پلک مارنے میں جاسکتی ہے اور طرفتہ العین میں ایک جہاں کا کام کرسکتی ہے تم کو جو حاجت پیش آئے میری طرف توجہ کرنا اور حضرت مخدوم جہاں سے عرض کرنا تمھارا کام ہوجائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔آپ کے ملفوظ گنج لامخفی میں ہے کہ روز سہ شنبہ وقت ظہر ماہ ذی الحجہ کی چوبیسویں ۸۴۴ھ میں آپ کی جان مبارک کو مقام فی مقعد صدق عند ملیك مقتدر پر معراج ہوئی۔شعر تاریخ

سال وفات شہ بلخی حسین   شد گل باب بہار شرف

ایضاً   دل حزیں پئے تاریخ نوشہ توحید   فزود آہ و بگفتا گل بہار شرف

۸۴۸ - ۴ = ۸۴۴ھ

نوشہ توحید اور سمندر توحید آپ کے لقب ہیں

ے مراۃ الاسرار فارسی مصنفہ عبدالرحمن چشتیؒ اور مراۃ مداری فارسی مصنفہ عبدالرحمن چشتیؒ میں مذکور ہے کہ شیخ حسین بلخی نے نصف کتاب عوارف المعارف مصنفہ شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کو حضرت شرف الدین منیریؒ سے پڑھی تھی۔حضرت مخدوم جہاں نے کمال جوہر شناسی سے ان کو نوشہ توحید کے لقب سے نوازا تھا۔جب حضرت مخدوم کے وصال کا زمانہ قریب ہوا تو آپ متردد ہوئے حضرت مخدوم نے آنکھ کھول کر فرمایا کہ بابا حسین غم نہ کرو کہ میرے بعد حضرت شیخ بدیع الدین الملقب بشاہ مدار اس ملک میں پہنچیں گے اور تم اس بقیہ نصف عوارف کو ان کی خدمت میں جاکر پڑھ لو گے۔پھر چند سال کے بعد حضرت شاہ مدار جونپور تشریف لائے اور شیخ حسین بلخی بہار سے ان کی خدمت میں پہنچے حضرت شاہ مدار کا طریقہ تھا کہ ان کے روئے مبارک پر برقعہ کا حجاب رہتا تھا۔حضرت شیخ حسین کے تنہا آنے سے برقعہ کو چہرے سے اٹھا دیا اور فرمایا کہ آئے سمندر توحید خوب آئے۔میں زمانہ سے تمہارا منتظر تھا شیخ حسین قدمبوس ہوئے اور فی البدیہہ یہ شعر پڑھا۔بیت

کہ می گو بدکہ حق صورت نہ بندد   من اینک دیدہ ام ذات مصور

حضرت شاہ مدار کی یہ گھڑی خوشی کی ہوئی ان کو گلے سے لگایا اور نوازشیں کیں اور حضرت مخدوم جہاں کے وصیت کے مطابق بقیہ نصف عوارف کو حضرت شاہ مدار سے پڑھ کر مکمل کرلیا پھر تمام فیوض سے فیضیاب ہوئے (مراۃ الاسرار

قلمی مکتوبہ سنہ ۱۲۳۲ھ مرأۃ مداری قلمی مخطوطہ سنہ ۱۸۱۵ء کتبخانہ مشرقیہ خدا بخش پٹنہ)

خلفا آپ کے خلفاء میں حضرت حسن دائم جشن بلخیؒ (۲) شیخ موسیٰ بنارسیؒ (۳) قطب الدین بینائے دل جونپوریؒ (۴) حضرت سیف الدین بلخیؒ (۵) حضرت شیخ سلیمان بلخیؒ (۶) حضرت بہرام بہاریؒ (۷) حضرت علم منیریؒ

۱؎ حضرت قطب الدین بینائے دل جونپوری آپکو سلسلہ فردوسیہ کی اجازت حضرت شیخ المشائخ حضرت حسین ابن معز بلخی سے تھی۔ حضرت شیخ حسین معز بلخی رحمۃ اللہ کو جب کشف سے معلوم ہوا کہ آپ کی امانت میرے پاس ہے تو جونپور آکر انھوں نے آپکو طریقہ فردوسیہ کی اجازت دی اور تعلیم کرنے کے بعد فرمایا کہ اب تمہارا کشود کار حضرت سید نجم الدین غوث الدہر قلندر کی توجہ پر منحصر ہے جو غار حرا میں مشغول بحق ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ حسین بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے آپکو قبل حضرت غوث کے تشریف آوری کی اجازت دی (اذکار الابرار مطبوعہ ص۷۶ مصنفہ شاہ تقی حیدر کاکوری) آپکا مزار مبارک جونپور میں ہے اور ایک بڑے احاطہ میں ہے کتبہ پر قطعہ تاریخ وفات بھی کندہ ہے جس کا آخری شعر یہ ہے

برآمد بست و پنجم روز شعبان ندائے کوچ قطب الدین مخدوم

آپکی جانشینی اور سجادگی خانقاہ رشیدیہ جونپور میں ہے جس کے سجادہ نشیں حضرت شاہ شاہد علی سبز پوشؒ تھے اور آپکے بعد آپکے صاحبزادے حضرت شاہ مصطفےٰ علی سبز پوش شہیدؒ ہوئے آپکی شہادت کے بعد آپکے مرشد اور حضرت شاہ شاہد علی سبز پوشؒ کے مسترشد اور خلیفہ حضرت شاہ ایوب ابدالی صاحب دام فیوضہ خانقاہ رشیدیہ کے تمام اعراس اور رشد و ہدایت کے فرائض کو انجام دے رہے ہیں۔

۲؎ شیخ موسیٰ بنارسی:- حضرت شیخ (شیخ موسیٰ بنارسی) دہ سالہ بود کہ پدر شریف شیخ عزیز اللہ ازیں عالم رحلت کرد و ازاں بار وے ہر شب بر سر قبر پدر رفتے و از زبان شریف وے حقائق اندوختے علوم عالی و سالی قرار گرفتے چوں زبانی دراز کسب و درس گفتن پدر بزرگوار وے شہرت گرفت پاس مرتبہ شریعت نمود و بفرمان پدر بطی الارض در دار المعرفت بہار خدمت شیخ حسین سمندر توحید را دریافت و خرقہ سلطان المحققین شیخ شرف الدین منیری قدس سرہ از دست مبارک او پوشید...... یکصد و پانزدہ سال در دنیا زندگانی داشت و ہشت صد و شصت و نہ و بست سیوم (سنہ ۸۶۹ھ) ذیقعد بجوار رحمت حق پیوست۔ (گوہرستان و گنج ارشدی ص۱۳۴)

تصنیفات گرچہ رشد و ہدایت اور درس و تدریس آپکا مخصوص اور محبوب مشغلہ تھا جیسا کہ گنج لایخفیٰ کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے پھر بھی کچھ وقت تصنیف و تالیف کیلئے بھی آپ کسی طرح نکال ہی لیتے تھے اور آخر اس فطری ذوق نے آپسے عربی اور فارسی میں کئی اہم کتابیں اور رسالے لکھوا ہی لئے چنانچہ آپکی تصنیفات ملفوظات مکتوبات اور رسائل میں مندرجہ ذیل تصنیفات غیر معمولی اہمیت رکھتی ہیں۔

(۱) حضرت خمس عربی (۲) فارسی میں رسالہ قضا و قدر (۳) رسالہ توحید خاص (۴) رسالہ توحید اخص الخواص (۵) رسالہ در بیان ہشت چیز (۶) رسالہ ذکر (۷) اوراد دہ فصلی (۸) گنج لایخفیٰ (۹) مجموعہ مکتوبات (۱۰) اجازت نامہ بنام حضرت حسن جشن دائم بلخی (۱۱) دیوان فارسی (۱۲) مثنوی زاد المسافرت (۱۳) رسالہ در شمائل و خصائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۱۵) مثنوی چہار درویش۔

ت حضرت مخدوم شیخ بدرالدین بدر عالم زاہدی

ابن خواجہ فخرالدین[1] ثانی زاہدی ابن خواجہ شہاب الدین[2] حق گو زاہدی ابن خواجہ فخرالدین[3] خداداد بزرگ ابن خواجہ شہاب الدین کبیر امام کعبہ قدس اللہ اسرارہم کا زمانہ بھی وہی ہے۔ حضرت مخدوم

لہ خواجہ فخرالدین ثانی زاہدیؒ حضرت شیخ شہاب الدین حق گو زاہدی کے فرزند خلیفہ اور جانشین ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ فیروز شاہ تغلق کے زمانہ میں حضرت سید جلال الدین مخدوم جہانیاں آپسے ملاقات کیلئے اوچہ سے دہلی تشریف لائے تھے سلطان فیروز نے آپ کا استقبال کیا۔ دوسرے روز مخدوم جہانیاں آپکی خانقاہ میں آئے حضرت فخرالدین ثانی کی یہ عادت تھی کہ ہمیشہ بے لکھے ہوئے چند ورق سامنے رکھتے تھے اور ہر ایک کام کے شروع میں اس کو کھولکر دیکھتے تھے اگر لفظ افعل نکلتا تھا تو اس کام کو کرتے اور اگر لفظ لا تفعل (یعنی مت کرو) نکلتا تو اس کام کو نہیں کرتے گویا اس ترازو سے خدائے پاک کی رضامندی کا اندازہ کر لیا کرتے تھے۔ جب آپنے حضرت مخدوم جہانیاں کی ملاقات کے لئے ورق کشائی کی ہر بار لفظ لا تفعل نکلا لہذا مجبوری ظاہر کی اور کہا کہ آج کے دن خدا کا حکم ملاقات کرنے کا نہیں ہے۔ انشاء اللہ العزیز پھر کسی دن میں اپنی آنکھ اور دل کو آپ کی زیارت سے روشن اور منور کرونگا۔ ہر چند باہر سے دیری کی زنجیر دروازہ پر ہلاتے رہے لیکن اندر سے امتناع کی زنجیر نہ کھلی پر نہ کھلی ناچار مخدوم جہانیاں واپس لوٹے چونکہ فخرالاولیا کو بھی از حد اشتیاق ملاقات تھا اسلئے پانچویں دفعہ پھر فال نکالا۔ اس دفعہ صیغہ امر افعل نکل آیا فوراً جگہ سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ مخدوم جہانیاں کو بھی خبر ہوئی کہ شیخ عقب سے پیادہ پا آرہے ہیں۔ ٹھہر گئے اور پالکی سے اُتر آئے اور شیخ کی رفتار پر متحیرانہ نظر کی اور کہا درست درست۔ درویش کو ایسا ہی چاہیئے کہ بے فرمانِ خدا ایک قدم بھی نہ اٹھائے۔ جب باہم دست بوس ہو چکے تو مخدوم جہانیاں نے معانقہ کا قصد کیا۔ شیخ کو مخدوم جہانیاں کا یہ راز معلوم تھا کہ جس کسی سے معانقہ کرتے ہیں جو کچھ اس کے پاس معرفت قسم کی چیز ہوتی ہے سب سلب کر لیتے ہیں۔ اسی سبب سے شیخ نے اپنے تئیں چرایا اور عاجزانہ انداز میں کہا کہ میرے فرزند بہت ہیں اور نعمت کم ہے اور یہ آیت پڑھی۔ ھذا اخی لہ تسع وتسعون نعجۃ ولی نعجۃ واحدۃ فقال اکفلنیھا (یہ میرا بھائی ہے اور اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے اب یہ کہتا ہے کہ اپنی دنبی بھی مجھے دیدو) مخدوم جہانیاں نے ہونٹوں ہی ہونٹوں میں تبسم فرما کر اپنی نعمتوں سے فرزندان شیخ کو کامیاب کیا اور ہر ایک کو ایک مناسب سمت کے ساتھ نامزد فرمایا شیخ بہاءالدین گنج رواں کو سرکار کالپی عطا کی۔ شیخ صدرالدین کو صوبہ جونپور دیا۔ شیخ بدرالدین کا تقرر سرکار بہار میں کیا اور ان میں سے ایک بزرگ کو اسی صوبہ میں علم ہدایت کیلئے مقرر کیا۔ شیخ فخرالدین کا مرقد شریف دہلی میں ہے۔ (گلزار ابرار ص۱۸ کلمات الصادقین ص۵۹ قلمی)

شجرہ نامہ مرتبہ حضرت شاہ عبدالقادر اسلام پوریؒ میں تحریر ہے کہ مسموع است کہ مخدوم فخرالدین زاہدی ثانی را دو محل

روضۂ اقدس حضرت مخدوم حسین نوشہ توحید بلخیؒ پہاڑ پورہ بہار شریف
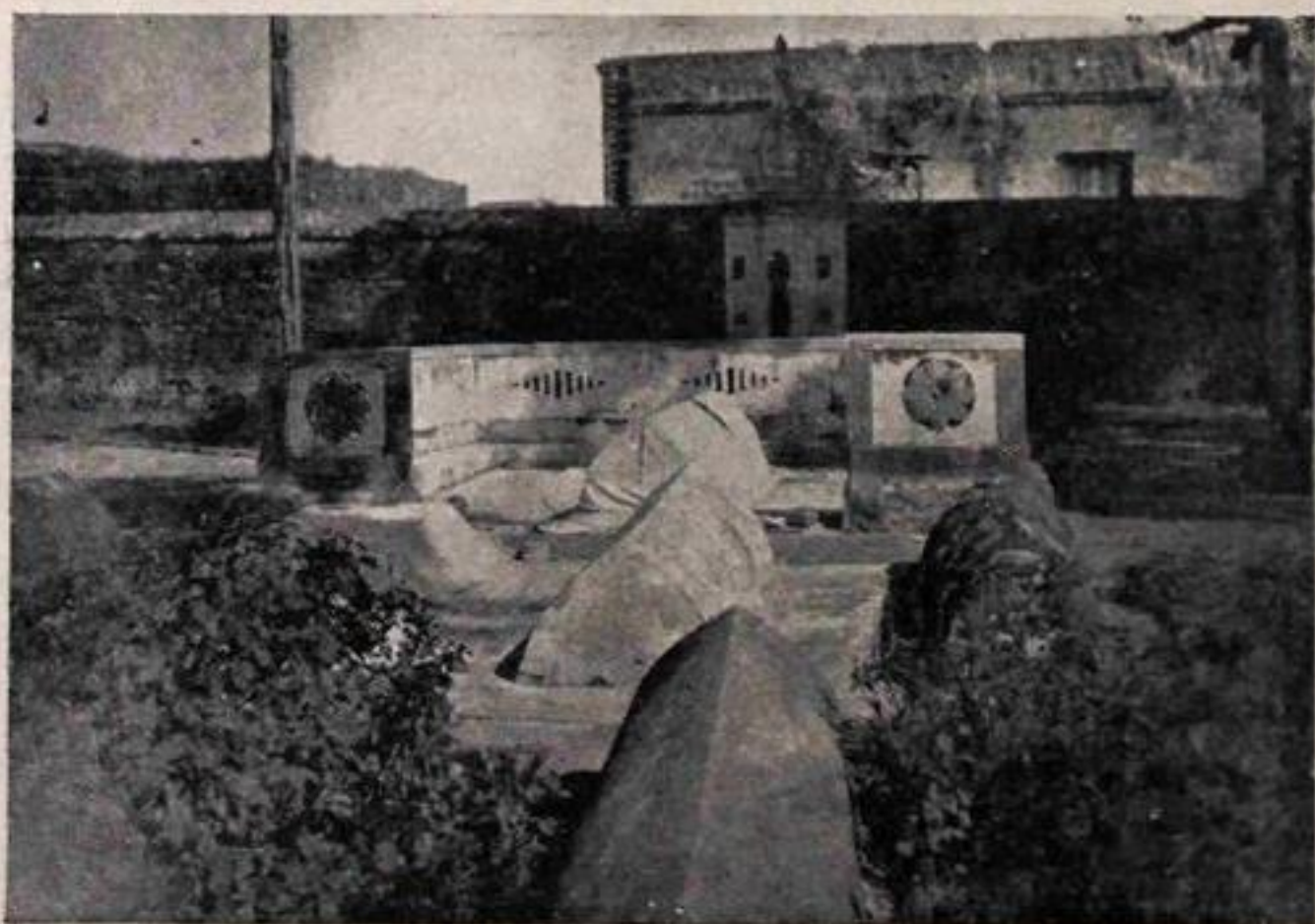
مزار مبارک حضرت بدرالدین بدر عالم زاہدیؒ چھوٹی درگاہ بہار شریف

بود۔ اول از دختر فیروز شاہ از ایشاں پنج فرزندان بوجود آمدند یکے حاجی چراغ ہند کہ در ظفر آباد آسودہ است دومے جنید سومے علاء الدین متوکل۔ چہارمی عبدالواحد کہ در اطراف جونپور آسودہ است۔ پنجمی بہار الدین گنج رواں کہ در صوبہ کالپی آسودہ است۔ محل دوم از دختر مخدوم شاہ صلاح الدین کہ بمحلہ چوکھنڈی بہار آسودہ است از ایشاں دو پسر و دو دختر۔ پسر اول صدر الدین زاہدی کہ در جونپور آسودہ است دومے شاہ بدر الدین بدر عالم زاہدی کہ در چھوٹی درگاہ بہار آسودہ است و یک دختر از مخدوم شاہ علاء الحق بن عمر اسعد لاہوری منسوب بود از ایشاں نور قطب عالم پنڈوہ اہل ولایت پنڈوہ دومے از حضرت ابراہیم کہ بدرگاہ محلہ چاند پورہ بہار آسودہ است بن جمال الدین برادر خورد سلطان المشائخ نظام الدین اولیا بدایونیؒ از ایشاں مخدوم شاہ فرید الدین طویلہ بخش بوجود آمدند و مزار مبارک ایشاں بدرگاہ چاندپورہ است ششم جمادی الآخر عرس میشود (نسب نامہ مرتبہ حضرت عبدالقادر اسلام پوریؒ)

۲۔ حضرت شیخ شہاب الدینؒ حق گو شیخ فخر الدین زاہدیؒ کے فرزند ہیں اور اپنے پدر بزرگوار ہی کے مرید اور مجاز بھی ہیں۔ جہاں گردی کا خیال ہوا تو باپ سے اجازت چاہی لیکن وہ نہ ملی چونکہ باپ کی ناخوشی سے بھی آپکا ارادہ فسخ نہیں ہوا تو باپ نے یہ کہا کہ جس کو تم سر برآوردہ کرو خدا کرے وہ تمھارے ساتھ ایسا برتاؤ کرے جیسا تم میرے ساتھ کرتے ہو۔ بات ختم ہوئی۔ جب آپ دہلی پہنچے تو شروع شروع میں کسی نے بھی از راہ قبول آپکی عزت نہیں کی۔ آپ نے غصہ ہو کر فرمایا کہ میں اس اقلیم کی سلطنت فروخت کرتا ہوں خریدار کی تلاش ہے۔ محمد شاہ راستہ میں جارہا تھا جو تغلق شاہ کا بیٹا تھا اور شیخ نظام الاولیا کا مرید تھا۔ اس کے کان میں یہ آواز پہنچی۔ نیاز مندانہ آواز دینے والے کے پاس آبیٹھا اور نرمی کے ساتھ عرض کیا کہ اس متاع کا خریدار مجھ کو سمجھئے۔ آپ نے فرمایا کہ تیری منکسرانہ گذارش پر تجھ کو مفت دیدیا گیا۔ تغلق شاہ کو یہ واقعہ ناگوار گذرا لیکن جب یہ معلوم ہوا کہ یہ عنایت اسی کے بیٹے کے ساتھ ہوا ہے تو خدائے لم یزل کا شکر بجالایا جب ہبہ کی تکمیل قبضہ کے ساتھ ہوگئی تو وہ حکمرانی کے نشہ میں بدمست ہوگیا یہانتک کہ اپنے زمانہ کے عالموں کو اپنی بارگاہ میں جمع کرکے از راہ بدبختی زبان پر یہ کلمہ لایا کہ ولایت کے خاتمہ کو نبوت کے خاتمہ کی طرح عقل نہیں تسلیم کرتی ہے۔ اس بیہودہ سوال کے جواب میں علماے دور و دراز سوچ اور اندیشہ میں پڑ گئے اور بالآخر عرض کیا کہ شیخ شہاب الدین زاہدیؒ ہم سب میں زیادہ بزرگ اور دین و دنیا دونوں سے بہرہ ور ہیں اس مناظرہ میں ان کا موجود رہنا ضروری ہے تاکہ ان کے اتفاق سے اس بارہ میں گفتگو کی جائے۔ جب شیخ شہاب الدین اس پریشان حال مجمع میں پہنچے اور حکمراں کی دیوانگی اور مالیخولیا کا پتہ چلا تو شیخ کو غصہ آگیا چونکہ کوئی ہتھیار اس وقت وہاں موجود نہ تھا۔ ناچار اپنے پاؤں سے جوتا نکال کر حکمراں کے منھ پر مارا تاکہ ذلت کے ساتھ قتل نہ کئے جائیں اور راہ شہادت میں برہنہ پا جانا نصیب ہو۔ محمد شاہ یہ حال دیکھ کر سخت برہم ہوا اور حکم دیا کہ اس سخت و سست کہنے والے شخص کو قلعہ کے اوپر سے خندق میں ڈال دو۔ دو دفعہ اوپر سے نیچے پھینکے گئے لیکن کوئی اذیت نہیں پہنچی مگر تیسری بار گرنے کی حالت میں آپ کے پدر بزرگوار کی مثالی صورت نظر آئی اور آپ کو ہدایت کی کہ خودداری سے پرہیز کرکے سرائے نیستی سے ملک ہستی کو کوچ کر جاؤ لہذا آپ نے اپنے تئیں ایزدی مشیت کے حوالہ کرکے ولایت کو شہادت کے ساتھ شامل کیا اور حسینی درجہ پایا۔ پرانی دہلی میں آپ کی قبر بنائی گئی اسی وقت سے آپ بہ لفظ حق گو نام زد ہیں اور

جہاں قدس اللہ سرہ نے تقسیم ولایت کے وقت اپنے انتقال سے کچھ دن پہلے مقام میرٹھ سے کہ وہ ایک پشت سے وہیں سکونت رکھتے تھے آپ کو طلب کیا اور آپ نے ارادہ سفر کیا تو مریدوں نے آہ و زاری شروع کی۔ آپ نے فرمایا کہ میں حجرہ میں جاتا ہوں اور حجرہ میں بیٹھے اور فرمایا دروازہ چن دو جب تک آپ زندہ رہے وہ لوگ جب آکر پکارتے تھے اور کچھ پوچھتے تھے

مشہور ہیں (کلمات الصادقین ص۵۹ مصنفہ محمد صادق ہمدانی دگلزار ابرار مصنفہ محمد غوثی مخطوطہ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ)

اخبار الاخیاص میں ہے کہ "شیخ شہاب الدین آپکا لقب حق گو تھا۔ آپ شیخ فخرالدین زاہدی کے صاحبزادے تھے حق گو اسلئے کہے جاتے تھے کہ سلطان محمد بن تغلق نے حکم دے رکھا تھا کہ مجھے عادل کے نام سے پکارا جائے۔ آپ نے اس کے سامنے اس حکم کو قبول کرنے سے انکار کردیا اور کہا کہ ہم ظالموں کو عادل نہیں کہہ سکتے ہیں۔ اس پر سلطان محمد نے حکم دیا کہ آپکو دہلی کے قلعہ پر سے نیچے گرا دیا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مزار شریف بھی قلعہ کی دیوار کے نیچے ہی ہے"

(اخبار الاخیار مخطوطہ ۱۳۳۲ھ کتب خانہ مشرقیہ خدابخش)

۵؎ حضرت شیخ فخرالدین خداداد بزرگ۔ آپ کا مولد اور خوابگاہ میرٹھ میں ہے۔ اسکندر فیلقوس کے خاندان میں ہیں اور خواجہ قطب الدین بختیار اوشیؒ کے ہمعصر تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک سال مال و متاع سے بھری ہوئی ایک کشتی دریائے جمنا میں ڈوب گئی۔ جن مال والوں کو نقصان پہنچا تھا انھوں نے اپنا حال درد خواجہ کی خدمت میں عرض کیا۔ خواجہ نے فرمایا کہ یہ دریا کا کنارہ اس درویش کے سپرد ہے یعنی وہ کنارہ برادر فخرالدین سے تعلق رکھتا ہے چونکہ کشتی اس کنارہ پر ڈوبی تھی لہذا آفت زدہ لوگ شیخ فخرالدین کے آستانہ پر حاضر ہو کر روئے۔ شیخ نے اس مضمون کا رقعہ لکھ کر دریا میں ڈالا کہ کشتی کو صحیح وسالم کنارہ پر پہونچا دے۔ رقعہ نیچے بیٹھ گیا اور کشتی مع مال و متاع پانی کے اوپر آگئی۔ کہتے ہیں کہ ایک روز چالیس آدمیوں میں سے ایک آدمی نکل کر آپ کے پاس آیا اس کی پیشانی پر کلمہ طیبہ کے حروف لکھے ہوئے تھے۔ اس نے کہا کہ آسمانی آفت اس ملک کے واسطے بھیجی گئی ہے لیکن یہ شہر اس زاہد کے ظل حمایت میں ہے لہذا خرابی سے محفوظ رہے گا اس بنیاد پر آپ کا سلسلہ زاہدی لفظ کے ساتھ مشہور ہوا۔ سلطان ناصرالدین کے زمانہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کیا۔ آپ کا مرقد شریف میرٹھ میں ہے (کلمات الصادقین ص۵۷ دگلزار ابرار ص۱۴)

۶؎ گنج ارشدی حصہ چہارم ص۶ میں ہے کہ "حضرت شیخ مخدوم شاہ بدر عالم قدس سرہ بست ششم ماہ رجب در روضہ منبر کہ ایشاں اگہ مجنون و مسحور و مبتلا بآزار میروند بہ میشوند و حاضرات در ہر پنجشنبہ و چہارشنبہ میشود و مزار زیارتگاہ خاص و عام است۔ ولایت وے در قصبہ جات کالو (چاٹگام) است۔ میگویند کہ اورا معتقدان وے در حجرہ بند ساختہ بودند کہ از آں خانہ وے برا بیرون آمدہ در بہار رسید حسب الحکم حضرت مخدوم جہاں استقامت نمود۔ مرتب ہم زیارت وے در بلدۂ بہار مکرر نمود رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ"

اندر سے جواب پاتے تھے حالانکہ آپ بہار میں چلے آئے تھے اور جب تک آپ تشریف لائیں حضرت مخدوم جہاں کا وصال ہو چکا تھا۔ آپ آئے اور مزار مبارک کی طرف مخاطب ہو کر بیٹھے ارشاد ہوتا جاتا تھا اور قریب آؤ اور قریب آؤ یہاں تک کہ زانو مبارک قبر شریف پر پہونچا۔ بعضے خدام مزار مبارک خفا ہو کر بولے کہ کیسا بے ادب فقیر ہے کہ مزار پر چڑھا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ الماموم معذور۔ آپ کی کمر سے بالا جتنے رونگٹے تھے اس طرح سے آئے تھے کہ معلوم ہوتا تھا قرآن شریف کی آیتیں لکھی ہوئی ہیں۔ آپ جو غسل کرتے تھے تو لیٹ کر کہ اوپر کا پانی کمر سے نیچے نہ پہونچے۔ آپ کی ولایت اضلاع بنگالہ چاٹگام وغیرہ میں بھی ہے آپ کا وصال بھی اوسی سال ہے کہ جس سال حضرت شیخ حسین بلخی کا وصال ہے۔ ماہ رجب کی ستائیسویں رات شب معراج کو۔ قطعہ تاریخ

بدر عالم کہ بود بدر دجیٰ ۔۔۔ بر بہشت حضور حق پیوست

جست دل سال نقل آں مخدوم ۔۔۔ گفت ہاتف **بنورِ حق پیوست**

۸۴۴

نسب نامہ مرتبہ حضرت شاہ عبدالقادر اسلام پوری میں تحریر ہے کہ آپ کے چار صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں۔ آپ کے بعد مسند سجادگی پر حضرت سلطان زاہدی مسند نشیں ہوئے۔ نسب نامہ میں آپ کی اولاد کی تفصیل اس طرح ہے "مخدوم شاہ بدرالدین بدر عالم زاہدی میرٹھی ازیشاں شاہ سلطان[۱] سجادہ و شہاب الدین[۲] قتال و مخدوم شاہ بوسعید[۳] دتیز طبع[۴] کہ ناکدخدا مرد و لیہ باکمال بی بی ابدال زوجہ محمد بن سید علیم الدین گیسودراز دانشمند نیشاپوری۔ شہاب الدین[۲] قتال کہ بچکی قتال پور عبور دریائے گنگ ازیشاں یک دختر زوجہ جلال ناصحی سارنی)

خلفا ۱۔ سلطان زاہدی آپ کے بڑے صاحبزادے تھے اور آپ کے بعد مسند سجادگی پر بیٹھے اور آپ سے سلسلہ زاہدیہ کو کافی فروغ ہوا ۲۔ شہاب الدین قتال زاہدی آپ کے منجھلے صاحبزادے تھے آپ سے سیوان کے علاقہ میں تبلیغ اسلام اور اشاعت سلسلہ ہوا۔ ۳۔ حضرت بی بی ابدالؒ

تصنیفات آپ سے ایک رسالہ ذکر میں ہے جو پانچ صفحات پر مشتمل ہے اور فارسی زبان میں ہے۔

ذکر حضرت مخدوم شیخ حسن بلخی قدس سرہ

حضرت مخدوم شیخ حسن بن حسین معز شمس بلخی قدس اللہ سرہ کو ارادت اور خلافت اور تربیت اپنے پدر بزرگوار سے تھی۔ آپ کے حالات کتابوں میں زیادہ نہ پائے جتنا بھر مذکور ہوتا ہے اہل بصیرت کو کافی ہے۔ دریافت معانی کے لئے جو آپ کی ذات بابرکات میں حاصل تھے۔ مونس القلوب[1] میں ہے کہ آپ کا جود وایثار ایسا تھا کہ جو کچھ پاتے تھے اپنے پاس نہ رکھتے تھے اور مشاہرہ جو اپنے والد سے اون کو ملتا تھا دو چار دن میں اس سے فارغ ہو جاتے تھے۔ ایک دن حضرت شیخ حسین فرماتے تھے کہ میاں حسن کو اگر تمام گھر مال سے بھر دیں پھر بھی یہ بے خرچ ہو جائیں اور جیسی ہمت میاں کو ہے اگر پاویں ہمیں بھی کسی کو بخشدیں۔ ایضاً[2] شیخ احمد بن حسن فرماتے ہیں کہ والد مرحوم فرماتے تھے کہ کچھ دنوں میں نے مرید کرنے اور مقراض رانی کو ترک کر دیا تھا۔ ایک رات مخدوم شیخ حسین قدس اللہ سرہ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کیوں ہمارا کارخانہ جاری نہیں کرتے۔ میں نے عرض کیا کہ میری نظر اپنے اوپر پڑی ہوئی ہے جو کہ خود آلودگی میں غرق ہو دوسرے کا ہاتھ کیونکہ پکڑے اور کیونکہ دوسرے کو توجہ دے۔ حضرت شیخ حسین نے آستین مبارک سے ایک کاغذ نکالا اور میرے ہاتھ میں دیا جب میں نے اوس کو کھولا دیکھا پیران فردوس کا شجرہ بخط سبز لکھا ہوا تھا پھر آپ نے فرمایا پڑھو دیکھو تمہارا نام چوبیس پیروں کے نام کے اوپر لکھا ہوا ہے اگر یقین نہ ہو اپنے پس پشت دیکھو جب میں نے پیچھے نظر کی دیکھا کہ حضرت مخدوم شیخ مظفر کھڑے ہیں اون کے پیچھے حضرت مخدوم جہاں اون کے پیچھے حضرت خواجہ نجیب الدین فردوسی قدس اللہ اسرارہم اسی طرح تا حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم پھر آپ نے فرمایا جس کے ایسے ایسے پیشوا ہوں اوس کو کیا پروا ہو جب صبح ہوئی میں نے فرمان شیخ کی اطاعت کی ف نسخہ حضرات خمس جو عربی میں شیخ حسین سے ہے آپ نے اوس کی شرح لکھی ہے موسوم بہ

---

[1] مونس القلوب مجلس پانزدہم صفحہ ۱۱۲ [2] مونس القلوب مجلس پنجاہ و ہفتم صفحہ ۲۹۲

کاشف[1] الاسرار اور رسالہ لطائف[2] المعانی بھی آپ سے ہے یہ دونوں رسالے گویا دو گواہ ہیں آپ کے احوال لطیف اور مقامات شریف کے۔ اسرار توحید و معرفت او غوامض عشق محبت اور دقائق حقائق سے معمور ہیں۔ ایضاً[3] آپ سے کسی نے سوال کیا کہ باوجود اتنی عبادت کے تخصیص کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وقت انتقال کے مسواک میں مشغول ہوئے آپ نے جواب دیا کہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم جتنی عبادتیں اور ریاضتیں کہ بشر سے ممکن ہیں ظاہری و باطنی و قلبی و قالبی سب بجالائے تھے اور کوئی چیز نہ چھوڑی تھی۔ یہاں کمالیت تمام حاصل کی تھی۔ جب اوس وقت میں آخرت میں قدم رکھتے تھے سب اپنے اعمال اور کردار کو ناکردہ سمجھا اور پھر کے بطریق مبتدیوں کے عمل سر نو سے آغاز کیا کیونکہ وضو ابتدائے طاعت ہے اور مسواک ابتدائے وضو اور یہ کمال الکمال ہے کہ النہایۃ ھی الرجوع الی البدایۃ ایضاً[4] کسی نے پوچھا کہ خواجہ بایزید علیہ الرحمۃ ابتدائے حال میں کہتے تھے سبحانی ما اعظم شانی اور انتقال کے وقت اس سے توبہ کی اور کہا ان قلت یوما سبحانی ما اعظم شانی فانا الیوم مجوسی اقطع زناری واقول اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ یعنی اگر آج کہوں میں سبحانی ما اعظم شانی تو آج میں مجوسی ہوں توڑتا ہوں اپنے زنار کو اور کہتا ہوں اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ یہ آنا ہے اعلیٰ سے

---

[1] کاشف الاسرار:۔ یہ رسالہ فارسی میں ہے اور حضرات خمس کی شرح ہے۔ اس میں حضرت حسن دائم جشن بلخیؒ نے اس رسالہ کی حقیقت کو اس طرح بیان کیا کہ "این کتاب در بیان علم حقیقت و معرفت است بر قانون و اصطلاح صوفیان و موحدان و قواعد و اسلوب اہل مشاہدہ و ارباب یقین و اصحاب تمکین"، متعدد فارسی اشعار بھی جگہ بہ جگہ ہیں۔ یہ رسالہ قلمی اور مطبوعہ دونوں ہے۔ میرے زیر مطالعہ کتبخانہ بلخیہ فتوحہ کا مخطوطہ ہے جو ۹۴ صفحے پر مشتمل ہے۔

[2] لطائف المعانی حضرت مخدوم حسن دائم جشن بلخیؒ کی تصنیف فارسی زبان میں ہے۔ اسکے متعلق مصنف نے لکھا ہے کہ "این رسالہ ایست در علم تصوف و سلوک تالیف کردم بر اصطلاح صوفیان و اسلوب اہل معرفت و ارباب طریقت و حقیقت"۔ اسمیں دس لطائف ہیں ہر لطیفہ میں مصطلحات صوفیہ پر روشنی ڈالی ہے اور حدیث شریف و قرآن کریم سے استدلال پیش کیا ہے۔ مطبوعہ نسخہ میں غلطی سے مصنف حضرت مخدوم شیخ شرف الدین منیری لکھدیا گیا ہے۔ اس کا نادر نسخہ مکتوبہ ۱۱۹۵ھ عم محترم حضرت شاہ تقی حسن بلخی ظلہ کے کتبخانہ بلخیہ فتوحہ میں محفوظ ہے جو گیارہ صفحات پر مشتمل ہے۔

[3] مونس القلوب مجلس نہم ص۸۱ [4] مونس القلوب مجلس نہم ص۸۲

ادنیٰ کی طرف یہ کیونکر ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف آنا نہیں ہے بلکہ یہ اعلیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی کرنا ہے کیونکہ پہلے کہتے تھے سبحانی ما اعظم شانی پاکی کی اپنی طرف نسبت کرتے تھے اور نشانی حق کی اپنے میں دیکھتے تھے اور اب سب چیزوں میں دیکھی فرق جو کرتے تھے اوس سے توبہ کی اور توحید مقید سے توحید مطلق میں آئے کہا ان قلت یوما سبحانی ما اعظم شانی الخ بیت

انچہ دانستم ہمہ پندار بود   ہرچہ بربستم ہمہ زنار بود

ایضاً والدہ ماجدہ بیمار ہوئیں اور اون کی بیماری حد سے گذر گئی تھی اور کئی بار ایسی نوبت پہونچی تھی کہ جینے کی امید نہ رہی تھی۔ اس دفعہ بھی وہی حال ہو گیا تھا اور والد مرحوم کئی دن سے پہاڑی پر تھے جب گھر آئے تو مجھ کو اور میرے بھائیوں اور بہنوں اور سب لوگوں کو والدہ مرحومہ کے پلنگ کے گرد روتے ہوئے دیکھا بہت شکستہ دل اور مضطر ہوئے فرمایا میں ان لوگوں کی بے مادری نہیں دیکھ سکتا میرا ہاتھ پکڑا اور حضرت شیخ حسین کے روضہ مبارک پر آئے اور پائیں قبر حضرت ممدوح آکر قبر مبارک پر منھ رکھدیا گویا قدم مبارک پر گرے ہیں تھوڑی دیر کے بعد سر اوٹھایا اور اپنے ہاتھ سے جس جگہ پر کہ اب قبر مبارک ہے نشان دیدیا اور والدہ نے پہلے ہی والد مرحوم سے کہا تھا کہ میری جگہ تمھارے پتیانے ہے پھر وہیں اوسی وقت والد مرحوم کو تپ آگئی یہانتک کہ خود گھر نہ آسکے ہم لوگ ڈولہ کرکے آپ کو گھر لائے۔ دو تین روز کے بعد دوشنبہ شعبان کی اکیسویں ۷۵۵ھ آٹھ سو پچپن ہجری میں ادویہ وصال نوش جاں فرمائی اور والدہ ماجدہ سے سبقت کی اور لڑکوں کی بے مادری نہ دیکھی اور والدہ مرحومہ کا انتقال شعبان مذکور کی اونتیسویں کو ہوا۔ **شعر تاریخ**

گزیدہ از غم خواجہ حسن سر انگشت   بگفت طبع کہ بوئے گل بہار شرف

۱   ۸۵۵ھ

لہ مونس القلوب مجلس شصت ونہم صفحہ ۳۵

تصنیفات تصنیف وتالیف تو بلخی صوفیا کا خاص مشغلہ رہا ہے اور یہ سنت مخدوم کی پیروی ہے چنانچہ آپ کے مندرجہ ذیل تصنیفات کتبخانہ بلخیہ فتوحہ میں ہنوز موجود ہیں۔

عـ۱ کاشف الاسرار۔ عـ۲ لطائف المعانی۔ عـ۳ رسالہ قضا و قدر۔ عـ۴ رسالہ ذات وجہ۔ عـ۵ رسالہ دربیان ہشت چیز

خلفا آپ کے خلفا میں حضرت مخدوم شاہ شعیبؒ ہیں۔ عـ۲ حضرت شیخ احمد لنگر دریا بلخیؒ عـ۳ حضرت ایوب کاہی فردوسیؒ

ذکر حضرت مخدوم شیخ احمد بن حسن بلخی قدس اللہ سرہ

حضرت مخدوم شیخ احمد بن حسن بن حسین رحمۃ اللہ علیہ کو بیعت اور اجازت اپنے پدر بزرگوار سے ہے اور تعلیم شریعت اور فیضانِ طریقت اپنے جد امجد سے بھی۔ آپ اپنے ملفوظ۔ مونس القلوب[1] میں فرماتے ہیں کہ میرا تولد نامہ[2] حضرت مخدوم شیخ حسین قدس اللہ سرہ نے اپنے قلم مبارک سے اسطرح پر لکھا تھا ولد الولد الاعز المسمیٰ بشیخ احمد بن حسن بن حسین الملقب ببرھان الدین المکنی بابی القاسم انبتہ اللہ نباتا حسنا فی لیلۃ سبع وعشرین من شھر المبارک الرمضان عمت شانہ فی ستۃ وعشرین وثمان مائۃ۔ اللّٰھم اجعلہ من الاجتباءِ وَسلّمہ من الاسواءِ وافعَل بنا وبِہٖ ما انت لہٗ اھلٌ ولا تفعَل بنا وبِہٖ ما نحنُ اَھلُہٗ یامولانا برحمتک یاارحم الراحمین۔ پیدا ہونے کے بعد میری آنکھیں نہ کھلتی تھیں۔ حضرت شیخ حسین چالیس دن تک نماز چاشت کے بعد اپنا لعاب دہن میری آنکھوں میں طلا کرتے تھے۔ چالیسویں دن آنکھیں کھلیں۔ پہلے پہل جو آنکھیں کھلیں حضرت شیخ کے روئے مبارک پر نظر پڑی ہوشیار ہونے کے بعد حضرت شیخ کی خدمت اور تربیت میں رہتا تھا۔ ایک دن فرمایا کہ ہم بارے کچھ نہ ہوئے تم اگر پڑھو اور محنت کرو اور معرفت حاصل کرو تو کچھ ہو جاؤ گے۔ تم سے ہمارا نام اور ہمارے بزرگوں کا نام رہے گا اور بارہا فرماتے تھے کہ امید رکھتا ہوں کہ تو میرے نام پر فاتحہ پڑھے گا اور میری ٹوٹی ہوئی دیواروں پر پنچھنی ڈالے گا۔ اکثر ارشاد ہوا تھا کہ میری بات سمجھنے کی

---

[1] مونس القلوب مجلس پنجاہ و دوم ص۲۶۵

[2] ترجمہ: میرے بیٹے کو پیارا بیٹا پیدا ہوا جس کا نام شیخ احمد بن حسن بن حسین ہے جس کا لقب برہان الدین ہے اور جس کی کنیت ابوالقاسم ہے اللہ تعالیٰ نے بہت ہی بہتر طور پر اسے پیدا کیا۔ رمضان کے مبارک مہینہ میں عمّۃ شانہ اوس کی ستائیسویں کی شب میں آٹھ سو چھبیس ہجری (۸۲۶ھ) میں۔ اے اللہ اس کو محبوبوں میں سے بنا اور آفات سے محفوظ رکھ اور اپنی رضا و خواہش کے تحت میرے اور اس کے ساتھ کر نہ کہ میری اور اس کی خواہش کے تحت۔ اے میرے اور اسے ارحم الراحمین اپنی رحمت کے صدقہ میں رحم فرما۔

تھوڑی صلاحیت پیدا کرو پھر میرا کام ہے۔ جب کچھ استعداد ہوئی فرمایا عقائد مجھ سے پڑھ لو اور عقائد[1] نسفی مع شرح مظفری اپنی علالت کی حالت میں مجھ سے تمام کروائی اور میرے حق میں آپ نے جو دعائیں فرمائی ہیں اگرچہ یہ مدبر اوس کے لائق نہیں لیکن جو کچھ آپ نے فرمایا ہے ظہور میں آنیوالا ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔ اگرچہ میں کوئی چیز نہیں لیکن ولی کی نظر میں پالا گیا ہوں اور تربیت حاصل کی ہے۔

ایضاً ایک دن آپ کی مجلس میں قوال آئے اور کچھ سنانے لگے ایک صوفی اوٹھا حضرت نے فرمایا کہ جب کوئی رقص کرے اور پاؤں زمین پر مارے تالیاں بجائے اور آستین جھاڑے تو چاہئے کہ جو کچھ اوس کے ساتھ ہے خودی اور نفسیات اور کبر و حسد وغیرہ سب کو لات مارے وگرنہ صرف پاے کوبی بیکار ہے یعنی فعل عبث ہے اور یہ بیت فرمائی۔ بیت

رقص وقتے مسلمت باشد — کاستیں بر دو عالم افشانی

یعنی اگر یہ حالت نہیں ہے تو یہ حرکت ایک صورت اور ایک قالب ہے جس میں جان نہیں اور ایک عبارت ہے جس میں معنی نہیں۔ شعر

لات مارے جو کہ دنیا کو وہ پاکوبی کرے — ہاتھ اپنے سے اوٹھائے تو اوٹھائے ہاتھ کو

---

[1] عقاید نسفی مصنفہ نجم الدین عمر النسفی عربی زبان میں ہے۔ اس کی مختلف شخصیتوں نے شرح لکھی ہے۔ حضرت مولانا مظفر بلخیؒ نے بھی اس کی شرح فارسی میں لکھی ہے جس کے چند اوراق کی نقل عم محترم حضرت سید شاہ تقی حسن بلخی صاحب مدظلہٗ کے پاس ابھی تک محفوظ ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں یہ شرح درس نصاب میں شامل تھی جیسا کہ مونس القلوب کی عبارت سے پتہ چلتا ہے اور موجودہ درس نظامیہ میں اس کی عربی شرح داخل نصاب ہے وہ اس کے بعد ہی لکھی گئی ہے۔

اوپر میں عنوان اس طرح پر ہے شرح عقاید نسفی لمولانا شیخ الاسلام والمسلمین مظفر شمس بلخی المعروف بہ عقاید حافظیہ و مظفریہ۔ اس کی عبارت یہ ہے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔ فقیر مظفر شمس بلخی خدمتگار بندگی مخدوم شیخ الاسلام والمسلمین شیخ شرف الحق والحقیقۃ والدین منیری قدس سرہ عقیدۂ مولانا نجم الملت والدین را شرح کردہ تا مسلمانان را ازاں منفعت عام باشد انشاء اللہ۔ قولہ قال اھل الحق حقایق الاشیاء ثابتۃ لِاَنَّ فی نفسھا ثبوتھا۔ گفت اہل حق حقیقتہائے اشیاء ثابت است زیرا کہ در نفی حقائق اشیا ثبوت اوست۔ اہل حق آناں اند کہ اعتقاد ایشان حق است و آں اہل سنت والجماعت اند زیرا کہ ...... الیٰ آخرہ۔

ایضاً[1] راہ مکہ میں ہمارا جہاز ایک مقام میں ڈوبنے لگا ایک دو روز ہو گیا کہ کھانا اور پینا اور پیشاب اور
پیخانہ کسی کو یاد نہ آیا ایسا ہول پڑا ہوا تھا۔ میں دل میں کہتا تھا کہ الٰہی میں ترے اس کام سے راضی ہوں
اہل وعیال سب ساتھ ہیں کسی کو کسی کا تعلق نہ ہوگا۔ زہے دولت اگر یہی مرضی ہے۔ اتنے میں میری بیٹی
فاطمہ کو اونگھی آئی تو حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ تعلق نہ کرو
جہاز کو میں کھینچ لوں گا پھر حق تعالیٰ نے سب کو اس ورطہ سے نجات دی۔ ف عرف میں آپ کا نام احمد لنگر
دریا جو مشہور ہے واللہ اعلم لنگر دریا لقب ہونے کا باعث یہی ہوا۔ **ایضاً**[2] ایک دن عجز وانکسار کے تذکرہ میں
آپ نے یہ بیت پڑھی۔ بیت

ترا یک ذرہ در خود عیب دیدن　　　　به از صد نوع غیب الغیب دیدن

پھر فرمایا ایکدن فجر کے وقت مخدوم شیخ حسین قدس اللہ سرہ کے روضہ میں گیا دیکھا کہ مولانا منور امامت کرتے
ہیں اور کبھی کبھی اون کی نماز قضا ہو جاتی تھی اور وہ اس کو ادا نہیں کرتے تھے۔ میرے دل میں تشویش ہوئی کہ
اقتدا کروں یا نہ کروں پھر میں نے عجز وشکستگی کی راہ سے دل میں یہ بات جمائی کہ اون کی نماز میری نماز سے بہتر
ہوگی اور اقتدا کی جب مولانا نے سلام دیا اور چلے گئے میں مسبوق تھا نماز تمام کی تو دیکھا کہ حجاب میری نظر سے
اوٹھ گیا اور سب مُردوں کو دیکھ رہا ہوں اور ایک بوڑھا مرد مجھ سے جھگڑ رہا ہے اور کہتا ہے کہ میری روح پر
فاتحہ نہیں پڑھتے اور میرے کوئی فرزند نہیں ہے تم میری روح پر فاتحہ پڑھا کرو اوس دن مجھے اس بیت کا مطلب
اور عجز وانکسار کا نتیجہ معلوم ہوا۔ **ایضاً**[3] ایک شخص فرید نامی ایک چھوٹی سی ٹوپی لئے ہوئے آئے اور عرض کیا کہ
جب میں پیدا ہوا تھا تو میرے والد نے حضرت مخدوم شیخ حسین قدس اللہ سرہ سے ایک طاقیہ مانگی تھی اور حضرت
نے طاقیہ بچگانہ جو چھٹی کے دن پہناتے ہیں دی تھی اب وہ ٹوپی میرے سر پر نہیں آتی ہے بہت چھوٹی ہے میں نے
کہا کہ حضور میں عرض کروں دیکھوں کیا حکم ہوتا ہے آپ نے وہ ٹوپی لی اور دونوں ہاتھ اوس کے اندر دے
اور پھرانے لگے اور حضرت مخدوم جہاں کا قصہ جو آپ نے ٹوپی حضرت شیخ حسین کو دی تھی اور تمام عمر اوس کو

---

[1] مونس القلوب مجلس شصت و پنجم صہ ۳۳　[2] مونس القلوب مجلس ہفتاد و پنجم صہ ۳۸۴
[3] مونس القلوب مجلس ہفتاد و ہشتم صہ ۴۱۲

آپ نے پہنا جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے بیان فرماتے تھے جب وہ قصہ تمام ہوا شیخ فرید کو پکارا کہ آؤ شیخ فرید نے سر جھکایا آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہکر اون کے سر پر رکھا تو اتنی بڑی تھی کہ بھوؤں تک پہنچی۔

ایضاً[1] ایکدن آپ کے حضور میں صاحبزادے شیخ ابراہیم المعروف بہ سلطان آئے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے بار بار خطرہ گذرتا تھا کہ اگر میں ابراہیم ادہم کی اولاد سے ہوں تو میرے ایک بیٹا ہو میں اوس کا نام ابراہیم رکھوں ایکدن حضرت مخدوم جہاں کے حضور میں یہ خطرہ عرض کیا فرمان ہوا کہ ہوگا۔ آخر کار چندے کے بعد ابراہیم پیدا ہوئے اور چند روز کے بعد ایسے بیمار ہو گئے کہ کام ہاتھ سے جاتا رہا اور تدبیر سے گذر گیا۔ آدھی رات ہو گی کہ میں حضرت مخدوم جہاں کے روضہ میں گیا۔ زبان عجز و اضطرار سے حال عرض کیا۔ جمال مبارک کو خواب میں دیکھا کہ آپ ایک تخت پر تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے ہیں لیکن مجھ سے منھ پھیرے ہوئے ہیں جیسے کوئی کسی سے ناخوش ہو میں ویسا ہی با ادب سر جھکائے کھڑا رہا پھر کمال مرحمت سے تسکین فرمائی کہ جاؤ ٹھہر یگا **ف** یہ خطرہ فضول نہ تھا بلکہ ہونیوالا تھا ارادت الٰہی تھی کہ قلب مبارک پر وارد ہوئی تھی۔ شعر

خیال روئے بتاں نیست درسرم بے وجہ … کہ از جمال تو ہر صورتے نشاں دارد

ایضاً[2] ایک روز فرمایا کہ سو ہزار شکر خدا کا کہ ہم کو بندگان شیخ شرف الدین میں گردانا اور پھر فرمایا سب مسلمانوں پر پانچ شکر واجب ہیں۔ ایک یہ کہ حق تعالیٰ مجھ کو وجود میں لایا دوسرا یہ کہ حیوان پیدا کیا جماد نہ بنایا تیسرا یہ کہ حیوان نہ بنایا آدمی بنایا چوتھا یہ کہ مسلمان بنایا پانچواں یہ کہ حضرت خاتم الرسل کی امت بنایا لیکن بندگان حضرت شیخ شرف الدین قدس اللہ سرہ العزیز پر چھ شکر واجب ہیں پانچ تو یہی جو مذکور ہوئے چھٹا یہ کہ غلام شیخ شرف الدین بنایا الحمد للہ علی ذالک۔ **اشعار**[3]

از بندہ چہ آید بجز اقرار غلامی … کاں آمدہ فخر من و عار شرف الدین
سایم بدرش جبہہ کزاں داغ بہ محشر … زود آمدہ باشم بشمار شرف الدین
بنگر شرف اختر فیروزی بختم … طالع شدہ از برج حصار شرف الدین

---

[1] مونس القلوب مجلس چہارم صفحہ ۶۱ [2] مونس القلوب مجلس [illegible] صفحہ [illegible] [3] صوفی منیری کے اشعار ہیں راحت روح میں ہے۔

ف یہ قول ذوقیامت سے ہے یہ دو چار باتیں آپ کے اقوال سے تیمناً اور تبرکاً لکھی جاتی ہیں تولہ عالم میں جو کچھ ہے طالب خدا ہے لیکن وہ نہیں جانتا وان من شی الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم یعنی نہیں ہے کوئی چیز مگر یہ کہ وہ چیز تسبیح کہتی ہے ساتھ حمد خدا کے ولیکن تم اس کی تسبیح نہیں سمجھتے۔

بیت۔ پیش تو ایں سنگ ریزہ ساکت است پیش ما حقا فصیح و ناطق است

جو مخلوق کہ ہے تسبیح کہنے پر مجبور ہے یعنی اوس کو ایسا ہی پیدا کیا ہے کہ تسبیح کہے بے اختیار اوس کے اوس سے تسبیح صادر ہوتی ہے مگر انسان پیدا کیا گیا ہے کہ وہ اوس پر مجبور نہیں ہے بلکہ مختار ہے اور اوسی میں سر ہے اور اصل اس کی یہ ہے کہ جو مخلوق کہ ہے صفات خداوند تعالیٰ سے کسی ایک صفت کا مظہر ہے اور معلوم ہے کہ صفت ذات کی محکوم ہے اوس کا کچھ اختیار نہیں ہے لیکن آدمی ذات کا مظہر ہے۔ سب صفتوں کے ساتھ اور جو چیز کہ عالم میں ہے آئینہ اور عکس واجب کا ہے پس جو عکس اور پرتو واجب کا ہے بے واسطہ جاں تقاضا کرتا ہے جیسا کہ آدمی کہ عکس اور پرتو خداوند تعالیٰ کا ہے جاندار ہے۔ **شعر**

صد ہزاراں روئے دارد شاہد ہرروئے ما روبہر آئینہ آرد جاں درو پیدا شود

اور جو عکس اور پرتو ممکن کا ہے جان تقاضا نہیں کرتا جیسے عکس اور پرتو آدمی کا کہ اس کا کچھ اثر نہیں اور یہ جو ممکن کے عکس اور پرتو کو جان نہیں ہے سبب یہ ہے کہ بسبب واسطہ کے پیدا ہوا ہے۔ آپ کا روز وصال رمضان کی اونیسویں ۸۹۱ھ آٹھ سو اکانوے ہجری ہے۔ **شعر تاریخ**

چو شیخ احمد بلخی کہ بود منبع فیض بخلد رفت شدہ سال رحلتش **فیاض** (۸۹۱ھ)

قطعہ تاریخ باغ خلد خرامید احمد بلخی کہ بود دہر سخنش نافہ تتار شرف

یہ ید بوئے زکلامم چو سال برخواندم (۸۹۱ھ) **ہوائے طیب بوئے گل بہار شرف** (۸۹۹ھ)

تصنیفات ۱۔ مونس القلوب جو آپ کے ملفوظ کا مجموعہ ہے۔ ۲۔ دیوان اشعار فارسی

خلفاء شیخ ابراہیم المعروف بہ سلطانؒ

ذکر حضرت شیخ ابراہیم المعروف بہ سلطان قدس اللہ سرہ

حضرت مخدوم شیخ ابراہیمؒ المعروف بہ سلطان بن احمد بلخی رحمۃ اللہ علیہ کو نعمت و دولت ظاہری و باطنی اپنے پدر عالی وقار سے ملی۔ آپکی تاریخ وصال رمضان کی اونیسویں نو سو چودہ ہجری ہے۔ **قطعہ تاریخ**

بسال رحلت مخدوم شیخ ابراہیم	کہ بود فقر و فنا را از و شعار شرف
بصبح صدق صدا خیر شد نسیم نفس	کہ موج باد ہوئے گل بہار شرف

---

۵ حضرت ابراہیم المعروف بہ سلطان بلخیؒ مسند سجادگی حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد منیریؒ پر اپنے والد حضرت احمد لنگر دریا بلخیؒ کے بعد جلوہ ارا ہوئے اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا آپ کے بعد یہ سلسلہ مختلف خانوادوں سے پیوستہ ہو گیا اور سلسلہ فردوسیہ کو جاری و ساری رکھا۔ خصوصیت کے ساتھ منیر شریف، فتوحہ، اسلام پور اور شیخپورہ میں آج بھی بلخیوں ہی کے ذریعہ فیض جاری ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔ حضرت مخدوم ابراہیم سلطان بلخیؒ کے پانچ صاحبزادے تھے۔ مخدوم حافظ بلخی، محمود بلخی، درویش بلخی شاہین بلخی اور دولت بلخی۔

۱۔ بڑے صاحبزادے حضرت مخدوم حافظ بلخی کو ارادت اجازت اور خلافت اپنے والد بزرگوار سے اور آپ کے بعد مسند سجادگی مخدوم جہاں پر بیٹھے۔ آپ ہی کے زمانہ میں مسند سجادگی کا جھگڑا اوٹھا اور خدام آستانہ نے مخدوم شاہ بھیکھؒ کو بلایا۔ لیکن آپ صبر و شکر کے ساتھ اس فرائض کو انجام دیتے رہے پھر آپ کے پوتے حضرت فرید بلخیؒ نے بہار شریف سے انتقال مکانی کیا اور آجکل آپ کی مسند سجادگی پر فتوحہ پٹنہ میں عم محترم الحاج مولانا سید شاہ تقی حسن بلخی مدظلہ سجادہ نشیں ہیں۔

۲۔ آپ کے منجھلے صاحبزادے حضرت مخدوم محمود بلخیؒ جن کو بیعت اور اجازت اپنے والد حضرت ابراہیم سلطان بلخیؒ سے ہے اور آپ نے اجازت اپنے برادر حضرت درویش بلخیؒ کو بھی دی ہے اور آپ کے بڑے بھائی حضرت حافظ بلخیؒ نے بھی آپ کو اجازت دی ہے۔ آپ کی تفصیلی حالت معلوم نہیں ہے۔

۳۔ آپ کے سنجھلے صاحبزادے حضرت مخدوم درویش بلخیؒ جن کو بیعت اپنے والد حضرت ابراہیم سلطان بلخیؒ سے اور اجازت اپنے منجھلے بھائی حضرت محمود بلخیؒ سے بھی ہے۔ آپ بہار شریف سے منتقل ہو کر منیر شریف پہنچے۔ معلوم ہوتا ہے کہ منیر شریف میں آپکی شادی ہوئی تھی۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے۔ آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت علامہ رکن الدین بلخی تھے جن کے نواسے حضرت مخدوم شاہ دولت منیریؒ تھے آپکی ذات سے سلسلہ فردوسیہ کو بہت فروغ ہوا۔ آجکل آپ کی مسند سجادگی پر عم محترم الحاج سید شاہ عنایت اللہ منیری مدظلہ، ہیں۔

آپ کے چھوٹے صاحبزادے حضرت احمد بلخیؒ تھے اور آپ کے صاحبزادے حسن بلخی کے پوتے دلی بلخی کے صاحبزادے عبداللطیف

ف مخفی نہ رہے کہ یہ پانچ تاریخیں بہ ترتیب واقع ہوئی ہیں اور تاریخ آخر سب کی جامع ہے اور ہر تاریخ میں ابتدا سے آخر تاریخ تک ایک اضافت بڑھتی گئی ہے اور آخر تاریخ میں جو لفظ بوئے ہے حرف با اوس میں بدل اضافت ہے اور بعض مصاحبت اگر لیا جائے تو بھی قباحت نہیں اب ترتیب خیال کیجئے کہ بہار شرف مولانا مظفر ہیں اور اوس بہار کے گل شیخ حسین اور اوس گل کی بوئے شیخ حسن اور اوس بوئے کے باد کہ اوس بو کو لیکر پھیلاتی ہے اور یاروں کے دماغ کو معطر کرتی ہے شیخ احمد اور اوس باد کی موج شیخ ابراہیم ہیں قدس اللہ اسرارہم۔ حضرت شیخ ابراہیم سوائے شعبہ فردوسیہ کے سب سلسلوں میں ہیں۔ آپ کے بعد شجرہ عالیہ فردوسیہ کی کئی شاخیں نکلی ہیں حضرات بلخیہؒ میں اور منیر شریف میں حضرت شیخ درویش سے سلسلہ ملتا ہے۔

کی شادی دیوان شاہ حبیب اللہ قادری اسلام پوری کی صاحبزادی سے ہوئی جس کی وجہ سے اسلام پور میں بود و باش اختیار کی اور ہدایت علی بلخی تک سلسلہ آیا پھر آپکے بعد آپ کی مسند سجادگی پر حضرت سید شاہ ولایت علی ہمدانیؒ تھے جن کی مسند سجادگی پر آجکل عم محترم حضرت سید شاہ ابو البرکات صاحب دام برکاتہ ہیں۔

ٹ۔ آپ کے منجھلے صاحبزادے حضرت مخدوم شاہین بلخی کی اولاد میں حضرت جمال علی بلخیؒ تھے جو مسند سجادگی حضرت مخدوم شاہ شعیبؒ پر جلوہ آرا تھے۔ آجکل شیخپورہ ضلع مونگیر میں آپکی مسند سجادگی پر آپکی اولاد میں عم محترم جناب سید شاہ نجم الدین بلخی دام فیوضہ سجادہ نشیں ہیں۔

ٹ۔ آپ کے چھوٹے صاحبزادے حضرت دولت بلخیؒ کے متعلق مجھے کچھ معلوم نہیں ہے۔

مذکورہ بالا تفصیلات سے یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے کہ ابھی تک منیر شریف، فتوحہ، شیخپورہ اور اسلامپور میں حضرات بلخیہ ہی کے ذریعہ رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری و ساری ہے۔

ط ''حضرات بلخیہ میں اور منیر شریف میں حضرت شیخ درویش سے سلسلہ ملتا ہے'' اس عبارت سے قاری غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتا ہے اور یہ سمجھ سکتا ہے کہ حضرات بلخیہ کا تعلق شیخ درویش بلخی سے ضروری ہے۔ حالانکہ مسند سجادگی فردوسیہ بلخیہ تو حضرت حافظ بلخیؒ کو عنایت ہوئی اور یہی سلسلہ ابھی تک فتوحہ ضلع پٹنہ میں آباً عن جدٍّ موجود ہے اور ان کے سجادہ نشیں حضرت سید شاہ تقی حسن بلخی مدظلہ ہیں البتہ منیر شریف اور اسلام پور میں یہ سلسلہ حضرت درویش بلخیؒ کے توسط سے چلتا ہے۔ اور شیخپورہ میں حضرت شاہین بلخیؒ کا واسطہ ہے۔

ذکر حضرت مخدوم شیخ درویش بلخی قدس اللہ سرہ

حضرت مخدوم درویش ابن ابراہیم بلخی علیہ الرحمۃ کو ارادت و اجازت اپنے باپ سے ہے اور اجازت اپنے منجھلے بھائی حضرت شیخ محمود بن ابراہیم سے بھی ہے اور حضرت شیخ محمود ممدوح کو بیعت وغیرہ اپنے باپ سے اور اجازت اپنے بڑے بھائی حضرت شیخ حافظ[1] بن ابراہیم سے بھی ہے۔

---

[1] حضرت شیخ حافظ بلخیؒ حضرت ابراہیم المعروف بہ سلطان بلخیؒ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ والد محترم کے بعد مسند سجادگی حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیریؒ پر بیٹھے اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا۔ آپ بہت ہی نیک اور شریعت میں سخت تھے۔ شریعت میں مداخلت گوارا نہیں کرتے۔ آپ کا یہ روزانہ کا معمول تھا کہ علی الصباح آستانہ اقدس حضرت مخدوم جہاں پر حاضری دیتے تو سب سے پہلے مخدوم تالاب متصل درگاہ شریف میں غسل فرماتے اور تالاب کے کنارے اپنی لنگی خشک ہونے کیلئے چھوڑ دیتے اور حاضری سے واپسی کے بعد اسے اٹھا لیتے۔ اس زمانہ میں خدام آستانہ کا زیادہ اثر تھا اور وہ اس اثر سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہے تھے اور ہر ناجائز کو جائز بنائے رہتے تھے۔ زائرین پر سختی کرتے اور اپنی ہوا و ہوس کا ان کو شکار بناتے۔ اس کی بار بار شکایتیں صاحب سجادہ کو پہنچتی رہیں۔ وہ برابر سمجھاتے اور ان کو اس فعل بد سے روکتے۔ آخر بعض خدام آستانہ کو یہ بات ناگوار معلوم ہوئی اور سجادہ کی مداخلت کو برا سمجھا اور ان کو مسند سجادگی سے بظاہر ہٹانے کی کوشش کی اور اولاد مخدوم کی تلاش میں منیر شریف پہنچے تاکہ ان کو لاکر مسند سجادگی پر بیٹھائیں۔ منیر شریف میں مخدوم جہاں کی صاحبزادی بی بی فاطمہ کی اولاد تھی۔ چنانچہ منیر شریف جاکر خادموں نے مخدوم زادہ کو لانے کی کوشش کی کہ وہ مسند سجادگی پر بیٹھیں۔ مخدوم زادوں نے بلخیوں کے مقابلے میں جانا گوارا نہ کیا اور انکار کیا تو مایوس ہوکر وہ موضع سنہرہ پلاسی گئے جہاں مخدوم ذکی الدینؒ کی اولاد نے بود و باش اختیار کی تھی۔ وہاں بھی مخدوم زادوں نے انکار کیا اور حضرت مولانا مظفر بلخیؒ اور حضرت حسین نوشہ توحید بلخیؒ کی مسند سجادگی کے انتزاعی معاملہ کو پیش کیا اور کہا کہ اگر بلخیوں کے ہاتھ سے یہ مسند سجادگی نکل گئی تو پھر اس سجادگی کیلئے برابر ہی لڑائی ہوتی رہیگی۔ پھر بہت مجبور کر کے مخدوم زادہ میں سے ایک بزرگ حضرت مخدوم شاہ بھیکھ کو جو کہ جذام کے مریض تھے اور مجبور تھے لایا اور مسند سجادگی پر بیٹھایا۔ آپ کے متعلق جب حضرت حافظ بلخی کو کہا گیا تو آپ نے فرمایا کہ مخدوم زادہ میں قابل احترام ہیں اور برابر آپ کی توصیف کرتے رہے۔ عرس شریف کے رسوم اب حضرت موصوف کے ہاتھوں انجام دئے جانے لگے لیکن حضرت حافظ بلخیؒ صابر و شاکر رہے۔ حضرت مخدوم حافظ بلخیؒ ادب اور عشق مخدوم جہاں میں اس طرح سرشار تھے جب بھی لوگوں نے آپ سے مخدوم شاہ بھیکھ کے متعلق بیان کیا تو آپ نے عرض کیا کہ اولاد مخدوم ہیں اسلئے عزت و احترام لازمی ہے لیکن ان سب کے باوجود آپ روزانہ کے معمول میں سختی سے گامزن رہے اور آستانہ مقدسہ کو نہیں چھوڑا یہانتک کہ آپ کے اور بھائی یعنی حضرت درویش بلخیؒ، محمود بلخیؒ اور شاہین بلخی بہار شریف سے چلے گئے لیکن حضرت مخدوم حافظ بلخیؒ اپنے اسلاف کی سنت پر گامزن رہے اور حضرت مولانا مظفر بلخیؒ اور حسین نوشہ توحید بلخیؒ

حلقہ متبرکہ حضرت مخدوم احمد لنگر دریا بلخیؒ پہاڑپورہ بہار شریف

روضۂ اقدس حضرت مخدوم حافظ بلخیؒ بہار شریف

کی مسند سجادگی کے واقعہ کو اپنا رہنما بنایا اور بہار شریف کو ایک لمحہ کیلئے بھی نہیں چھوڑا اور آخر کار بہار شریف ہی کی محبوب خاک میں جالیٹے۔ آپ کے انتقال کے بعد آپ کے صاحبزادے مخدوم جیون بلخی مسند فردوسیہ کے سجادہ ہوئے اور رشد و ہدایت کا یہ سلسلہ جاری و ساری رہا۔ حضرت جیون بلخی نے بھی سفر آخرت کیا اور بہار شریف ہی کی محبوب خاک میں سپرد خاک ہوئے آپ دونوں کے مزار بڑی درگاہ ندی کے کنارے سڑک کے متصل ایک چہار دیواری کے اندر ہیں اور مخدوم الملک بہاری کے آخری سجادہ کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت جیون بلخیؒ کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت فرید بلخیؒ اپنی تنہائی اور بیکسی کو دیکھ کر پھلواری شریف کے متصل موضع بیور میں جا بسے اور پھر ان کے بعد بلخیوں نے فتوحہ ضلع پٹنہ کو اپنا مستقل مسکن بنایا اور حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہ، مخدوم جہاں شیخ شرف الدین منیریؒ اور مولانا مظفر بلخیؒ کی طرح نقل مکانی کیا۔ مسند سجادگی سلسلہ فردوسیہ فتوحہ میں ہنوز موجود ہے اور اب اس پر عم محترم الحاج جناب مولانا سید شاہ تقی حسن بلخیؒ صاحب دام فیوضہ فائز ہیں۔ اس واقعہ پر جناب الحاج قاضی سید محمد نورالحسین خاں بہادر نے اپنی تصنیف آثار شرف مطبوعہ ۱۲۸۲ھ صفحہ ۶ میں روشنی ڈالی ہے اور وہ یہ ہے کہ "شیخ علیم الدین را بعد زمانہ حضرات بلخی خلفاے مخدوم جہاں بسبب نا اتفاقی کہ فیما بین آخرین ایشاں و خدام درگاہ آسماں جاہ رو داد از موضع سوہرہ آوردہ بر سجادہ خلافت نشاندند"

پھر زبیر فردوسی نے بھی روشنی کے شمارہ ۸ ستمبر ۱۹۶۲ء میں "تاریخ سلسلہ فردوسیہ صداقت کے آئینہ میں" میں ایک تفصیلی مضمون اس واقعہ پر لکھا ہے۔

ذکر حضرت مخدوم شاہ بڈھن قدس اللہ سرہ

حضرت ملک العلماء مخدوم شیخ بڈھن[۱] ابن شیخ رکن الدین بلخی منیری قدس اللہ سرہ العزیز کو بیعت و خلافت و تربیت حضرت شیخ درویش سے ہے۔ آپ حضرت مخدوم شاہ دولت منیریؒ کے ماموں تھے اور اس وقت میں سکۂ فردوسیہ منیر میں آپ کے نام سے جاری تھا۔ میں نے بزرگان منیر سے سنا ہے کہ فرید خاں[۲] کہ پرگنہ سہسرام

---

[۱] مخدوم شاہ بڈھن منیریؒ کے متعلق "افسانہ بادشاہان یا تاریخ افغانی مصنفہ شیخ محمد کبیر نواسہ شیخ خلیل حقانی مکتوبہ ۱۰۸۹ھ نسخہ برٹش میوزیم لندن جسکی کاپی فوٹو اسٹیٹ جیسوال انسٹی ٹیوٹ پٹنہ میں ہے اور سے از راہ عنایت پروفیسر سید حسن عسکری مدظلہ نے مجھے دیا ص ۲۹ سکندر یکسال در بہار ماندہ ہمہ علمایان و اولیا را مثل شیخ بڈھے حقانی و شیخ بڈھن منیری و شیخ بڈھ طیب و شیخ فخر الدین زاہدی و ہمہ مستحقان را نقد دادہ از بہار روانہ شد"۔

تذکرہ صوفیہ کاتب برکت علی جونپوری میں ہے کہ "میاں بڈھن منیری شارح حواشی قاضی ملک العلماء بر کافیہ و مصباح از

وغیرہ کا جاگیردار تھا اور ایک بار ایک شیر کو مارا تھا اوس دن سے شیر خاں لقب پایا اور جب بادشاہ ہوا
شیر شاہ مشہور ہوا وہ حضرت مخدوم شاہ بڈھنؒ کا مرید تھا۔ ایک بار آپ نے خوش ہو کر فرمایا شیر خاں دہلی کا
قصد کر تخت خالی ہے جا تجھ کو بادشاہی ہوگی وہ خوش ہو کر چلا اور پیر کے فرمانے پر وثوق تھا۔ جی میں کہا
بادشاہی تو ضرور ہوگی ذرا سیر کرتا چلوں چین سے سیر کرتا ہوا چھ مہینہ کے بعد دہلی میں پہنچا جب تک ہمایوں
شاہ کہ کہیں ملک گیری کو گئے تھے دہلی میں پھر آئے۔ شیر خاں کی گون کچھ نہ لگی۔ شکست کھائی بگڑ کر غصہ میں آیا
کہ میرا پیر اور جھوٹا۔ پلٹ کر منیر میں آیا اور اپنے پیر کو اور اون کے فرزندوں کو قتل کیا۔ آپ کے بیٹے شیخ قطب
موحد کہیں گئے ہوئے تھے منیر میں نہ تھے اوس کے ہاتھ سے سلامت رہے۔ پھر جب بادشاہ ہوا شرمندہ ہوا کہ
میرے پیر سچے تھے۔ میں نے جلدی کی اور کچھ تحفے حضرت مخدوم شیخ قطب موحد کے حضور میں بھیجے اور معافی
تقصیر اور ملاقات چاہی۔ آپ نے قبول نہ کیا اور فرمایا کہ ہم پیر کش سے ملاقات نہیں کرتے۔ وہ رعیت پرور اور
عدل گستر ہے۔ خدائے تعالیٰ عاقبت بخیر کرے لیکن آتش عقبیٰ کی عوض دنیا میں آگ سے جل کر مریگا اور ایسا
ہی ہوا کہ ایک لڑائی میں تودۂ بارود میں آگ لگ گئی اور شیر شاہ جل کر نیم جاں ہو گیا اور مرتے وقت الحمد للہ
کہا اور جاں بحق تسلیم کی۔

شیر شہ رفت چوں بدار بقا   گشت تاریخ اوز آتش مرد
۹۵۲ھ

خلفا اوست و شیخ دولت منیری کہ ظاہراً تلمذ از خدمت میاں بڈھ طیب نمودہ و جامہ خلافت نیز گرفتہ شاگرد و خلیفہ ویست و خوارق
و کرامات از میاں دولت منیری مشہور است۔"

سلہ فرید خاں: حصار کا رہنے والا تھا اس کا اصل نام فرید تھا۔ اس کا باپ حسن خاں خاندان سُور کا ایک افغان تھا اور مقام روہ کا
جو پشاور سے کچھ آگے واقع ہے رہنے والا تھا۔ یہ وہی مقام ہے جہاں کے افغانوں کے نام سے صوبہ متحدہ کی مشہور کمشنری روہیلکھنڈ
منسوب ہے۔ حسن خاں مذکور کو جمال خاں حاکم جونپور نے اضلاع سہسرام اور ٹانڈا بطور جاگیر پنج صدی منصب کے ساتھ عطا کئے
تھے۔ فرید کچھ عرصے تک محمد لوہانی بادشاہ بہار کے یہاں سلسلہ ملازمت میں داخل رہا۔ وہیں سے ایک شیر کے مارنے پر شیر خاں کا خطاب
بھی عطا ہوا۔ ہمایوں مغل بادشاہ دہلی سے کئی مرتبہ مڈبھیڑ ہوئی۔ سب سے پہلی مرتبہ بہار میں ۲۶ رجون ۱۵۳۹ء مطابق ۱۹ رصفر ۹۴۶ھ
کو شکست دی اور دوسری مرتبہ ۱۷ رمئی ۱۵۴۰ء مطابق ۹۴۷ھ کو بمقام قنوج کامیابی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ تیسری مرتبہ آگرہ و
لاہور سے خوشاب تک ہمایوں کا تعاقب کیا اور شیر شاہ کی اس فتح نے اسے دہلی کا بادشاہ بنا دیا۔ اس کی حکومت کا زمانہ ۲۵ جنوری
۱۵۴۲ء مطابق ۷ شوال ۹۴۸ھ سے شروع ہوتا ہے (قاموس المشاہیر جلد دوم نظامی بدایونی صـ ۳۲) شیر شاہ بزرگان دین کا بھی
بہت معتقد تھا چنانچہ منتخب التواریخ مصنفہ عبدالقادر بدایونی جلد اول صـ ۴۰۶ میں تحریر ہے کہ شیر خاں شیخ بڈھن کا نہایت معتقد
تھا اور آپ کی جوتیاں سیدھی کرتا تھا۔

اور شیر شاہ نو سو سینتالیس ہجری میں تخت نشین ہوا اور اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا۔ غالباً حضرت مخدوم شاہ بڈھن علیہ الرحمۃ کا وصال اوسی سال یا اوس کے ایک سال پہلے ہوا۔ سال شہادت آپ کا تحقیق نہیں ہے اس قصہ سے جو مذکور ہوا قیاس کیا جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ذکر حضرت مخدوم شیخ قطب موحد بلخی قدس اللہ سرہ

حضرت مخدوم شیخ قطب موحد بن مخدوم شاہ بڈھن بلخی قدس اللہ سرہ علوم شریعت وطریقت میں شاگرد اور جانشین اپنے پدر والا گہر کے ہیں نقل ہے کہ آپ ایکدن حضرت مخدوم شاہ یحیٰ منیری کی درگاہ میں بیٹھے تھے کہ تان سین[1] جو حضرت شیخ محمد غوث[2] گوالیاری شطاری علیہ الرحمۃ کے مرید اور علم موسیقی میں استاد

---

[1] تان سین کا نام ترلوچن داس بن مکرند پانڈے ہے۔ گور برہمن کے قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ مضافات گوالیار میں موضع بھنیت میں ۹۳۶ھ یا ۹۳۰ھ میں پیدا ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ شیخ محمد غوث گوالیاری کی دعاؤں کے طفیل میں پیدا ہوئے۔ حضرت غوث نے بڑے تزک واحتشام سے جلسہ عام میں تان سین کی مکتب کی اور بسم اللہ اور اقراء پڑھائی۔ نیز اپنا مرید کرکے تعلیم شروع کردی۔ شروع ہی سے گانے کا شوق تھا چنانچہ جنگل میں بھی وہ گاتے رہتے۔ یہ شوق اتنا پروان چڑھا کہ استادان فن موسیقی سے یہ فن حاصل کیا اور اسقدر کمال حاصل کیا کہ بقول ابو الفضل ہزار سال میں اس کا مثل پیدا نہیں ہوا ہے۔ ابتداء میں راجہ رام چند والی باندھو (ریوان) نے اس کو اپنے دربار میں رکھا اس کے بعد راجہ بیر بزادر زین خاں کی تحریک سے ۹۷۰ھ میں اکبر نے ان کو اپنے دربار میں طلب کیا۔ وہاں اس نے وہ کارہائے نمایاں انجام دئے کہ اجتک ان کا نام زندہ ہے۔ آخر ۹۹۶ھ میں انتقال کیا اور حضرت شاہ محمد غوث کے احاطہ میں مدفون ہوئے حکومت ہند کی طرف سے آپ کا بھی باقاعدہ عرس ہوتا ہے (مقالات الشعراء مصنفہ سید حسام الدین راشدی "آجکل" دہلی موسیقی نمبر اگست ۱۹۵۶ء)

[2] حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری شطاری: آپ خطیر الدین بن عبد اللطیف کے فرزند ہیں جو شیخ فرید الدین عطار نیشاپوری کی نسل میں سے ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۷ رجب المرجب ۹۰۶ھ میں ظہور آباد (غازیپور) میں ہوئی ۹۱۴ھ میں جبکہ آپ سات سال کے تھے کہ اس راہ معرفت میں قدم رکھا اور جبکہ آپ ۹۱۶ھ میں نو سال کے ہوئے تو معرفت حاصل ہوئی۔ صاحب مناقب غوثیہ متوفی ۹۴۱ھ نے لکھا ہے کہ جب آپکی عمر بارہ سال کی ہوئی تو طلب خدا میں سرگرداں ہوتے ہوئے جونپور تشریف لائے اور قاضی صدر جہاں کے مکان میں قیام فرمایا اور تحصیل علم میں مشغول ہوئے اور کافیہ وغیرہ تک پڑھی پھر اسی کو کافی سمجھ کر علم باطنی کی تلاش میں مصروف ہوئے۔ بقول صاحب مناقب غوثیہ شاہ

بے بدل اور ضرب المثل تھے منیر میں آئے ہوئے تھے۔ زیارت کو آئے اور تمنا کی کہ اگر کوئی سانخی ہوتا تو میں مزار مبارک پر مجرا کرتا۔ حضرت شیخ قطب موحد اوس وقت حالت ذوق میں تھے۔ فرمایا۔ میں سانخ دوں گا الغرض تان سین نے تانیں اوڑائیں اور آپ نے موافقت کی تو بلا فرق یہ معلوم ہوتا تھا کہ دو تان سین گا رہے ہیں۔ برخاست کے بعد تان سین نے پوچھا کہ آپ نے یہ علم کس سے سیکھا ہے فرمایا میں تو فقیرزادہ ہوں گانا نہیں جانتا میں مثل طوطی کے تھا کہ جو تم کہتے تھے وہی کہتا تھا۔ **ف** حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری علیہ الرحمۃ مرید و خلیفہ حضرت شیخ

محمد غوث روزانہ اپنے پردادا سید معین الدین قتال کے مزار مبارک پر حاضری دیا کرتے تھے ایک بار رات وہیں بسر کی صبح کو بشارت ہوئی یہ بشارت لیکر جونپور سے گور پہنچے اور حضرت شاہ ابوالفتح ہدیۃ اللہ پیر سرمست متوفی ۹۲۶ھ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی صحبت سے مستفیض ہوئے یہاں سے فیضیاب ہو کر کالو در پہنچے یہاں سے پھرتے پھراتے ایک دوسرے شہر میں گئے اور بہت سے بزرگوں سے ملاقات کی اور پھر گور تشریف لائے اور پھر شاہ ابوالفتح ہدیۃ اللہ پیر سرمست کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہونے کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا۔ تمہاری ارادت حضرت حاجی حمید الدین کے دست خاص پر مقرر ہے اب سارنپور جاؤ۔ اس حکم پر شاہ محمد غوث گوالیاری سارنپور پہونچے اور حاجی حمید الدین حضور متوفی ۹۳۰ھ کی شرف پابوسی سے مشرف ہوئے اور سلسلہ شطاریہ میں بیعت فرمایا۔ لیکن رسالہ جواہر خمسہ مصنفہ شاہ غوث گوالیاری کے دیباچہ میں تحریر ہے کہ "کئی دفعہ عالم خواب میں مجھ کو آگاہی دی گئی کہ تم کو سلطان الموحدین شیخ ظہور حاجی حمید حضور کی ملازمت سے کامیابی چاہنی چاہئے کیونکہ تمہارے مقاصد کے دروازے حاجی حمید کی تلقین کی کنجی سے کھلیں گے اس غیبی خوشخبری پر بھروسہ کر کے حاجی حمید کی تلاش کی۔ اسی دم خواجہ احمد کی خدمت میں پہنچے جو حاجی صاحب کے محرم خاص اور رفیق با اخلاص تھے۔ حاجی حمید الدین حضور نے قبول فرمایا اور بیعت سے سرفراز فرمایا اور شیخ پھول اور شیخ محمد غوث کی تعلیم و تلقین کی اور شیخ پھول کو اپنے ہمراہ لیکر صوبہ بہار کی طرف روانہ ہو گئے اور شیخ محمد غوث کو کوہستانیں ریاضت کیلئے چھوڑ دیا۔ شیخ محمد غوث تیرہ سال چند مہینے عبادت و ریاضت میں مشغول رہے اس کے بعد جب حاجی حمید الدین حضور واپس ہوئے تو مرید کو بامراد پایا۔ شاہ محمد غوث نے اس عرصہ میں جواہر خمسہ ۹۲۹ھ میں تصنیف کیا تھا وہ شیخ کے سامنے پیش کیا اس کو دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئے۔ شیخ محمد غوث نے جواہر خمسہ کے دیباچہ میں اپنی طلب سعی، شیخ کی خدمت میں حاضری، کوہستان چنار میں ریاضت و عبادت اور شیخ کی نوازش و عنایات کا ذکر کیا ہے۔ شاہ محمد غوث گوالیار آکر رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا۔ شہنشاہ بابر ہمایوں اور اکبر آپ کا معتقد تھا۔ تقریباً سات سال تک مکمل گجرات میں قیام فرمایا تھا۔ ۱۴ رمضان المبارک ۹۷۰ھ میں اکبر آباد میں وفات پائی اور گوالیار میں مدفون ہوئے۔ آپ کی تصنیفات میں معراج نامہ اوراد غوثیہ اور بحار الحیات اور جواہر خمسہ ہے (گلزار ابرار۔ جواہر خمسہ، اوراد غوثیہ، منتخب التواریخ مصنفہ عبدالقادر بدایونی جزو سوم ص ۴، معارف جولائی ۱۹۶۲ء)

ظہور[۱] حاجی حضور کے ہیں اور حضرت شیخ ابوالفتح ہدیۃ اللہ پیر سرمست کے اور وہ اپنے والد ماجد حضرت مخدوم شاہ قاضن شطاری کے رحمۃ اللہ علیہم۔ آپ نے کہ عامل بھی تھے زہرہ کو تان سین کے تابع اور مسخر کر دیا تھا کہ گانے کے وقت اون کو مدد پہنچتی تھی۔ قطعہ تاریخ

محمد غوث جانباز رہ حق | کہ عامل بود و کامل نیز آں غوث

ز دنیا رفت چوں در عالم قدس | برآمد سال نقلش غوث بے لوث

۱۵۰۶ تخرجہ ۹ ۹۷۶

جواہر خمسہ[۲] آپ کی تالیفات سے ہے۔

---

[۱] شیخ ظہور حاجی حمید الدین حضور مولانا ظہیر الدین غزنوی کے فرزند ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۸۳۵ھ میں ہوئی بچپن ہی میں والد کا سایہ سر سے اٹھ چکا تھا۔ تذکرہ گلزار ابرار میں یہ واقعہ اس طرح پر تحریر ہے کہ ماں کے انتقال کے بعد باپ نے انکی پرورش کے واسطے بہت جلد دودھ پلانے والی دایہ مقرر کر دی۔ ازروش عاطفت پرداُٹھا کر سب جگہ اور سب حال میں ہمراہ لئے پھرتے تھے اور اوس کی جدائی کسی طرح کبھی گوارا نہ کرتے تھے۔ اسی اثنا میں ایک رات قافلہ والوں پر ڈاکوؤں کے گروہ نے حملہ کر دیا اور مولانا ظہیر کو شمشیر سے شہید کر دیا اور اس لخت جگر کو داغ یتیمی دیا۔ ماں کی وفات کا رنج اور باپ کے مقتول ہونے کا صدمہ دونوں بڑی مصیبت تھی۔ القصہ جس قصبہ کے متصل اور اس کے حدود میں قافلہ اترا ہوا تھا علی الصباح اس قصبہ کا سردار اس آفت رسیدہ زمین پر پہنچا تا کہ قافلہ سالار کی حقیقت حال معلوم کرے اور لٹے ہوئے اشخاص کے واقعات کی تحقیق و تفتیش عمل میں لائے وہاں جا کر دیکھا ایک بچہ زمین پر پڑا ہوا رو رہا ہے۔ کمال مہربانی اور آرزو کے ساتھ گود میں لے لیا اسی اثنا میں گھاٹی کے اندر سے ایک عورت نکل آئی۔ اس سے پوچھا کہ تم کون ہو۔ اس نے جواب دیا کہ اس یتیم کی دایہ ہوں۔ سردار متفکر تھا کہ اس شیر خوار بچہ کی غمخواری کیسے کرونگا اس سے مطمئن ہوا اور خوشی خوشی بچہ کو دایہ کے سپرد کر کے گھر لے گیا پدرانہ پرورش اور روز افزوں التفات کرنے لگا۔ جب اس خرد سال بچہ کو عقل آنے لگی تو رسمی علم اور درسی فضیلت کی تحصیل کی۔ پھر گوالیار آکر قیام فرمایا اور جب خدا شناسی کا جذبہ و طلب کا شعلہ پیدا ہوا تو توفیق الٰہی سے شیخ محمد علا المعروف قاضن شطاری منیری کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے۔ اپنے پیر و مرشد حضرت قاضن شطاری کے وصال کے بعد ان کے فرزند رشید حضرت ابوالفتح ہدیۃ اللہ پیر سرمست کی صحبت میں مقامات سلوک طے کئے اور چالیس برس کی عمر میں یعنی ۸۷۵ھ میں سفر حجاز اختیار کیا۔ حضرت شاہ پیر سرمست نے مختلف سلاسل طریقت کا خرقہ عطا فرما کر رخصت کیا۔ آپ کو حاجی حضور کو اویسیہ سلسلہ میں شیخ علی شیرازی سے خرقہ ملا تھا۔ شیخ علی شیرازی کا لقب علی ثانی ہے اور یہ شیخ عزیز الدین عبد اللہ مصری کے مرید ہیں۔ دوسرے چشتیہ سلسلہ میں شیخ محمد غیاث چشتی کی ملازمت سے سپردگی نامہ اور اجازت کا خرقہ حاصل ہوا تھا۔ شیخ محمد غیاث چشتی خواجہ معین الاسلام کے بزرگ خلیفہ ہیں اور خواجہ معین الاسلام حسام الدین مانکپوری کے خلیفہ ہیں۔

آپ مکہ معظمہ میں پہنچے اور حج وعمرہ سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور یہاں چالیس سال تک جاروب کشی

کی یعنی تقریباً ۹۱۵ھ تک۔ کافی ضعیف ہو چکے تھے اولاد نہ تھی یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ یہ روحانی دولت کس کے سپرد کی جائے۔ اِدھر خیال آتا تھا کہ اُدھر خواب میں دو بچوں کی مثالیں صورتیں دکھائی گئیں اور یہ بشارت دی گئی کہ "یہ فرشتہ نما صورتیں جن اطفال کی ہیں وہ تمہارے باطنی خزانوں کی خزانچی گری کے واسطے ازل سے نامزد ہیں اور ان کا دیدار ہند میں تم کو فکر تلاش سے رہائی بخشے گا۔ اس ارشاد کے مضمون سے آپ نے یہ اخذ کیا کہ زمین ہند کی واپسی کی اجازت ہے۔ جب آپ اپنے مکان مالوف گوالیار واپس آئے تو چند روز بعد جو حلیہ خواب میں دیکھا تھا وہ شیخ پھول اور شیخ محمد غوث کی صورتوں میں جلوہ گر پایا۔ شکر الٰہی بجا لایا۔ اس وقت میں شیخ محمد غوثؒ کی عمر سات سال سے متجاوز تھی ان دونوں کی بیعت کی اور دو سال تک تعلیم کی۔ پھر شیخ پھولؒ کو ہمراہ لیکر صوبہ بہار کی طرف چلے گئے اور شیخ محمد کو چنار کے کوہستان میں حجرہ ریاضت کے اندر حصول معرفت کے واسطے مشغول فرمایا۔ کہتے ہیں کہ تیرہ سال اور چند مہینے بعد جب حاجی حمید الدینؒ واپس لوٹے تو مرید کو مراد کے ساتھ کامیاب پایا اور مرید کی مشتاق آنکھیں کو اپنے دیدار سے منور فرمائیں۔ اس کے چند روز بعد فارغ البالی اور دل آسودگی کے ساتھ ۲۲ ذی الحجہ ۹۳۰ھ کو انتقال فرمایا۔ آپ کی خوابگاہ گوپال گنج سب ڈویزن ضلع سارن میں ایک دیہات "رتن سرائے" میں ہے۔ (گلزار ابرار ص ۷۲-۷۳)

۵ جواہر خمسہ :- حضرت حاجی حمید الدین حضورؒ نے حضرت شیخ محمد غوث گوالیاریؒ کو سلسلہ شطاریہ میں مرید کر کے چنار کے کوہستان کیا ریاضت و عبادت میں اور سلوک و معرفت میں چھوڑ دیا۔ تقریباً تیرہ برس اور چند ماہ اسی میں مشغول رہے اور اسی ایام ریاضت میں یہ کام کیا کہ اپنے اعمال کو پانچ طریقوں پر ترتیب دیکر ایک کتاب تصنیف فرمائی جس کا نام جواہر خمسہ رکھا یہ ۹۲۹ھ میں تصنیف ہوئی ہے۔ آپ نے اپنے شیخ حاجی حمید الدینؒ حضور کی خدمت میں پیش کیا تو آپ اسے پڑھ کر بہت خوش ہوئے۔

جواہر خمسہ دو جلدوں میں ہے اس کتاب کو پانچ جوہر میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ جوہر اول۔ در عبادت عابداں و طریق آں
۲۔ جوہر دوم۔ در زہد زاہداں و طریق آں
۳۔ جوہر سوم۔ در دعوت داعیاں و طریق آں
۴۔ جوہر چہارم۔ در اذکار و اشغال مشرب شطار و طریق آں
۵۔ جوہر پنجم۔ در ورثۃ الحق عمل محققاں و طریق آں۔ یہ کتاب شریعت و سلوک کے اطوار اور طریقت و تصوف کے اسرار پر مشتمل ہے (رجسٹر فارسی ایشیاٹک سوسائٹی مخطوطہ ۱۱۵۶ھ بدست محمد امین)

ذکر حضرت مخدوم شاہ دولت منیری قدس اللہ سرہ

حضرت مخدوم شیخ ابایزید المعروف شاہ دولتؒ[1] ابن عبد الملک منیری قدس اللہ سرہ العزیز حضرت شیخ قطب موحد کے پھوپھیرے بھائی ہوتے تھے اور شاگرد آپ کے تھے۔ خدمت حضوری میں رہتے تھے اور مخدوم شیخ قطب موحد کے کوئی فرزند نہ تھا آپ کو بہت چاہتے تھے اور تعلیم و تربیت میں کوشش بلیغ فرماتے تھے۔ ایکدن کچھ لوگ حسد و شماتت کی طرح پر کچھ بول گئے کہ سب نعمت یہاں کی یہی لوٹ لیں گے اور سب دولت انھیں کے نصیب کی ہے۔ آپ کو یہ بات تلخ گذری وطن سے سفر اختیار کیا کہ اب اور کہیں چل کر مرید ہوں طلب پیر میں نکلے اور دہلی کی طرف چلے واللہ اعلم کتنی دور گئے تھے کہ پیچھے سے داہنے کلے پہ ایک طمانچہ پڑا اور ایک آواز آئی کہ کہاں جاتا ہے پھر کر جو دیکھا حضرت مخدوم شیخ شرف الدینؒ تھے پھر فرمایا کہ جا قطب موحد سے مرید ہو اور باطن میں تیری بیعت میں لیتا ہوں اور ہاتھ پکڑا اور بیعت لی۔ حضرت وہاں سے پھرے اور یہاں حضرت شیخ قطب موحد کو بھی حضرت مخدوم جہاں نے ارشاد کیا تھا کہ آپ گھر سے نکل کر تالاب پر آپ کے انتظار میں ٹہل رہے تھے۔ اتنے میں شاہ دولت پہنچے آپ نے کہا کہ آؤ میری دولت۔ اوس دن سے دولت لقب ہوا اور اسی لقب سے مشہور ہوئے اور پہلے اس کے ابایزید نام تھا۔ الغرض آپ نے بیعت لی اور اپنا جانشیں کیا اور اپنے اور پیروں کی نعمت و دولت عطا

---

[1] حضرت مخدوم شاہ دولت منیری کا ننہالی تعلق حضرات بلخی سے ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔ حضرت مخدوم شاہ دولتؒ کی والدہ بی بی نعمتؒ بنت رکن الدین بلخی ابن درویش بلخی ابن ابراہیم سلطان بلخی ابن احمد لنگر دریا بلخی ابن حسن بلخی ابن حسین نوشہ توحید بلخی ابن معز شمس بلخی۔ دادیہالی تعلق کی تفصیل اس طرح ہے۔ حضرت مخدوم شاہ دولت منیریؒ کے والد مخدوم عبدالملک ابن اشرف ابن محمود ابن سلطان ابن جہانشہ ابن محمد مخدوم اشرف ابن مخدوم جلیل الدین ابن مخدوم یحیٰ منیریؒ دواضح رہے کہ مخدوم اشرف ابن مخدوم جلیل الدین منیری کی شادی فاطمہ بنت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین منیریؒ سے ہوئی یعنی اپنی چچیری بہن سے ہوئی جن سے مخدوم جہانشہ ہوئے۔ اور ان سے مخدوم جہاں کا نسبی سلسلہ جاری دساری رہا) تذکرۃ الانساب قلمی مرتبہ حضرت عبدالقادر ابدالی اسلام پوریؒ و نسب نامہ مخطوطہ ۱۲۲۸ھ فصلی بدست خاص شاہ امین علی شطاری نقل از دستخط خاص مخدوم شاہ ابوالفتح ہدیۃ اللہ پیر سرمست ابن شاہ قاضن شطاری کہ نزد عموی شاہ بھوند قبلہ است مقابلہ نمودہ شد۔"

فرمائی[۱]۔ نسب آپ کا یہ ہے کہ مخدوم شاہ دولت ابن شیخ عبد الملک ابن شیخ اشرف ابن محمود ابن سلطان ابن حسام الدین عرف جہاں شاہ ابن شیخ اشرف ابن مخدوم شاہ خلیل الدین ابن مخدوم شاہ یحیٰ منیری الی آخرہ۔ اور حضرت مخدوم شاہ دولت منیری کو اپنے شیخ بزرگوار شاہ قطب موحد کے سوا اور تین بزرگوں[۲] سے بھی خلافت ہے۔ آپ کو کہیں سفر کا اتفاق نہ ہوا۔ یہ بزرگان دین منیر ہی میں تشریف لائے اور آپ کو بحکم حضرت مخدوم جہاں علیہ الرحمۃ ان سے اجازت و استفادت ہوئی۔ ایک حضرت میراں سید ناصر فرُدسی[۳] دوسرے حضرت شیخ محمد بڑے طیب[۴] زنجانی تیسرے حضرت مخدوم شیخ جمال الدین

---

[۱] حضرت مبارک مصطفےٰ جلال منیریؒ نے اجازت وخلافت اور بیعت حضرت مخدوم شاہ دولت منیریؒ کے سلسلہ میں اپنے اجداد میں اسطرح لکھا ہے کہ "حررہ مبارک ابن شیخ مصطفےٰ منیری حامداً و مصلیاً روز یکشنبہ بتاریخ بیست و دوم ماہ ذی الحجہ ۱۰۴۰ھ نبوی علیہ و علی آلہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات۔ این بربیشت مثال متبرکہ نوشتہ بود۔ قطب الاقطاب حضرت مخدوم شاہ دولت ولد شیخ محمد عرف عبد الملک ولد شیخ اشرف منیری پوشیدند خرقہ خلافت صوری از دست شیخ الاسلام والمسلمین شیخ قطب موحد بن شیخ بڈھن منیری قدس سرہ و ایشاں پوشیدند از دست شیخ الاسلام والمسلمین شیخ بڈھن رکن منیری قدس سرہ و ایشاں پوشیدند از دست شیخ الاسلام والمسلمین شیخ درویش ابراہیم احمد بلخی قدس سرہ و ایشاں پوشیدند از دست شیخ الاسلام والمسلمین شیخ ابراہیم احمد حسن حسین معز شمس بلخی (نقل از اجداد شاہ مبارک مصطفےٰ جلال منیری صفحہ ۱۰۳۹ یہ قلمی نسخہ حضرت صوفی منیری کے ذاتی کتبخانہ منیر میں ہے)

[۲] حضرت شیخ فرید الدین محمد ماہروؒ جو حضرت مخدوم شاہ دولت منیریؒ کے فرزند اور خلیفہ تھے۔ انھوں نے حضرت شیخ مبارک مصطفےٰ جلال منیری کے نام سے جو خلافت نامہ لکھکر رکھا۔ اسکی عبارت اسطرح ہے "ویکتب لھم سند الخرقۃ بھذہ الطریقۃ لبس خرقۃ المشائخ التی الینا ابی ومرشدی وسیدی ومولائی حجۃ الاسلام ابا یزید الملقب بشاہ دولت قدس سرہ وھو لبس من حجۃ الاسلام شاہ شرف الحق والشرع والدین احمد یحیٰ منیری (ای معنوی) ومن الشیخ العارف محمد المعروف بشیخ الاسلام شیخ بڈہ طیب قدس سرہ ومن الشیخ العارف جمال الحق شیخ حافظ سارنی قدس سرہ ومن السید السادات میراں سید ناصر فردسی قدس سرہ ومن الشیخ العارف شیخ قطب بڈھن منیری قدس سرھما (نقل از اجداد دستخط خاص مبارک مصطفےٰ جلال منیری صفحہ ۱۰۳۳)

[۳]

[۴] حضرت مخدوم شاہ دولت منیری کو سلسلہ چشتیہ کی اجازت وخلافت حضرت شیخ محمد بڑے طیب زنجانیؒ سے ملی ہے چنانچہ حضرت محمد مبارک حسین المعروف شاہ ڈھومن منیریؒ کے دست خاص کے نوشتہ میں جو سند شجرۂ مشائخ کرام ہے اور جو نقل اول از اجداد دستخط خاص حضرت مبارک شاہ مصطفےٰ جلال منیری رحمۃ اللہ علیہ لوسہ حضرت مخدوم شاہ دولت منیریؒ است سلسلہ چشت مخدوم دولت منیری از شیخ بڈہ طیب زنجانی از خواجہ طیب از خواجہ احمد عیسیٰ تاج صدیقی از خواجہ شیخ نقد از شیخ سند نظام بدادونی از خواجہ محمد شہاب ناگوری از

حافظ منجھن[1] جلال ناصحی سارنی کہ مخدوم شیخ شہاب الدین قتال زاہدیؒ ابن مخدوم شاہ بدر الدین بدر عالم زاہدیؒ کے نواسے تھے اور اون کا مزار مبارک موضع بسہیا ضلع سارن میں ہے اور مظہر آثار ولایت اور مرجع خلقت ہے۔ **نقل ہے** کہ حضرت خواجہ جمال الدین حافظ منجھنؒ کے بیٹے آپ سے راہ طریقت کے طالب ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس اب کچھ نہیں رہا سب شاہ دولت لے گئے منیر میں جاؤ اور اون سے طالب ہو۔ الغرض یہاں بھیجا اور وہ آپ کی صحبت میں درجۂ کمال کو پہونچے۔ ہندوستان کے بیشتر صوبہ دار حضرت مخدوم شاہ دولتؒ سے مرید تھے اور اکثر ملازمان بادشاہ کہ اضلاع پٹنہ و سارن و آرہ و چھپرہ وغیرہ میں بذریعہ عہدہ و منصب رہتے تھے آپ ہی کے مرید تھے اور مرض الموت میں یا بعد وفات بامید نجات یہاں آئے اور یہیں مدفون ہوئے۔ اون میں سے بہتوں کی قبر پر فتانی مسجد بنی ہوئی ہے۔ بادشاہ دہلی کا وزیر جس کا خانخاناں لقب ہوتا ہے او سوقت میں آپ ہی کا مرید تھا **نقل ہے** کہ خانخاناں جب آپ سے مرید ہونے کو آئے اور بعد اوس کے صبح کو جب رخصت ہونے لگے تو حضرت مخدوم نے ملازمین سے فرمایا کہ دیکھو گھر میں کچھ ماحضر ہو تو لا دو دال اور خشکہ شبینہ لا تو خانخاناں کھاکر بہت خوش ہوئے کہ بہت خوش مزہ ہے پھر عرض کیا کہ ہر روز کے اوس کا امیدوار ہوں آپ نے فرمایا فقیر کو دریغ نہیں الا وہاں کیونکر پہونچ سکتا ہے۔ عرض کیا کہ حضور سے عنایت ہو مجھ کو پہونچ جائے گا۔ سنا ہے کہ خانخاناں نے سانڈنیوں اور گھوڑوں کی ڈاک لگائی تھی کہ روز و شب دونوں وقت اوس دوسرے وقت خانخاناں کے دسترخوان پر پہونچتا تھا۔

نقل ہے کہ ابراہیم[2] خاں کاکڑ قوم پٹھان کہ آپ کے مریدوں میں تھے بہت مفلس تھے بامید پرورش و پارسش

خواجہ محمود یوسف اودھی از خواجہ محمد احمد بدایونی از شیخ فرید الحق خواجہ مسعود سلیمان اجودھنی از بختیار دہلوی از حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجریؒ۔

[1] حضرت مخدوم شاہ دولت منیریؒ کو سلسلۂ سہروردیہ کی اجازت و خلافت حضرت شیخ حافظ منجھن جلال ناصحی سارنی سے ہے جیسا کہ ارشاد حضرت مبارک شاہ مصطفےٰ جلال منیریؒ میں منقول ہے۔ مخدوم دولت منیری از حضرت شیخ جمال الدین حافظ منجھن جلال ناصحی سارنی از شیخ عبدالغفار بن قاسم عرف سید حسن حسینی دہلوی از شیخ یوسف علا بخاری از حضرت علاء الدین بخاری از حضرت شیخ معظم شرف الحق والدین حاجی محمود شاہ بن الحسین تستری از حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی از نجیب الدین ابو نجیب سہروردی۔ حضرت حافظ منجھن کو حضرت عبدالرحمن [illegible] سے بھی اجازت و خلافت ہے۔

[2] ابراہیم خاں کاکڑ دولت کے صوبہ دار تھے۔ تزک جہانگیری کی تحریر کے مطابق عہد جہانگیری میں دلاور خاں کے خطاب سے سرفراز کئے گئے۔

درِ دولت پر حاضر ہوئے تھے اور نواب خانخاناں بھی دہلی سے آگئے تھے تو آپ نے سپارش کی اور خانخاناں ابراہیم خاں کو بتعظیم وتکریم اپنے ساتھ لے گئے اور فوج میں نوکر رکھوادیا۔ اونھوں نے کارنمایاں کئے اور روز بروز ترقی کرتے تھے یہاں تک کہ صوبۂ گجرات کے صوبہ دار ہوئے۔ اونھوں نے سنگ تراشوں کو بلواکر پتھر کی عمارت ترشوائی اور مزار مبارک کے گنبد اور برجیوں کی صورت قائم کی اور ان پتھروں کو کشتیوں پر منیر روانہ کیا اور تنگر قلی خاں[لہ] بدخشانی کے اہتمام سے کہ وہی میر عمارت تھے مقبرہ مبارک تیار ہوا ایک بزرگ امان[لہ] اللہ عاصی تخلص ساکن سندیلہ نے کہ آپ کے مریدوں سے تھے اوس کی تاریخ لکھی تھی کہ کتابہ کے پتھر پر منقوش ہے۔ رباعی تاریخ

از درج دلم دو دُرِّ تاریخ فتاد	از بہر نثار این بنائے آباد
مانند بہشت جاوداں این باد	اول بشمر روضۂ احباب ودویم

۱۰۲۵ ۱۰۲۵

اور روضۂ مبارک کے صدر دروازہ کی یہ تاریخ سنگ کتابہ پر کندہ ہے۔ مصرع تاریخ

ع درِ دولت کشادہ باد دوام

اور ابراہیم خاں کا ارادہ یہ تھا کہ حضرت مخدوم شاہ یحیٰ منیریؒ کا روضہ بنوائیں آپ کی اجازت نہ ہوئی خواب

لہ تنگر قلی خاں بدخشی افغانستان کے ایک شہر بدخشاں کے رہنے والے تھے اور حضرت مخدوم شاہ دولت منیریؒ کے مرید تھے۔ یہ ماہر تعمیرات تھے انھی کے زیر نگرانی درگاہ کی عمارتیں تعمیر ہو رہی تھیں۔ آپ کا وصال ۹۸۳ھ میں ہوا اور آپ کا مزار بڑی درگاہ منیر شریف سے جنوب مشرق سڑک کے کنارے ایک قدیم قناتی مسجد کے صحن ہی میں ہے۔ یہ مزار سنگ سیاہ کا بنا ہوا ہے۔ اس کے سرہانے ایک کتبہ ہے جس پر سعدی شیرازیؒ کے اشعار کندہ ہیں ؎

بروید گل وبشگفد نو بہار	دریغا کہ بے ما بسے روزگار
بیائند وبر خاک ما بگذرند	کسانے کہ از مالعیب اندرند

فوت نواب مرحومی ومغفوری تنگر قلی خاں ابن مٰی شیخ بدخشانی نہصد وہشتاد وسہ ۹۸۳ھ

لہ مراۃ الاسرار قلمی ص۶۳ میں حضرت حسین نوشہ توحید بلخی کے تذکرہ میں ہے کہ وپیش ازیں سلسلہ فردوسیہ بسبب حضرت شیخ جمال گوجرہ اودھیؒ خلیفہ حضرت شیخ مظفر بلخی وبعضے خلفائے او دریں دیار شایع بود والحال دریں وقت در سلسلہ فردوسیہ یک ذات بابرکات حضرت شیخ امان اللہ صدیقی ساکن قصبہ سندیلہ باقی ماندہ است کہ دراں مشرب ارشاد می نماید وشیخ مذکور مرید وخلیفہ حضرت شاہ دولت منیری است کہ احوال او در رسالہ مراۃ الولایۃ نوشتہ شدہ"

دکھلایا کہ اپنے پیر کا روضہ بناؤ۔ ع

بر مزار ما غریباں گنبد گردوں بس است

تو حضرت مخدوم شاہ یحیٰی منیری کے مزار مبارک سے پچھم ایک مسجد بنوائی۔ عاصی مرحوم کو اللہ بخشے کہ اس مسجد کی کیا اچھی تاریخ لکھی ہے اور سب تاریخیں نادر و لاجواب ہیں۔ مصرع تاریخ

کرد ابراہیم بیت اللہ بنا
۱۰۱۳ھ

نقل ہے کہ ایک جوگی آپ کے حضور میں آیا اور ایک سنگ پارس نذر رکھا جس سے سونا بنتا ہے جیسا کہ کوئی شاعر کہہ گیا ہے۔ بیت

آہن کہ بہ پارس آشنا شد　　فی الحال بصورت طلا شد

آپ نے اوس کو تالاب میں پھینک دیا جوگی بہت بگڑا کہ یہ میرا تحفہ نادر تھا میری تمام عمر کی کمائی تم نے ناقدردانی سے ضائع کی۔ آپ نے فرمایا کہ تالاب میں جا کر نکال لے مگر اپنا ہی پتھر لینا دوسرا نہ چھونا۔ اوس نے جو غوطہ لگا کر آنکھیں کھولیں تو اوس میں بہت سے سنگ پارس دیکھے اپنا پتھر اوٹھالیا۔ نقل ہے کہ کسی نے آپ کو عرضداشت لکھی کہ سوا لاکھ روپئے نذر کے میرے پاس رکھے ہیں کوئی خادم حضور کا آئے اور اوس کو لے جائے۔ آپ کے بہت سے مرید تھے لیکن آپ نے ملا اشرف علیہ الرحمۃ کو اس کام کیلئے روانہ کیا وہ گئے اور وہاں سے گاڑیوں پہ روپے اور بہت سے اور بھی تحفے لیکر منیر کی طرف چلے۔ راہ میں پہلے جو کچھ نقد و جنس اون کو ملے تھے مسکین و محتاج کو دے پھر پیر کے مال میں ہاتھ لگایا۔ لٹاتے ہوئے چلے۔ جب منیر میں پہونچے تو ایک جانماز کے سوا اور کچھ نہ بچا تھا وہ مصلیٰ حضور میں پیش کیا اور کیفیت عرض کی۔ آپ بہت خوش ہوئے اور بہت اعزاز و اکرام کیا اور فرمایا کہ یہ تمہارا امتحان تھا اگر تم ایک پشیز بھی لاتے تو میں تم کو اپنی صحبت سے جدا کر دیتا۔ ابیات

گفت آوردے اگر تو یک پشیز　　نزد من دیگر نمی بودے عزیز

کردمے از صحبت خویشت جدا　　امتحانت بود ایں بہر خدا

با مرید و پیر باید اتحاد　　فرق سوے ظن بود نے اعتقاد

نقل ہے کہ حضرت مخدوم کے حین حیات میں آپ کے بڑے بیٹے شیخ منور شہیدؒ کچھ لوگوں کے ساتھ تفرج

کرتے ہوئے موضع غیاث پور میں کہ منیر سے بہت قریب ہے گذرے۔ وہاں کا زمیندار کہ قوم ہنود سے بسبب کسی عداوت کے کوئی حیلہ لگا کہ بجنگ پیش آیا اور آپ نے اوس کے ہاتھ سے شہد شہادت نوش فرمایا جب لاش مبارک حضرت مخدوم کے حضور میں آئی فرمایا کس اندھے نے میرے بچہ کو مارا ہے دیکھا نہیں ادھر یہ بات زبان مبارک سے نکلی اور ادھر وہ ظالم اندھا ہوگیا اوس کے بعد اوس کا بیٹا جو اوس کا قائم مقام ہوا اوس نے بھی کوری اور نابینائی وراثت میں پائی۔ علی ہذالقیاس اوس کے کئی پشتوں تک ترکہ آبائی پاتے چلے گئے۔ آخر اون کور باطنوں نے ایک بت پر پگڑی باندھی اور یہ بلا اوس کے سر ٹالی۔ آپ سے کوئی مکتوب اور کوئی تالیف و تصنیف منقول نہیں ہے۔ آپ نے حضرت مخدوم جہاں علیہ الرحمۃ کی تصنیفات پر قناعت و کفایت کی۔ آپ میں محو و فانی تھے اور تربیت باطن آپکی روح پر فتوح سے تھی اور قدم بر قدم آپ کے تھے اور حسن سیرت اور کمال معنی کے سوا جمال صورت میں بھی ممتاز تھے آپ کو ذیقعدہ کی چودہویں ۱۰۱۷ھ ایک ہزار سترہ ہجری میں دولت وصال نقد وقت ہوئی کہ الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب بزرگوں سے سنا ہے کہ عمر شریف ایک سو پچیس برس کی تھی۔ قطعہ تاریخ[1]

قطب اقطاب زماں قدوہ دیں	آنکہ از مہر و مہ انور بودہ
شاہ دولت کہ بسوئے عالم قدس	چوں زگیتی بسفر در بودہ
سال ہجرش خرد عاصی یافت	وارث جان پیمبر بودہ

---

[1] یہ قطعہ تاریخ حضرت مخدوم شاہ دولت منیری کے روضہ کے صدر دروازہ پر پتھر کے کتبے پر کندہ ہے اس سے سن وصال نکلتا ہے اور اس کے ساتھ دوسری قطعہ تاریخ بھی ہے جس سے تکمیل روضہ کی تاریخ ظاہر ہوتی ہے ۔

از بہر نثار ایں بنائے آباد + از درج دلم دو در تاریخ فتاد = اول بشمر روضۂ احباب دوئیم + مانند بھشت جاوداں ایمن باد

حضرت مخدوم شاہ دولت منیری کے متعلق مختلف تذکروں میں بھی تذکرہ ہے اور بہت سے امرا آپکی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں چنانچہ مآثر الامرا جلد دوم ص۱۶۶ مصنفہ شاہ نواز خاں شہید خوافی اورنگابادی میں تحریر ہے کہ ذکر امرائے نامدار ہند و صناں از عہد اکبر تا ۱۱۹۰ھ راجہ مان سنگھ پسر راجہ بھگونت داس کچھواھہ "ص۱۶۶" گویند کہ در وقت رفتن بنگالہ در منیر بصحبت شاہ دولت نامی کہ از صاحب کمالاں آں وقت بود رسید۔ شاہ فرمود بایں ہمہ دانش و فہمید چرا مسلمان نمیشوی۔ راجہ عرض کرد کہ در کلام الٰہی واقع شدہ ختم اللہ علی قلوبہم اگر توجہ شما قفل شقاوت از سینۂ من برداشتہ شود فوراً مسلمان میشوم۔ یک ماہ بایں امید توقف کرد چوں اسلام نصیبہ اش نبود سود ننمود۔ و للہ در قائل ۔ شعر

فیض درویشاں چہ دریابد دل افسردہ را	من چو ماسد کشد سے حاصل ز فیض کیمیاست

خلفا: ۱۔ حضرت شیخ فریدالدین محمد ماہرو ۲۔ حضرت شیخ محمد علی ۳۔ حضرت امان اللہ صدیقی عاصی ۴۔ حضرت امیر ابوالعلی ۔ ۵۔ حضرت مبارک مصطفےٰ ابن جلال منیری۔

نجۃ العارفین فارسی مولفہ شاہ حیات اللہ چشتی ابوالعلائی قلمی مخطوطہ ۱۲۶۳ھ میں حضرت امیر ابوالعلیٰ کے احوال میں صفحہ ۱۶ میں تحریر ہے کہ "مختصرہ گرامی اشعار میں اکبر بادشاہ کا انتقال ہوگیا اور اس کی جگہ پر نورالدین محمد جہانگیر تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوا اور حکم عام کر دیا کہ تمام صوبوں میں جو نوکران شاہی ہیں اور جو منصب سے سرفراز کئے گئے ہیں وہ حاضر خدمت ہوں۔ آنحضرت قدس سرہ (حضرت سید امیر ابوالعلیٰ) حکم شاہی کے مطابق صوبہ بنگال سے دربار شاہی میں روانہ ہوئے۔ جب بلدہ منیر میں پہنچے تو حضرت شاہ دولت منیری قدس سرہ کے خدمت میں پہنچے کیونکہ حضرت مخدوم الملک شرف الدین احمد یحییٰ قدس سرہ کے روحانی فیوض کے مخصوصان میں سے ایک وہ بھی تھے۔ جب مخدوم شاہ دولت نے ان لوگوں کی تشریف آوری کی خبر سنی فرمایا "شاہ اعلیٰ" اس کے بعد اسی نام سے موسوم و مشہور ہوئے۔ حضرت امیر ابوالعلیٰ نے اپنے تمام گذرے ہوئے واردات و احوال کو اجمال کے ساتھ مخدوم شاہ دولتؒ سے بیان فرمایا۔ شاہ دولت نے فرمایا کہ الدنیا جیفۃ و طالبہا کلاب اس کے قبل اس جیفہ کیلئے کوشاں تھے اب بڑی خشک رگی ہے جیفہ میں سور ہے خوب کیا کہ ترک کر دیا۔ حضرت شاہ دولت قدس سرہ آنحضرت پر بہت شفقت فرماتے۔ جب لقمہ اپنے ہاتھ سے حضرت کو کھلاتے تو وہ سب نعمت باطن ہو جاتا۔ آنحضرت (شاہ ابوالعلیٰ) فرماتے ہیں کہ شاہ غفران پناہ کے ہاتھ کی برکت سے جسقدر کہ میں کھانا کھاتا معلوم نہیں ہوتا کہ میں نے کوئی چیز کھایا ہے۔ جب حضرت شاہ دولت کی غایت مہربانی معلوم ہوئی کہ وہ مجالست اور مخالطت کی خواہش رکھتے ہیں تو دل یہی چاہتا تھا کہ ترک جاہ کرکے وہاں اقامت گزیں ہو جائیں لیکن قسمت میں نوشتہ تھا اس لئے شاہ رضواں دستگاہ کی خدمت سے رخصت ہوا۔

(نجۃ العارفین فارسی قلمی مخطوطہ ۱۲۶۳ھ کتبخانہ بلخیہ فردوسیہ فتوحہ پٹنہ)

ذکر حضرت شیخ فریدالدین محمد ماہرو قدس اللہ سرہ

حضرت مخدوم شیخ فریدالدین محمد ماہرو ابن شاہ دولت منیری قدس اللہ سرہ مرید اور نائب اپنے پدر عالی دودمان کے تھے اور آپکی وفات کے بعد مسند دولت پر بیٹھے۔ آپ بہت حسین اور صاحب جمال تھے۔ اسی لئے ماہرو مشہور ہوئے۔ نقل ہے کہ ایک افغان کی بیٹی حضرت مخدوم شاہ دولت کے حجرہ کو اپنے گیسوؤں سے جھاڑ دیتی تھی۔ آپ نے اوس سے پوچھا کیا چاہتی ہے۔ عرض کیا کہ میں حضرت کے صاحبزادہ ماہرو پر عاشق ہوں لونڈی ہونا چاہتی ہوں۔ اپنے صاحبزادہ نالائبار سے اوس کا نکاح کر دیا اوس سے ایک بیٹا پیدا ہوا کہ حضرت مخدوم شاہ دولت علیہ الرحمۃ نے بعد تحصیل علم شریعت و تلقین احکام طریقت اجازت و خلافت دیکر ملک بنگالہ کی طرف روانہ کیا۔ وہاں کے قاضی نے اون کے جمال صورت اور کمال سیرت کو دیکھ کر چاہا کہ اپنی لڑکی کو اون سے بیاہ دے

تو اونھوں نے عذر کیا کہ میری ماں برابر کی نہیں قوم کی پٹھانی تھیں۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ یہ عذر تو مجھ کو کرنا تھا مگر مجھ کو منظور ہے۔ پھر اونھوں نے اپنے جد امجد حضرت مخدوم شاہ دولت منیری قدس اللہ سرہ کو عرضی لکھی تو آپ نے جواب لکھا کہ قاضی صاحب کو اپنا چچا سمجھو اور اون کی اطاعت کرو۔ الغرض وہ وہاں کدخدا ہوئے واللہ اعلم بالصواب۔ نقل ہے کہ حضرت شاہ ماہرو علیہ الرحمۃ بڑے رنگیلے تھے۔ رنگین لباس سے بہت شوق تھا اور بڑے طرحدار تھے۔ بیگانہ روی۔ آشنا خوئے اور بزبان حال یہ فرماتے تھے۔ شعر

جو بیٹھے یار جوانوں میں اور رندوں میں | تو توبہ میں نے بھی کی زہد اور پیری سے

میخانہ ہے گر رہگزر کوئے صنم میں | سر کیوں در میخانہ سے رکھوں میں حرم میں

خانخاناں حضرت مخدوم شاہ دولت کا شہرہ سنکر مرید ہونے کے ارادہ سے منیر کی طرف روانہ ہوئے جب سرو دھ کے جنگل میں پہونچے تو حضرت شاہ ماہرو کو دیکھا اس حالت سے کہ لباس رنگین ہے اور کاکلیں چھوٹی ہوئی ہیں اور پان کھائے ہوئے ہیں اور معلوم ہوا کہ شکار کو نکلے ہیں خیمہ کھڑا ہوا تھا۔ خانخاناں کے دل میں کراہت آئی کہ کچھ نہیں فقط نام ہی نام ہے جس کا بیٹا ایسا آوارہ ہو اور اوس سے اصلاح نہ ہوسکے وہ دوسرے کی کیا دستگیری کریگا اور ارادہ کیا کہ پھر چلیں اور یہاں دل مبارک آئینہ صاف کے مانند تھا۔ اس خطرہ کا عکس اوس میں جلوہ گر ہوا آپ نے فرمایا کہ فقیر کی دعوت قبول ہو۔ خانخاناں حیران ہوا کہ ان کے ساتھ آدمی تھوڑے اسباب و سامان کم اور یہاں حشم و خدم۔ یہ کیا بولتے ہیں۔ بہر کیف دعوت قبول کی اور در پردہ آدمی کو متعین کیا کہ دیکھو یہ کیا کرتے ہیں۔ جب کھانے کا وقت آیا اور کھانا نکلنے لگا لوگوں نے خبر پہونچائی کہ کہیں سے کوئی چیز نہیں منگوائی گئی ہے دو چار دیگچے ہیں کہ اونھیں میں جو غلہ وغیرہ ساتھ تھا پکایا گیا ہے اور ان دیگوں پر چادریں پڑی ہوئی ہیں بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کہہ کر اونھیں دیگوں سے ہر قسم کے بادشاہانہ کھانے نکال رہے ہیں۔ خانخاں نے اوس خطرہ سے توبہ کی اور منیر میں آکر مرید ہوا۔ نقل ہے کہ آپ کو فنون سپاہ گری میں خصوصاً تیر اندازی میں کمال حاصل تھا۔ ایک بار رات کو گھوڑے پر سوار کہیں جاتے تھے اور منیر میں میواتی[1] ایک قوم تھی کہ اون کا پیشہ رہزنی تھا۔

---

[1] میواتی: یہ لوگ ذات کے پٹھان تھے اور اسی واقعہ کے بعد تائب ہوکر منیر شریف میں آباد ہو گئے اور جس محلہ میں تھے اس محلہ کا نام میواتی تھا جو آجکل لونتی محلہ کے نام سے مشہور رہے۔ اب اس خاندان کا کوئی فرد منیر میں موجود نہیں ہے۔

میواتیوں نے آکر گھیرا اور چاروں طرف سے حملہ آور ہوئے۔ آپ نے تیراندازی شروع کی۔ کوئی قریب نہ آسکا جب سب عاجز ہو گئے بولے آپ ہیں ہمارے مالک مخدوم زادے۔ ہم نے پہچانا نہ تھا ہاتھ رد کیئے ہم لوگ قدمبوس ہوں گے۔ آپ نے فرمایا اسوقت الگ رہو کل صبح کو گھر پر آنا۔ وہ لوگ پہچانے ہوئے تھے کہاں جاسکتے تھے۔ صبح کو حاضر ہوئے۔ آپ نے اون لوگوں سے کہا واجب واجب اپنا خرچ لکھوا دو اور اس پیشہ سے توبہ کرو اور دیوان کو حکم کیا کہ معینہ ان لوگوں کو ملا کرے۔ **نقل ہے** کہ حضرت مخدوم شیخ دولت قدس اللہ سرہ نے آپ کو فرمایا تھا کہ ماہرو میرے بعد تم کو راہ فقر میں اگر کوئی حاجت پیش آئے تو سید عباس گجراتی سے رجوع کرنا اور میران سید عباس گجراتی علیہ الرحمۃ حضرت مخدوم کے خلفائے اجلّہ سے تھے اور صاحبِ کمال تھے۔ **نقل ہے** کہ حضرت سید عباس گجراتی علیہ الرحمۃ کو مقام گجرات میں ایکدن کسی زنار دار سے کچھ معارضہ ہوگیا اور ایک حالت اون پر طاری ہوئی اوس کا زنار کھینچ کر اپنے گلے میں ڈال لیا فوراً وہ کافر کلمہ پڑھنے لگا اور مسلمان ہوگیا۔ ایک درخت کے نیچے سرِراہ کھڑے تھے اودھر جو کافر گذرا ایمان لایا اور زنار اتار کر رکھدیا۔ واللہ اعلم کتنی دیر تک کھڑے رہے جب اوس حالت سے افاقہ ہوا زنار گلے سے دور کیا اور ان سب زناروں کو لوگوں نے تولا تو سوا سیر ہوا۔ الغرض حضرت مخدوم کے وصال کے بعد شاہ محمد ماہرو نے میران سید عباس گجراتیؒ سے اپنے والد ماجد کا فرمان ظاہر کیا اور میران صاحب نے آپ کو چلہ اور صوم وصال رکھنے کو فرمایا اور حضرت مخدوم کے حجرہ میں بٹھلایا اور خود حجرہ کے دروازہ پہ بیٹھے۔ فاتحہ سوم کے بعد کچھ لونگیں اور تھوڑا پانی لیکر حجرہ میں گئے اور فاتحہ چہلم کے روز نکلے تو سر سے پانوں تک ہمہ تن حضرت مخدوم شاہ دولتؒ کی صورت ہو گئے کہ لوگ پہچان نہ سکتے تھے۔ شعر

غلبہ کیا جو یار کے عکس جمال نے — آئینہ اپنا صاف تھا صورت میں چھپ گیا

یہانتک کہ اوس دن خانخاناں جو آئے تو آپ کو دیکھ کر متعجب ہوئے اور جی میں کہا کہ دشمنوں نے جھوٹ خبر اوڑائی تھی۔ خفیہ نگار کو جاکر سزا دونگا کہ اوس نے تحقیق نہ کرلی۔ آپ نے فرمایا بھائی خانخاناں واقعی حضرت نے مفارقت کی میں ماہرو ہوں اور زبانِ حال یوں گرم مقال تھی۔ شعر

بیرون و درون من شد صورت او پیدا — در حضرت کفرستان بتخانہ چنیں باید

آپ نے اپنے والد کے انتقال کے پندرھویں برس رمضان شریف کی پانچویں ایک ہزار اکتیس ہجری ۱۰۳۱ھ میں داعی کعبۂ وصال کو لبیک کہا۔ کسی نے تاریخ کہی ہے کیا خوب ہے۔ قطعہ تاریخ

محمد ماہرو بارو ئے چوں ماہ — بہ جنت زینت بزم پدر خواست

بطور تعمیہ تاریخ جستم — دلم گفتا نہ غم روئے طرب کاست

روئے طرب سے حرف ط مقصود ہے جس کے عدد نو ہیں لفظ غم سے نو عدد گھٹانے سے تاریخ نکلتی ہے۔

خلفاء آپ کے خلفاء میں آپکے چھوٹے بھائی حضرت شیخ محمد علیؒ ہیں ۲ حضرت شیخ مبارک ابن مصطفےٰ ابن جلال منیریؒ۔

ذکر حضرت شیخ محمد علی قدس اللہ سرہ

حضرت شیخ محمد علیؒ ابن شیخ دولت منیری قدس اللہ سرہ کو بیعت اپنے باپ سے اور تربیت و خلافت آپ سے بھی اور اپنے برادر بزرگ شاہ محمد ماہرو سے بھی

حضرت شیخ محمد علیؒ اپنے برادر بزرگ حضرت شاہ محمد ماہروؒ کے وصال کے بعد مسند سجادگی پر جلوہ افروز ہوئے۔ عرصہ تک رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا آخر ۲۶ ربیع الاول کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور حضرت محمد ماہروؒ کے پہلو میں چھوٹی درگاہ منیر شریف میں مدفون ہوئے۔

ذکر حضرت شیخ مبارک قدس اللہ سرہ

حضرت شیخ مبارک بن مصطفےٰ بن جلال بن عبد الملک بن اشرف منیری رحمۃ اللہ علیہ کہ حضرت شیخ دولت کے نواسے اور آپ کے بھائی شیخ جلال کے پوتے ہیں۔ مرید و خلیفہ حضرت شیخ محمد علیؒ کے ہیں اور اپنے سند خلافت میں آپکو قبلہ گاہی لکھتے ہیں اس سبب سے کہ مرید پیر کا فرزند معنوی ہوتا ہے ولادت معنوی کے اعتبار سے اور اجازت حضرت شاہ محمد ماہروؒ اور حضرت مخدوم دولت منیریؒ سے بھی رکھتے ہیں کہ ان دونوں بزرگواروں نے خلافت نامہ لکھکر رکھدیا تھا جیسا کہ آپ نے لکھا ہے کہ فقیر مبارک ابن شیخ مصطفےٰ نے خرقۂ خلافت پہنا ہاتھ شیخ محمد علی کے اور بھی شیخ فریدالدین محمد ماہرو کے اور بھی ہاتھ سے حضرت شیخ ابا یزید مخدوم شاہ دولت منیریؒ کے اور آپ نے یعنی شاہ دولت نے خرقۂ خلافتِ روحانیہ پہنا ہاتھ سے حضرت مخدوم شیخ شرف الدین منیریؒ کے قدس اللہ اسرارہم اور یہ

سلسلۂ آبائی اور خاندانی ہے اور سوا اس کے شیخ مبارک علیہ الرحمۃ کو حضرت سید نعمت اللہ[1] قادری فیروزپوری سے بھی اجازت ہے۔ غالباً یہ اجازت[2] حالت سفر میں ہوئی ہوگی کہ آپ نے تھوڑے دنوں سفر بھی اختیار کیا ہے۔

---

[1] نعمت اللہ قادری فیروزپوری:۔ مناہج الشطاریہ مصنفہ میر سید امام الدین راجگیری میں ہے کہ حضرت شاہ جلال الدین المعروف بہ شاہ نعمت اللہ القادریؒ سیر و سفر میں ایک گدڑی پہنے ہوئے اور دو گوشہ گودڑی سر پر رکھے ہوئے پانی نکالنے کیلئے ایک ڈول اور ایک رسی جو کمر میں لپیٹے ہوئے کبھی لنگی اور کبھی پائجامہ پہنتے۔ اکثر اوقات باشہ یا شکرہ (باز) شکار کیلئے ہمراہ رکھتے اور اوراد کے جزدان گدڑی کے اندر بغل میں لٹکائے رہتے۔ اکثر بہار میں اور قصبہ بیر اور حضرت شاہ شعیب کے موضع شیخپورہ سے گذرا کرتے تھے۔ کسی کو بھی ان کے فضل و کمال اور علم و معرفت کی اطلاع نہ تھی۔ فقیروں کی طرح گذرتے اور ننگے پاؤں سیر کرتے۔ تین مرتبہ ملک بنگال کا سفر کیا۔ ننگے پاؤں چلنے کی یہ وجہ بیان کی گئی ہے کہ "میں اور ایک ساتھی ایک مالک کی خدمت میں تھے۔ وضو کی خدمت میرے سپرد تھی۔ دوسرے ساتھی کو بھی وضو کے پانی کی خدمت سپرد تھی۔ ایک دفعہ قیلولہ کے بعد مالک کو پانی کی ضرورت ہوئی۔ اس ساتھی نے پانی موجود نہ پایا تو پانی لانے کیلئے بے اختیار ننگے پاؤں دوڑا دریا کے کنارے کنکریاں تھیں پاؤں کا تلوا پھٹ پھٹ کر زخمی ہوگیا اسی روز سے جوتا پہننا چھوڑ دیا اور ننگے پاؤں رہنا اختیار کیا۔ پہلی مرتبہ جب وہ بنگال میں پہنچے تو موضع مالتی پور جو مالدہ بنگال کے متصل ہے وہاں میر سید احمد مالتی پوری کی خانقاہ ہے وہاں فروکش ہوئے۔ جب سید مذکور کی نظر آپ پر پڑی تو فرمایا کہ الحمد للہ برسوں کے بعد آج خدا کے دوست کو دیکھا ہے۔ وہاں چند سال تک رہے اس کے بعد سیر و سفر سے آتے وہیں ٹھہرتے۔ اپنے فضل و کمال کو ظاہر نہ کرتے فقیروں کی طرح رہتے۔ جب ان کی شادی ہوگئی تو مالک فیروزپور سے چار بیگھہ ویرانہ اور جنگل کہ جس میں شیر دوڑا کرتے تھے اجازت لیکر تالاب کے کنارے گھر بنا کر اپنے بال بچوں کے ساتھ بہت زمانہ تک فقر و فاقہ میں زندگی بسر کرتے رہے۔ باوجودیکہ دست غیب اور علم کیمیا جانتے تھے پھر بھی اپنے فرزندوں کیلئے فقر و فاقہ اور تکلیفات گوارا کیا۔ سیف خاں ناظم بنگالہ راج محل کے اطراف میں اکثر شکار کیلئے جاتے۔ اتفاقاً ایک روز شکار ہی میں آپ سے ملاقات ہوگئی۔ سیف خاں سے جہانگیر کے زمانہ ہی سے دہلی کی شناسائی تھی۔ اس نے چار سو بیگھہ زمین فیروزپور میں شہنشاہ شاہجہاں سے مانگ کر آپ کو دیا اسی وقت سے آپ کے اہل و عیال میں فارغ البالی آئی اسی زمین میں آپکا مقبرہ اور خانقاہ ہے اور اس میں آبادی بھی قائم ہوگئی ہے۔ جب شاہ شجاع صوبہ کا بادشاہ ہوا تو وہ اپنی بیوی اور بچوں اور امراء کے ساتھ آپ سے مرید ہوگیا اور کافی نذورات اور روپئے نذر کئے اور وقف بھی کیا۔ یہ دوہرہ بھی آپ ہی سے مشہور اور منسوب ہے۔

سکھ میرے کان سن کہوں سمجھ سنائے جو دیا سو تھر رہا جو رکھا سو جائے

جب شاہزادہ شاہ شجاع اور بادشاہ عالمگیر کے ساتھ جنگ ہوئی اسی وقت یہ خاکسار (امام الدین راجگیری) آپکی خدمت میں حاضر ہوکر مشرف بہ زیارت ہوا۔ شاہزادہ شجاع کے جنگ کے سکون کے بعد سیر و شکار اور صحبت یار کو ترک کیا اور کلام مجید کی تفسیر جو تفسیر جلالین جیسی ہوا فق تھی لکھنے میں مشغول ہوئے اور چھ ماہ میں سنہ ۱۰۳۳ھ میں اسے مکمل کر لیا اور پھر سفر کے زمانہ میں جبکہ آپ دہلی میں تھے بادشاہ جہانگیر کی فرمائش پر قرآن شریف کا ترجمہ کیا جس کو تفسیر جہانگیری کہتے ہیں۔ آپکی عمر پینتالیس سال کی تھی کہ تمام ممالک کے سیر و سفر اور تمام علوم و معرفت کے تحصیل کے بعد فیروزپور میں قیام فرمایا اور پچاسی سال سے زائد مسند ہدایت و ارشاد پر بیٹھ کر تکمیل صوری و معنوی کو قائم رکھا۔ قطب الاقطاب حضرت دیوان محمد رشید قدس سرہٗ کو ایک خط بھی لکھا ہے۔ حضرت شاہ نعمت اللہ فیروزپوری نے سنہ ۱۰۸۰ھ میں انتقال فرمایا (از مناہج الشطاریہ تصنیف سید امام الدین راجگیری المتوفی ۲۶ ذی الحجہ سنہ ۱۳۱۱ھ گنج ارشدی ص۱۴۵)

فیروز پور میں بھی گئے ہوں واللہ اعلم۔ یہ بھی مشہور ہے کہ آپ کچھ دنوں جنگل میں رہے اور ایک جوگی سے اشغال جوگیہ بھی مشق کئے ہیں اور آخر وہ جوگی آپ کی کوئی کرامت دیکھ کر اپنے چیلوں سمیت مسلمان ہوگیا اور پھر مرید و مسترشد ہوا پھر آپ اس کو اپنا خلیفہ اور مجاز کر کے منیر میں آئے اور سجادہ خلافت پر متمکن ہوئے اب حضرت شیخ فریدالدین محمد ماہرو نے جو حضرت شیخ مبارک مصطفےٰ کے نام سے خلافت نامہ[1][2] لکھ کر رکھدیا تھا اور وہ عربی میں ہے اور اوس کے بعض وصیتوں کا ترجمہ بطور ایجاز و اختصار کے لکھتا ہوں کہ فائدہ کی باتیں ہیں وہی ھذہٖ قال اللہ تعالےٰ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا اور کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیروا سبق المفردون پس واجب ہے طالبوں پر لازم پکڑنا راہ حق کو ساتھ ہمیشگی ذکر اور اخلاص اور صدق کے اور نہیں لائق ہے یہ کہ مائل کرے طالب ہوائے نفس سے۔ تحقیق کہ راہ طرف حبیب کے نحو ہوگئی ہے مزخرفات جہاں یعنی کھوٹی پونجی سے جی چرانیوالوں کے اور قریب ہوگئی ہے بطلان کے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ولقد وصینا الذین اوتوا الکتاب من قبلکم وایاکم ان اتقوا اللہ اور البتہ تحقیق وصیت کے ہم نے اون لوگوں کو جو دیے گئے کتاب پہلے تمھارے اور تم کو بھی یہ کہ ڈرو اللہ سے اور بچو۔ پس تقوی لباس دین کا ہے اور سر یقین کا اور اوس کے درجے میں پہلا اتقا ہے شرک سے دوسرا گناہوں اور حراموں سے اور تیسرا شبہات سے اور چوتھا حظوظ نفس سے

---

[2] اس خلافت نامہ کی نقل منیر شریف میں حضرت صوفی منیری کے ذاتی کتبخانہ میں ہے جسے حضرت مبارک شاہ مصطفےٰ منیری نے اپنے دست مبارک سے نقل کیا ہے اس کی عبارت یہ ہے "حمد سپاس و ثنائے بیقیاس .... فقیر مفتقر الی اللہ نعمت اللہ چوں دیدم اخی شاہ مبارک بن شیخ مصطفےٰ المنیری را مستحق دستار خلافت قادریہ پوشانیدم اور ابعد اشارت باطنی لباس خلافت قادریہ و تلقین کردم .... پوشیدم خرقہ خلافت از دست شیخ الاسلام والمسلمین مرشد الھدایا اجمعین۔ حضرت شیخ محمد قدس سرہ وایشاں پوشیدند از شیخ و مرشد خود بندگی شیخ مخدوم قدس سرہ و نیز از دست شیخ بدرالدین الشریف القادری .... حررہ نعمت اللہ ابن عطاء اللہ حامداً و مصلیاً روز اول ہفتہ بست و پنجم ماہ محرم سنہ ہزار و شصت و ہشت از ہجرت نبویہ علیہ و علی آلہ افضل الصلوٰۃ و اکملاً تحیۃ (نقل از اوراد حضرت مبارک شاہ مصطفےٰ المنیریؒ) اس اجازت نامہ اور سلک چہاردہ خانوادہ کے آخر میں تحریر ہے کہ "تمام شد شال سلک چہاردہ خانوادہ نقل اول از دستخط خاص حضرت شاہ نعمت اللہ ابن سید عطاء اللہ غفرلہ اللہ تعالیٰ کاتبہ و مالکہ خادم الفقرا فقیر محمد مبارک حسین المعروف شاہ دھومن ابن شاہ محمد محمود ابن شاہ محمد مکی ابن شاہ عنایت اللہ ابن شاہ محمد اشرف فردوسی المنیری ۱۲۱۲ھ مطابق ۱۲۰۵ فصلی و سنہ ۳۹ جلوس شاہ عالم بادشاہ غازی۔

[1] یہ خلافت نامہ عربی میں ہے اور گیارہ صفحات پر مشتمل ہے۔

مباحات میں اور پانچواں اور وہ سب سے اعلیٰ ہے اتقا ہے ماسوائے اللہ تعالیٰ سے ساتھ متوجہ ہونیکے خدائے تعالیٰ کی طرف بالکلیہ۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم تحقیق کہ بزرگ ترتم لوگوں میں وہ ہے نزدیک اللہ کے جو بڑا اتقا والا ہو اور کہا ہے بعض سلف نے رضی اللہ عنہم۔ یہ کہ تقویٰ کے واسطے بدایت ہے اور نہایت ہے پس ہدایت اوس کی لازم پکڑنا ہے ظاہر شریعت کو اور نہایت اوس کی تحقق ہونا ہے اس کی عزیمتوں کے ساتھ اور نہیں میسر ہوتا ہے یہ مگر حاصل کرنے سے علوم دینیہ کے۔ پس لازم ہے مومن کو یہ کہ مضبوط کرے اپنی بنیاد کو ساتھ سیکھنے علم شریعت کے تو آسان ہو اوس پر لازم پکڑنا ظاہر شرع کا اور قوت ملے اس کو پہونچنے میں طرف عزیمت شرع کے اور لائق ہے اوس کو یہ کہ متوجہ کرے جوارح کو اپنے آداب شرع میں اور قید کرے نفس کو اپنے قول اور فعل میں۔ پس نہ کہے اور نہ کرے وہ چیز کہ لکھیں اوس کو گناہ صاحب شمال یعنی بائیں طرف کے فرشتے اور نہ نظر کرے طرف اوس چیز کے کہ نہ اجازت دی ہے اوس کو شرع اور نہ بولے مگر ساتھ خیر کے اور ترک کرے مالا یعنیہ یعنی فضول کو اور نہ دوست رکھے دنیا کو بلکہ ترک کرے اوس کو بقدر امکان اپنے یعنی رفتہ رفتہ پس محبت دنیا کی سر ہے سب گناہوں کا اور ترک کرنا دنیا کا سر ہے سب عبادت کا اور چاہیے کہ پرہیز رکھے صحبت سے عورتوں کی اور مردوں کی اور لڑکوں کی اور بطالین کی اور اجتناب کرے مجالست سے تونگروں اور حاکموں کی۔ پس تحقیق کہ وہ زہر قاتل ہے اور لازم پکڑے خلوت کو اس حال میں کہ نماز پڑھتا ہے یا تلاوت کرتا ہے یا ذکر کرتا ہے یا مراقبہ کرتا ہے وگرنہ سویا رہے۔ پس اگر وسوسہ دے اوس کو شیطان ساتھ کسی خطرہ کے تو دفع کرے اوس کو ساتھ ذکر خفی کے یا ساتھ آواز جلی کے اور گردانا میں نے اوس کو خلیفہ اپنی طرف سے اور ہاتھ اس کا بیعت میں میرے ہاتھ کے مانند ہے اور اجازت دی میں نے اس کو کہ مقراض رانی کرے اس پہ جو توبہ کرے اس کے ہاتھ پر اور حلق اور قصر کرے اور اجازت دی میں نے اوس کو یہ کہ فتوحات قبول کرے اس شرط پہ کہ اوس کو صرف کرے اوس جگہوں میں یعنی حقوق شرعی میں اور حکم کرے مرید طالب کو بیٹھنے کا خلوت اور عزلت میں ساتھ ذکر اور طاعات کے اور وصیت کی میں نے کہ نہ بھولے مجھ کو اون وقتوں میں جن میں امید اجابت ہو اور دعا کرے حاکموں کیلئے اور سب مسلمانوں کیلئے پس کہے۔ اللھم اصلح الامام والامامۃ والراعی والرعیۃ والف بین قلوبھم فی الخیرات وادفع شر بعضھم عن بعض اللھم انت العالم بذنوبنا فاغفرلھا وانت العالم بحوائجنا فاقضھا

ربنا توفنا مسلمین و الحقنا بالصلحین واحشرنا فی زمرۃ المتقین وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و آلہ اجمعین

ذکر حضرت شیخ ہدایت اللہ منیری قدس سرہٗ

حضرت تاج المشائخ شیخ ہدایت اللہ ابن اشرف ابن محمود حافظ ابن محمد ابن جلال ابن عبدالملک اشرف منیری قدس اللہ سرہ مرید و مجاز اپنے دادا کے چچیرے بھائی مبارک ابن مصطفٰے ابن جلال ابن عبدالملک اشرف منیری کے ہیں اور ایضا اجازت حضرت شیخ احمد منور ابن شیخ انور محمد ابن شیخ منور شہید ابن شاہ دولت منیری سے بھی رکھتے ہیں

ف شیخ احمد منور کے انتقال کی تاریخ یہ ہے۔ شعر

	پئے تاریخ شاہ احمد منور	رقم کن چار الف یکجا برابر
قطعہ تاریخ	شیخ احمد کہ منور لقب او بودہ	قدم فقر بہ پیرایہ شاہی میزد
	یافتم مصرع تاریخ وفاتش صوفی	تاکہ دم بود دم از عشق الٰہی میزد

اور ایضا حضرت شیخ احمد اللہ چنڈھوسی[1] سے بھی اجازت پائی تھی۔ بزرگوں سے سنا ہے کہ آپ کم سن تھے اور مخدوم شاہ ماہرو اور اون کے بعد مخدوم شاہ محمد علی نے جنت الفردوس کی راہ لی اور شیخ مبارک مصطفٰے عالم سیر و سفر میں تھے جناب شاہ ہدایت اللہ بالغ ہوئے کوئی بزرگ جو تلقین طریقت کرے سر پر نہ رہا آپکی ماں نے کہا کہ تم دادا کے روضہ مبارک میں جایا کرو اور مزار مبارک کو دیکھا کرو پھر آپ نے یہی معمول کیا کہ مخدوم شاہ یحیٰی منیری کے مزار کو بیٹھ کر دیکھا کرتے آخر آپ کے فیضان روحانی سے مستفید ہونے لگے اور حالتیں بدلنے لگیں واللہ اعلم کتنے دنوں کے بعد ایک دن مزار مبارک پر مشغول بیٹھے تھے کہ مزار مبارک کے اندر گیند روشن جیسا کہ شادیوں میں روشن

---

[1] حضرت شیخ احمد اللہ چنڈھوسی سہروردی حضرت ہدایۃ اللہ فردوسی منیری کے رشتہ کے چچا اور حقیقی بہنوئی ہیں۔ حضرت احمد اللہ چنڈھوسی کے متعلق نسب نامہ یں اسطرح ہے۔ احمد اللہ چنڈھوسی ابن شاہ نور جہاں ابن علاء الدین ابن شاہ سلطان ابن شاہ سکندر ابن شاہ داؤد ابن شاہ وجیہ الدین ابن شاہ بایزید ابن شاہ ضیاء الدین صوفی چنڈھوس سہروردی ابن قطب الدین نور جہاں ہانسوی ابن قطب الدین منور بن برہان الدین بن قطب جمال ہانسوی حصاری قدس سرہ خلیفہ و مرید فرید الدین گنج شکرؒ۔ علاء الدین حافظ مادر زاد ابن شاہ سکندر کی شادی مخدوم شاہ دولت منیری کی بیٹی مسماۃ بیبو سے ہوئی جن سے نور جہاں ہوئے اور نور جہاں کے بیٹے احمد اللہ چنڈھوسی ہیں۔ اسطرح یہ حضرت مخدوم شاہ دولتؒ کے پرناتی ہیں۔ (نقل اول از دستخط خاص اوراد شاہ محمد جیاؒ و تذکرہ انساب مرتبہ حضرت شاہ عبدالقادر ابدالی اسلام پوریؒ)

کرتے ہیں اوچھلتا ہوا نظر آیا اور اوچھلتے اوچھلتے مزار مبارک سے باہر نکل آیا اور آپ کے زانو پر آکے اوچھلنے لگا اتنے میں آپکو ایک جمائی جو آئی تو وہ گیند آپ کے منھ میں آکر سینہ میں اوتر آیا پھر جوش وخروش پیدا ہوا اور نعرہ منصوری کا دم بھرنے لگے۔ بیت

ساقی ازاں شیشۂ منصور دم   در رگ و در ریشۂ من صور دم

پھر تو کہیں ٹھکانا نہ تھا کہ کہاں ہیں ہفتہ یا عشرہ یا مہینہ میں کبھی نعرہ مارتے ہوئے نظر آگئے اور پھر غایب ہوئے۔ نہیں معلوم کدھر آئے کدھر گئے اور کبھی خالی نعروں کی آواز سنی گئی اور صورت نظر نہ آئی۔ الغرض ایکدن آپ کی والدہ نے بڑی درگاہ جاکر بہت گریہ وزاری کی کہ کوئی دوسرا نہیں یہی ایک لڑکا رہگیا ہے فقیروں اور مسافروں کی خدمت کون کرے اوس کے بعد ایک دن آپ نعرہ مارتے ہوئے کہیں بڑی درگاہ میں آئے تو ایک جمائی آئی اور گیند منھ سے نکل پڑا اور مزار کے اندر چلا گیا اور غایب ہو گیا اور آپ مقام سکر سے ترقی کر کے عالم صحو میں آگئے۔ پھر جب حضرت شیخ مبارک مصطفےٰ آئے اون کے افادات لسانی اور فیضان قلبی سے عقبات نزول سے گذر کر مقامات شیخی و مقتدائی پر نزول فرمایا اور اون کے انتقال کے بعد اون کے قائمقام ہوئے۔ آپ ساڑھے تین لقمہ کھاتے تھے اور یہی غذا تھی نقل ہے کہ کسی وزیر یا امیر سلطنت نے آپ کو بلوایا اور مرید ہوا اور سوا لاکھ روپے نذر کے پیش کئے آپ نے اون میں سے ایک سو ایک روپے اوٹھا لئے اور فرمایا کہ جو میرے فرزندوں میں سے اس سے زیادہ روپے لیگا اوس کو یہ بات ہوگی۔ کچھ بددعا کی پھر رحم کھاکر فرمایا کہ کوئی مرید اس سے زیادہ نذر ہی نہ دیگا۔ ماہ رجب کی نویں ایکہزار ایک سو اٹھائیس ہجری ۱۱۲۸ھ میں زلال وصال نوش کیا اور آپ اس سبب سے کہ محبوب و مرغوب حضرت مخدوم شاہ یحییٰ منیری کے تھے بڑی درگاہ میں مدفون ہوئے دیگر فرزندان حضرت مخدوم شاہ دولت منیری چھوٹی درگاہ میں مدفون ہوتے ہیں۔ مثنوی تاریخ

شہے ہادی زہے شان ہدایت   چراغے بر سر راہ ولایت

جہانے شد حزیں ۱۱۲۸ھ از انتقالش   از یہا مصرع اولی است سالش

تصنیفات حضرت شاہ ہدایت اللہ منیری کی ایک نادر تصنیف کتبخانہ منیر شریف میں ہے جس کا نام ہدایت القواعد ہے جو ۱۱۲۰ھ میں تصنیف ہوئی چنانچہ کہا ہے کہ

ہدایت القواعد کردم جاں مفصل   از اطلاع مردم باخندہ زاں مکمل

در سن الف و مائتہ و عشرین سنہ ہجری مرقوم شد و القواعد دستور از تاملؔ یہ تصنیف فارسی زبان میں ہے اور اس تصنیف شاہ [illegible]

منیری نے پانچ باب پر تقسیم کیا ہے اور ہر باب میں دس گیارہ فصل بھی ہیں اس کتاب میں دستور عمل سلطانی پر بسیط روشنی ڈالی ہے اور انسان کامل وغیرہ پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ محمد فرخ سیر بادشاہ غازی کے عہد میں یہ کتاب لکھی گئی ہے اور اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ کتاب فرخ سیر نے لکھوائی ہے۔ فرخ سیر کو آپ سے غایت عقیدت تھی اس نے جاگیریں بھی عطا کی ہیں جس کا فرمان کتبخانہ خانقاہ منیر شریف میں ہے اس کتاب کے ذریعہ فرخ سیر کو جہانداری اور عدل و انصاف کی تعلیم دی ہے۔ افسوس ہے کہ یہ کتاب جو کتبخانہ خانقاہ منیر کی زینت ہے۔ نامکمل ہے۔

ذکر حضرت شاہ محمد مکی قدس اللہ سرہ

حضرت شیخ محمد مکیؒ[۱] بن شاہ عنایت اللہ ابن اشرف ابن محمود حافظ قدس اللہ سرہ ظاہر و باطن پروردۂ خدمت و صحبت اپنے عم محترم حضرت شاہ ہدایت اللہ ابن اشرف کے تھے۔ اکتیس برس تین روز مسند ہدایت پر رونق افروز رہکر ماہ رجب کی بارھویں ایکہزار ایک سو انسٹھ ہجری ۱۱۵۹ھ میں خلد بریں کو سدھارے۔ قطعہ تاریخ

آں شیخ مکی کہ چو خود را شکست یافت — کنز خفی کہ بود نہاں در طلسم وے

ماہ رجب دوازدہم چارشنبہ بود — اللہ گفت و روح برآمد ز جسم وے ۱۱۵۹ھ

---

[۱] آپکا نام مبارک رکھا گیا اور عرف عام میں مکی کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ کے والد بن حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے تھے اور آپکی ولادت باسعادت اسی عرض پاک میں ہوئی اور اسی وجہ سے آپ مکی کے نام سے معروف ہوئے۔ آپکی شادی حضرت شاہ درگاہی منیریؒ کی صاحبزادی سے ہوئی جن سے تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہوئیں۔ (۱) حضرت شاہ دولت علی محمد بنیاد منیری (۲) حضرت شاہ محمد محمود منیری (۳) حضرت شاہ علی احمد عرف شاہ بھیلو منیری۔

آپکا وصال ۱۱۵۹ھ میں ہوا۔ آپکا مزار مبارک چھوٹی درگاہ منیر میں مسجد کے متصل چبوترہ پر واقع ہے۔

ذکر حضرت شاہ محمد بنیاد قدس اللہ سرہ

حضرت شاہ دولت علی عرف شاہ محمد بنیاد ابن شاہ محمد مکی قدس اللہ سرہ کو اخذ بیعت و طریقت و خلافت اپنے پدر مکرم سے اور ایضاً اپنے عم محترم حضرت شاہ محمد منیری[۱] ابن شاہ ہدایت اللہ سے بھی کہ اوس وقت میں سجادہ نشیں وہی تھے جب وہ انتقال کرنے لگے شاہ محمد بنیاد موصوف کو اپنا خلیفہ و جانشیں کیا اور آپ کا ایک لڑکا چھ مہینے کا تھا اوس کو اون کے سپرد کیا اور روز پنجشنبہ صفر کی چوبیسویں ایکہزار ایک سو ستر ہجری ۱۱۷۰ھ میں گلشن خلد کی راہ لی اور تھوڑے دنوں کے بعد وہ لڑکا بھی گذر گیا۔ قطعہ تاریخ

چو فرماں یافت شیخ وقت سالش	بہ رنگ تعمیہ آمد پدیدار
برآمد جاں چو از شیخ منیری	فزود آنگاہ در روے جاں زدیدار

شیخ منیری سے جان کے عدد کہ چوّن ہیں نکلے اور دیدار سے جاں بڑھے یعنی لفظ دیدار کی جان کہ حرف دال کہ بیچ کا حرف ہے اوس کے چار عدد اور بڑھے۔ حضرت شاہ محمد بنیاد کو اور دو بزرگوں سے بھی اجازت ہے۔ ایک حضرت شاہ غلام علی شطاری دوسرے شاہ محمد شفیع شطاری قدس اللہ اسرارہم۔ **نقل** ہے کہ شاہ محمد بنیاد صاحب پر ایک افغانی نے مارنے کیلئے لات اوٹھائی آپ نے فرمایا کہ میں تو کوئی چیز نہیں میری جو لوگ تعظیم کرتے ہیں اس سبب کرتے ہیں کہ میں حضرت مخدوم کا نام لیتا ہوں اور اون کی جگہ پر ہوں۔ گویا اوس نے مخدوم کے ساتھ بے ادبی کی اور وہ افغان اپنے گھر چلا راہ میں ٹھوکر کھائی گرا اور پانوں میں چوٹ آئی زخم ہو گیا لاکھ تدبیر کی کچھ مفید نہ ہوئی تمام عمر زخمی اور لنگڑا رہا جب وہ مرا اوس کا بیٹا اوسکو دفون کرکے پھر ا راہ میں گرا اور ویسا ہی زخمی اور لنگڑا ہو کر عمر بسر کی۔

---

[۱] حضرت مخدوم شاہ لطف اللہ المعروف شاہ محمد منیریؒ:۔ آپ حضرت مخدوم شاہ محمد مکی منیریؒ کے چھوٹے بھائی ہیں آپ اپنے برادر بزرگ یعنی شاہ محمد مکیؒ کے وصال کے بعد سجادہ نشیں ہوئے اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری و ساری رکھا۔ جب آپ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے بھتیجا حضرت مخدوم شاہ محمد بنیاد منیری کو اپنا جانشیں بنایا آپکی دوسری قطعہ تاریخ حضرت صوفی منیریؒ نے اس طرح لکھی ہے ؎

چوں محمد منیری حق جو	زین جہاں شد بعالم عقبیٰ
گردم از حق دعا بر آمد سال	اجعل الجنۃ لہ مثوا

آپ کا مزار مبارک منیر بڑی درگاہ میں ہے

جب وہ مرا تو اوس کے بیٹے کی بھی یہی حالت ہوئی وہ لاولد تھا جب وہ مرا تو بعضے لوگ ظرافت سے بولے کہ اس کے لاولد مرنے سے شاہ صاحب کے گھرانے کی ایک نشانی جاتی رہی۔ آپ کو محویت کا غلبہ بہت رہتا تھا علی الخصوص نماز کے وقت کہ ایک آدمی مخصوص اس کام پر متعین تھا کہ باآواز بلند کہتا جائے کہ سورہ فاتحہ پڑھیئے اور سورہ ملایئے اور رکوع کیجیے اور سجدہ کیجیے ورگرنہ اگر قیام میں ہیں تو اوسی قیام میں ہیں اور اگر رکوع یا یا سجود یا قعود میں ہیں تو اوسی میں ہیں۔ نقل ہے کہ آپ سجادہ خلافت پر مشغول حق رہتے تھے اور علیٰ ہذا القیاس آپ کے منجھلے بھائی حضرت شاہ محمد محمود ابن شاہ ملی کا یہ معمول تھا کہ صبح کو سپیدہ دم درگاہ میں پہونچتے نماز پڑھتے اور حضرت مخدوم شاہ دولت علیہ الرحمۃ کے مزار پر اشغال و اوراد میں مشغول رہتے۔ دوپہر کو میاں ہادی نام خادم تھے حاضر ہوتے اور کہتے کہ منجھلے میاں کھانا تیار ہے۔ وظیفہ کی کتاب بغل میں دبا لیتے اور آپ آتے کھانا کھاکر مخدوم شاہ دولت علیہ الرحمۃ کے حجرہ مبارک میں تاڑ کے بوریا پر اینٹ کا تکیہ لگاکر تھوڑی دیر قیلولہ فرماکر پھر درگاہ میں حاضر ہوتے اور وظیفہ میں مشغول ہوتے۔ پھر آدھی رات کو میاں ہادی آکر لیجاتے وفات آپ کا وصال روز شنبہ صفر کی چوبیسویں ایکہزار ایک سو پنجانوے ہجری ۱۱۹۵ھ میں ہے۔ **بیت تاریخ**

چو زد شاہ محمود باب وصال ہو القطب الاعظم نوشتند سال
۱۱۹۵ھ

الغرض ان دونوں بزرگواروں کی تو یہ حالت تھی اور سب کارخانہ دیوان کے متعلق تھا اور چھوٹے بھائی حضرت شیخ اسد اللہ عرف شاہ بھیلو علیہ الرحمۃ کچھ کاروبار دنیاوی میں دخل کرتے تھے اور انتظام معاش کی طرف متوجہ تھے اور یہ اون دونوں بھائیوں کے یہ خلاف تھا۔ ایکبار حضرت شاہ محمد بنیاد نے فرمایا کہ بھیلو تیرے تو کوئی لڑکا بھی نہیں ہے تو ان کاموں میں وقت عزیز کو ضایع کرتا ہے۔ شاہ بھیلو صاحب کو بہت ناگوار ہوا کہ بھائی نے مجھے بددعا کی۔ بے دل ہوکر دیار مغرب کا قصد کیا کہ اور کہیں چل کر مرید ہوں۔ کئی منزل نکل گئے اور ایک مقام میں کوئی بزرگ تھے اون کی خدمت میں گئے اور ایک حجرہ رہنے کو اور ایک بوریا اور ایک مٹی کا لوٹا عنایت ہوا رات کو ایک طمانچہ ایسا لگا کہ منہ پھر گیا اور حضرت مخدوم جہاں شرف الدین احمد یحیٰ منیری کو دیکھا کہ بعتاب فرماتے ہیں کہ پھر جا اور بنیاد سے مرید ہو اوسی وقت روانہ ہوئے از رہ کترا کر آبادی کا رستہ چھوڑ کر جنگل کی راہ سے منیر کے قریب کسی مقام میں آکر بیٹھے کہ رات کو گھر جاؤنگا کیونکہ منہ ٹیڑھا ہو گیا تھا اور یہاں شاہ محمد بنیاد صاحب نے دیوان کو حکم کیا کہ شیرینی وغیرہ

منگواؤ اور بھیلو کو جا کرے آؤ خوبصورت ہو کر آیا ہے شرم سے نہیں آتا ہے الغرض حاضر ہوئے تو شکستہ دل شرمندہ و منفعل زبان حال سے یہ عرض کرتے تھے۔ بیت

نہیں ہے بندہ سزاوار منھ دکھانے کا　　　یہ کیا کرے تیرے در کے سوا پناہ نہیں

آپ نے اوسی رات اون کی بیعت لی اور خلافت دی پھر ہاتھوں سے منھ کو برابر کر دیا تو جیسا پہلے تھا ویسا ہی ہو گیا اور فرمایا کہ جان برادر میں نے بد دعا نہیں کی ہے تم دوسرا نکاح کرو تمھارے فرزند ہو گا آپ نے عرض کیا کہ جب آپکی زبان مبارک سے یہ نکلا ہے تو اب دوسرا نکاح مجھ کو منظور نہیں۔ منجھلے بھائی شاہ محمود صاحب تو پہلے ہی غریق رحمت ہو چکے تھے۔ شاہ محمد بنیاد صاحب نے شاہ بھیلو صاحب کو ولیعہد کیا اور ماہ شعبان کے چھبیسویں ایکہزار ایک سو ستانوے ہجری ۱۱۹۷ھ میں اس سرائے بے بنیاد سے دار البقا میں مقیم ہوئے۔ قطعہ تاریخ

شاہ بنیاد از جہانِ بے ثبات　　　قرب یزداں جست دنیا را بہشت

سال وصلش از خرد ممتاز جست　　　گفت ہاتف او رسیدہ در بہشت

۱۱۹۷ھ

ذکر حضرت شیخ ابو الفتح عرف شاہ بھیلو قدس اللہ سرہ

حضرت شیخ ابو الفتح عرف شاہ بھیلو علیہ الرحمتہ کہ اسد اللہ اور علی احمد بھی آپ کے نام ہیں مرید ہونے کے بعد راہ طریقت کے مشغلہ میں رہے اور اپنے پیر دستگیر کے بعد اون کے قائم مقام ہوئے اور رجب کی بارہویں ایکہزار دو سو ایک ہجری ۱۲۰۱ھ میں باغ فردوس کی سیر کو گئے۔ قطعہ تاریخ

شاہ بھیلو چو از دو سادۂ فقر　　　بحریم نعیم و ناز شتافت

از بزرگی اوست اینکہ خرد　　　رضی اللہ عنہ سالش یافت

۱۲۰۱ھ
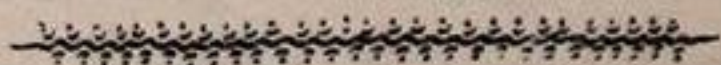
ذکر حضرت شیخ محمد مبارک حسین عرف شاہ دھومن قدس اللہ سرہٗ

حضرت شیخ محمد مبارک حسین عرف شاہ دھومن ابن شیخ محمود ابن شیخ محمد مکی قدس اللہ سرہ کو پرورش باطن اور تعلیم ظاہر اپنے چھوٹے چچا حضرت شاہ بھیلو صاحب سے تھی اور اون کے بعد آپ سجادہ نشیں ہوئے آپ کا جود و ایثار و حلم و تحمل مشہور رہے۔ نقل ہے کہ منیر کے ایک مہاجن سے آپ نے کچھ روپئے قرض لئے تھے اور تمسک لکھدیا تھا پھر جب روپے آگئے اوس کے پاس بھیجوا دئے اور تمسک اوسی کے پاس رہا اوس کے بعد اوس نے نالش کر دی۔ آپ نے پھر روپئے دیدئے اور تمسک واپس نہ ہوا۔ اسی طرح دو بار نالش کی اور روپئے لئے اور تمسک نہ پھرا تیسری بار پھر نالش کی اور گرفتاری کیلئے کچہری کا پیادہ ساتھ لایا اور شاہ لطف علی صاحب روپئے ساتھ لئے ہوئے آئے اور کہا اوٹھا لو کہ پھر روپئے اوٹھانیکی نوبت آئے یا نہ آئے وہ روپئے اوٹھانے لگا تو اونگلیوں میں تشنج ہوگیا اور بیکار ہوگئیں اور اچھی نہ ہوئیں آخر اسی حالت سے مرگیا۔ نقل ہے کہ عظیم آباد کے کسی اہل حرفہ کے چھ ٹکے پیسے آپ کے ذمہ باقی تھے اور وہ تقاضا کیلئے منیر آتا اور آپ کے یہاں کھاتا پیتا جب تک جی چاہتا رہتا اور وصول نہ ہوتا پھر جاتا ایک بار کچھ سخت باتیں بول رہا تھا ملازم نے پیسے دیکر اوس کو رخصت کر دیا آپ ناخوش ہوئے اور فرمایا کیا میں نہ دے سکتا تھا بیچارے غریب کی پرورش کا ایک ذریعہ تھا۔ مراتب سلوک میں ضابط اور ساکت تھے اور مراحل طریقت میں تسکین کے ساتھ مستقل اور ثابت تھے۔ کوئی بات فقر کی ظاہر نہ کرتے تھے اور نہ بولتے تھے۔ اپنے عزیزوں کو مخفی تعلیم کرتے تھے۔ اپنے بڑے چچا حضرت شاہ محمد بنیاد صاحب سے بھی مستفید ہوئے تھے نقل ہے کہ ایکبار حضرت شیخ محمد بنیاد قدس اللہ سرہ نے فرمایا کہ میرے اوگالدان میں جو کچھ ہے اوس کو پی جا اور اوگالدان صاف کر لا۔ آپ نے سامنے سے اوگالدان اوٹھا لیا اور اوس کو الگ لیجا کر اونگلی سے ذرا سا چاٹ لیا اور صاف کر کے حضور میں لائے۔ ارشاد ہوا فقط چاٹ لیا خیر یہ بھی تیرے واسطے بہت ہے۔ روز چار شنبہ ربیع اولی کی چھبیس ایکہزار دو سو چھتیس ہجری ۱۲۳۶ھ میں عالم فراق سے موعد وصال کی طرف اشتیاق کے ساتھ روانہ ہوئے۔ سنا ہے آپ کے قبض روح کے وقت سب لوگ روتے تھے اور حضرت شاہ لطف علی تبسم فرما رہے تھے اور آپکی حالت دیکھ کر اون کو ایک ذوق تھا حضرت ممدوح نے آپ کی تاریخ

کہی ہے تخلص شریف کرسی ہے۔ قطعہ تاریخ

یکتائے زمانہ شاہ دھومن   از فضل و کمال او چہ پرسی

چوں کرد وفات سال نقاش   خورشید سلوک گفت کرسی

۱۲۳۶ھ

خلفا حضرت شاہ لطف علی منیری قدس اللہ سرہٗ نے مسند سجادگی سے کنارہ کشی اختیار کی ۱ حضرت شاہ قطب الدین احمدؒ مرید اپنے چچا شاہ لطف علیؒ سے اور اجازت و خلافت اپنے والد سے بھی تھی۔ اپنے والد کے بعد مسند سجادگی سے نوازے گئے اور حضرت شاہ لطف علیؒ نے آپکو خانقاہ کی مسندِ سجادگی تفویض فرمائی۔

تصانیف:۔ آپنے حضرت مخدوم جہاںؒ کے تصانیف و ملفوظات کثرت سے نقل کئے ہیں اور خاندانی اوراد و سلاسل کو جمع کیا ہے۔ صوفی منیری کے کتبخانہ میں آپکے دست خاص کا نوشتہ جو ۱۲۱۲ھ کا مکتوبہ ہے تقریباً بارہ سو صفحات پر مشتمل ہے۔

ذکر حضرت شاہ لطف علی قدس اللہ سرہ

حضرت شیخ ابوالفرح قمرالدین حسین عرف شاہ لطف علی محبوب رسول قدس اللہ سرہ مرید اور خلیفہ اپنے برادر بزرگ حضرت شاہ دھومن صاحب کے تھے اور جب بیعت کی اور خلافت پائی تو پیر نے ابوالفرح لقب دیا آپ کو تلقین و ترخیص اپنے پیر سے ہے اور ایضاً اپنے چھوٹے چچا حضرت شاہ بھیلو علیہ الرحمۃ سے بھی۔ اور تربیت روحانی حضرت مخدوم شاہ دولت قدس اللہ سرہ سے اور اجازت حضرت شاہ اشرف علی شطاری سے بھی۔

ف شاہ اشرف علی شطاری سے دوہروں میں ایک الف بے ہے جس کا پہلا دوہرا یہ ہے ؎

الف اللہ کو برحق جانو ہر ہر فن موجودا   قل ھو اللہ قرآن میں دیکھو خاص صفت معبودا

سنا ہے کہ حضرت شاہ لطف علی صاحب ابتدائے بلوغ سے کار طریقت کی طرف راغب تھے۔ مزاج مبارک بہت محرور تھا اذکار کی قوت زیادہ نہ رکھتے تھے۔ ابتدا ہی سے سکر و جذبہ کا طور تھا اور اکثر مہینے دو مہینے اور چھ مہینے اور ایکبار دو برس تک عالم جذب میں رہے۔ اوسی حالت جذب میں کہ کوئی جگہ رہنے کی معین نہ تھی کبھی یہاں کبھی وہاں کبھی بستی میں کبھی میدان میں رہتے تھے اور کاغذ اور دوات و قلم پاس رہتا تھا۔ ایک مثنوی[۱] لکھی

---

[۱] یہ مثنوی دو سو دس ۲۱۰ اشعار پر مشتمل ہے جو دایم علی شطاری کے دست خاص کا نوشتہ ہے۔

ہے کہ نہ میرے پاس ہے مگر سمجھ میں مطلق نہیں آتی اور اوس حالت میں خوارق عادات بھی ظاہر ہوئے ہیں اور ابھی مرید نہ ہوئے تھے۔ **نقل** ہے کہ ایکبار آپ کو حالت جذب پیدا ہوئی اور لوگوں کو جنون کا گمان ہوا آدمی حفاظت کیلئے نوکر رکھے گئے اور حضرت شاہ دھومن قدس اللہ سرہ آپ کو لیکر علاج کیلئے عظیم آباد کی طرف چلے اثنا راہ میں شیر پور[1] میں دریا کے کنارے ایک مکان میں اوترے۔ رات کو لوگوں کو غفلت آگئی تھوڑی دیر کے بعد آنکھیں کھلیں تو آپ کو نہ پایا۔ بڑی تشویش ہوئی۔ حضرت شاہ دھومن صاحب کہ بہت چاہتے تھے لوگوں کو جابجا بھیجا اور بہ نفس نفیس خود تلاش کو نکلے۔ قریب صبح دریا کی طرف سے کچھ آواز معلوم ہوئی۔ جب لوگوں نے جاکر دیکھا تو دریا میں دھارے پر کمر بھر پانی میں قبلہ رخ کھڑے ہیں اور سودائیوں کی طرح بڑبڑا رہے ہیں۔ کشتی منگوائی گئی تو وہاں ڈباؤ پانی تھا اور پانی کا اتنا زور تھا کہ کشتی نہ ٹھہرتی تھی اور دریا جوش پر تھا۔ آخر رسی ڈال کر کسی طرح کھینچ کر کشتی میں لائے پھر کسی بزرگ کے پاس لے گئے اور وہ جھاڑنے لگے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تم جھاڑو گے جس چیز سے جھاڑ رہے ہو وہ ہم بھی جانتے ہیں وہ یہ چیز ہے اور پڑھ دیا۔ اونھوں نے فرمایا کہ شاہ صاحب آپ کے بھائی کو عارضہ وغیرہ نہیں ہے یہ جذب ہے۔ **نقل** ہے کہ ایکبار آپ دریا کی طرف چلے اور لوگ پیچھے دوڑے اور آپ دریا میں کودے اور نہانے اور تیرنے لگے پھر حضرت شاہ دھومن صاحب بھی دوڑے۔ منت وسماجت کی۔ بڑے اصرار و تقاضا سے باہر نکلے اور کپڑا مانگا۔ لوگوں نے کہا کپڑا نہیں ہے فرمایا کوئی کپڑا ہو۔ الغرض ایک لڑکا نہا رہا تھا اوس کا چھوٹا سا پائجامہ کنارے پر دھرا ہوا تھا آپ نے اوس کو اوٹھایا اور پہننے کا قصد کیا۔ حضرت شاہ دھومن علیہ الرحمۃ نے ڈانٹا کہ بڑے فقیر بنے ہیں کرامت دکھلاتے پھرتے ہیں۔ القصہ اوس پائجامہ کو پاؤں کے انگوٹھوں سے دبایا اور کھینچا تو گلے تک آیا۔ پھر بولے کہ اس میں ڈوب جاؤں۔ حضرت شاہ دھومن قدس اللہ سرہ نے فرمایا نہیں نہیں۔ معاف کرو اور جانے دو اور کوئی کپڑا پہنا کر گھر لائے۔ آپ سنبھالتے تھے اور روکتے تھے۔ **نقل** ہے کہ آپ کے ہاں ایک فقیر آکر اوترا اور جہاں آپ بیٹھے تھے اوسی جگہ کے قریب اوس کا بستر اتھا۔ ایکدن اوس نے لوٹے کے پانی سے ناریل تازہ کرکے جو کچھ

---

[1] شیر پور: شیر پور بہار شریف سے تقریباً ۸ میل پورب سمت ایک گاؤں ہے جو آرہ پٹنہ سڑک کے کنارے آباد ہے۔ اس گاؤں کے پشت پر دریائے گنگا ہے۔ پہلے یہ شرفا کا بڑا گاؤں تھا لیکن اب ویران ہے صرف ایک خاندان ان میں سے ہے۔

پانی اوس میں رہگیا تھا اوس کو پھینک کر اوسی لوٹے پر ناریل رکھ کر پینے لگا۔ آپ کو کچھ پانی کی حاجت ہوئی
تو کہا شاہ صاحب ذرا اپنا لوٹا دو اوس نے کہا اس میں پانی نہیں ہے۔ آپ نے کہا دیکھئے تو شاہ صاحب پانی
ہوگا۔ اوس نے کہا میں نے ابھی ناریل تازہ کر کے باقی پانی پھینک دیا ہے فرمایا ذرا اوٹھایئے تو۔ الغرض غصہ
میں آکر اوس نے لوٹا اوٹھایا تو پانی سے لبریز تھا چھلکنے لگا قدموں پر گرا اور بولا کہ میں یہی تو چاہتا تھا مجھے مرید
کیجئے اور بہت گڑگڑانے لگا۔ اتنے میں حضرت شاہ دھومن صاحب آگئے اور فرمایا کہ شاہ صاحب بھائی ہمارا ایسے
ایسے شعبدے بہت جانتا ہے کچھ دنوں اور رہئے گا تو بہت تماشے دکھلائیگا اور اوس کو باز رکھا۔ **نقل** ہے کہ
حضرت شاہ دھومن علیہ الرحمۃ کی بی بی بہت نیک اور سیدھی تھیں مسافر اور فقیر جو خانقاہ میں اوترتے تھے
اون کے کھانے دانے میں بے انتظامی ہوتی تھی مجبوراً آپ نے ایک نکاح اور کیا۔ محل اولیٰ کے رشتہ دار قریب
بہت ناخوش ہوئے اور حضرت مخدوم شاہ یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کے دن کہ فقرا جمع تھے اونھیں لوگوں
میں سے بعض نے مجمع فقرا میں فقرا جوڑا کہ شاہ دھومن صاحب نے ایک عورت سے کہ مرید اون کی تھی نکاح کیا
ہے اور مدعا یہ تھا کہ کسی طرح آپ اون کو طلاق دیدیں۔ اون لوگوں نے جوشہ پائی اپنی حد سے بڑھ گئے جہالت
کا زہر اوگلنے لگے کہ یہ جائز نہیں اوس کو چھوڑ دو ورنہ ہم تم پر لکڑا کسیں گے اور یہ ایک سیاست ہے فرقہ فقرا میں
اور سزا کے اسباب مہیا کئے اور آپ خاموش تھے اور چونکہ اہل سلوک کا قاعدہ یہ ہے کہ ہر امر میں اپنے نفس کو
ملزم کرتے ہیں اور اپنے یہ یا خلق پر جو بلا آتی ہے اوس کو اپنی شامت نفس سے سمجھتے ہیں اور اپنے وجود سے بیزار
رہتے ہیں۔ آپ آبدیدہ و اشکبار تھے اور بزبان حال یوں گرم گفتار تھے۔ **بیت**

اے کاش نبودے اے عراقی   کز تست ہمہ فساد باقی

شعر

وجود اپنا اگر نہ ہوتا تو ہم پہ اتنا ستم نہ ہوتا
جو ہم نہ ہوتے تو دل نہ ہوتا جو دل نہ ہوتا تو غم نہ ہوتا

اتنے میں حضرت شاہ لطف علی صاحب تشریف لائے تو یہ حال دیکھ کر شانِ جلال میں آئے اور فرمایا کہ بالفرض
اگر عورت مرید سے نکاح کیا تو کیا قباحت ہے۔ آپ دلیل علمی بیان کرتے تھے فقرا نہ مانتے تھے اور کہتے تھے کہ
کہ یہ طریقت میں جائز نہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ جامعِ شریعت و طریقتِ مشائخ ہیں ہم سر مونڈ کہ تمھارا سا

ہزار فقیر بنا سکتے ہیں اور تم ہمارا سا ایک بھی نہیں بنا سکتے۔ اتنے میں ایک فقیر بول اٹھا کہ بڑے مشائخی کا دعویٰ کر رہے ہیں بھلا اس وقت پانی برسے تو جانوں۔ آپ مصلیٰ بچھا کر صحن میں بیٹھ گئے اب حضرت شاہ دھومن صاحب رونا تو بھول گئے حالت اضطرار میں بار بار یہی فرماتے تھے کہ خدا عزت رکھے خدا عزت رکھے۔ کچھ دیر نہ گذری تھی کہ ایک ابر کا ٹکڑا پورب کی طرف سے نمودار ہوا اور بارش شروع ہوئی۔ اوس وقت بعضے فقیروں نے نعرہ مارا کہ مخدوم زادہ سچا ہے پھر چاروں طرف سے ابر گھر آیا اور پانی موسلا دھار برسنے لگا اور آپ پر ایک حالت طاری تھی اور فرماتے تھے اب تو فقیر ہے تو کھولدے پانی برس رہا ہے اور آپ بھیگ رہے ہیں۔ خوب بارش ہوئی یہانتک کہ لوگ مایوس ہوئے کہ بس اب آج عرس نہیں ہو سکتا۔ آخر حضرت شاہ دھومن صاحب اوٹھے اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر سائبان میں لائے فوراً بارش موقوف ہو گئی اور ابر کھل گیا۔ ف اون بی بی سے کوئی فرزند نہ ہوا۔ نقل ہے کہ ایکبار آپ قصبہ آرہ کو جاتے تھے راہ میں کشتی پر سوار ہوئے ملاح نے اجورہ مانگا آپ کچھ پڑھ رہے تھے ملازم سے اشارہ کیا کہ چار آنہ دیدے۔ اوس نے عذر کیا آپ نے پھر اشارہ سے فرمایا کہ آٹھ آنہ دیدے اور اوس نے پھر حجت کی آپ نے برافروختہ ہو کر فرمایا کہ روپیہ پھینک دے اگر حق کا ہوگا اوٹھائیگا۔ الغرض وہ روپیہ اوٹھانے لگا تو اونگلیوں نے یاری نہ دی اور تشنج ہو گیا ایسی کئی نقلیں اور ہیں لیکن ایسی نقلوں کے لکھنے کا زیادہ فائدہ نہیں۔ سیر اور اقوال البتہ کام کی چیزیں ہیں۔ آپ کا خادم مجھ سے بیان کرتا تھا کہ ایکبار میں آپکا کھانا وقت معمول سے ذرا پہلے لے گیا یہ دیکھ کر بہت خفا ہوئے اور فرمایا کہ میں نہ کھاؤنگا پھیر کر لیجا اور تین دنوں تک کچھ نہ کھایا اور میں نے بھی نہ کھایا اور بار بار سامنے جا کر روتا تھا اور عذر کرتا تھا کچھ سودمند نہ ہوتا تھا۔ تین دن پر آپکو معلوم ہوا کہ اس نے بھی نہیں کھایا ہے تو فرمایا اچھا کھانا لے آؤ اور رحم سے بولے کہ تم تو وظیفہ سے فارغ ہونے کے پہلے کھانا لائے تو مجھ کو تشویش ہوئی اور دودلہ ہو گیا کہا کھانا نہ کھاؤنگا۔ غذا آپکی بہت قلیل تھی اور آفتاب نکلنے کے تھوڑی دیر بعد رات کا باسی کھانا اور دوسرے وقت نماز عصر کے پہلے کھاتے تھے اور نماز عصر کے بعد سے مغرب تک کلام نہ کرتے تھے۔ آپ کے برادر زادہ حقیقی حضرت شاہ قطب الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ کہ آپکو ہادی اللہ کہتے تھے مجھ سے فرماتے تھے کہ میں آپ سے کتاب جوہر ذات پڑھتا تھا سبق پڑھنے کے وقت نکات غریبہ و دقائق عجیبہ بیان کرتے تھے اور جب میں شب کو پلنگ پر سونے کیلئے آیا اور لیٹا اوس کتاب کے

مطلب مجھ پر بطور ذوق کے کھلنے لگے اور ذکر و مراقبہ کا فائدہ حاصل ہونے لگا اور خیالات عمدہ جمنے لگے کہ اوس میں ایک لطف اور مزا ملتا تھا طبیعت میں وارستگی اور کیفیت جذبہ پیدا ہوتی چلی اور شوق و ولولہ کو ترقی تھی۔ ایکدن کوئی فقیر صاحب اوترے ہوئے تھے اونھوں نے سبق پڑھاتے ہوئے دیکھا تو حضرت والد ماجد قدس اللہ سرہ سے جاکر کہا کہ اس لڑکے کو شاہ لطف علی اس طرح پڑھاتے ہیں کہ یہ دنیا کے کام کا نہ رہیگا۔ آپ نے ہادی اللہ سے فرمایا کہ چھوٹے میاں قطب کو اس طرح نہ پڑھاؤ۔ بطور سلوک کے تعلیم کرو ورنہ یہ کام کے قابل نہ رہیگا فقیروں کی خدمت کس طرح کریگا۔ دوسرے دن جو میں کتاب لیکر گیا تو مطلب سمجھانے میں کوتاہی کی میں نے عرض کیا کہ ہم نے سمجھا نہیں فرمایا آگے اس کا بیان آئے گا۔ میں نے بہت اصرار کیا مگر آپ نے یہی کہا اور میں کیفیت سن چکا تھا عرض کیا تو بس ایسا پڑھنا نہیں پڑھتا کتاب اوٹھا کر چلا آیا مجھ کو بہت چاہتے تھے اور بعضے وقت میں شوخی کر بیٹھتا تھا یہ معاملہ تھا ع کہ جہائے تو مارا کرد گستاخ۔ ایضاً حضرت ممدوح مجھ سے فرماتے تھے کہ اکثر لوگ آپ سے بیعت کا قصد رکھتے تھے اور آپ مرید نہ کرتے تھے پیر آپ کے موجود تھے اون کے ادب سے ہو یا اور کسی سبب سے ہو اور میں نے بارہا عرض کیا کہ میری بیعت لے لیجئے فرمایا کہ حضرت سے مرید ہو میرے بیٹے منور اور یہاں کے سب لڑکے آپ ہی سے مرید ہیں۔ الغرض حضرت مخدوم شاہ یحیٰی منیریؒ کے عرس کے دن میں نے کہا کہ آج ضرور مرید ہونگا اور اون لوگوں سے جو مرید ہونے کو چاہتے تھے کہا کہ تم لوگ بھی شیرینی وغیرہ لئے ہوئے بڑی درگاہ میں آنا۔ جب رات ہوئی حضرت والد علیہ الرحمۃ بڑی درگاہ مسجد کے صحن میں آکر بیٹھے ہادی اللہ بھی آپ کے پہلو میں تھے میں وظیفہ کی کتاب لیکر سامنے جا بیٹھا اور میرے پیچھے فلاں شخص اور اون کے پیچھے فلاں شخص کئی شخصوں کا نام بتصریح فرماتے تھے کہ آکر بیٹھے میں نے وظیفہ کی کتاب کھول کر سامنے رکھدی اور ہاتھ بڑھا کر عرض کیا کہ میری بیعت لے لیجئے حضرت ہادی اللہ نے کتاب والد کے آگے رکھدی اور مجھ سے فرمایا کہ آپ سے مرید ہو۔ پھر قبلہ گاہی نے کتاب ہادی اللہ کے سامنے رکھدی کہ میاں عقیدت تم سے ہے مرید کر دو۔ غرض کئی بار یہی معاملہ ہوا اور وہ لوگ جو مرید ہونے کو میرے پیچھے بیٹھے تھے ہاتھ سے میری پیٹھ میں بار بار اشارہ کرتے تھے کہ جلد مرید ہو آخر ہادی اللہ نے مجھ سے بطور عتاب فرمایا حضور سے کیوں نہیں مرید ہوتے میں بھی تو آپ ہی سے مرید اور مستفید ہوں۔ میں نے کہا کہ مجھ کو

اون سے اعتقاد نہیں۔ ہادی اللہ نے چیں بجبیں ہو کر فرمایا کس وجہ سے۔ میں نے کہا مجھ کو بہت سے اعتراض ہیں۔ والد نے یہ سنکر فرمایا بھائی کیوں میرے عیب اوکٹواتے ہو کہیں مرید بھی کر دو ہادی اللہ رونے لگے پھر مجھ کو مرید کیا اور میرے بعد بہت آدمی مرید ہوئے۔ آپ نے اپنے ایک مسترشد سے وصیت کی تھی کہ میری تعریف کبھی نہ کرنا مدح طلبی اور اپنی مدح پر خوش ہونا صفات ذمیمہ سے ہے مگر شاکرین کہ جب اون کی کوئی ستائش کرے اور وہ اپنے مین وہ باتیں نہ پاویں اوس کو حق تعالیٰ کی طرف سے سمجھ لیں اور دل میں خوشی پاویں اور نفسیات کا دخل نہ ہو تو یہ شکر ہے مگر چاہئے کہ اس پر مقام نہ کریں تو ترقی حاصل ہو اور خداوند عزوجل نے کافروں کی صفت بیان کی ہے کہ یحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا یعنی دوست رکھتے ہیں وہ لوگ کہ ستائش کئے جاویں ساتھ اون چیزوں کے جو اونھوں نے نہیں کی ہیں۔ (یہ عبارت قلمی اور مطبوعہ کے حاشیہ پر ہے اسی لئے ویساہی رکھا ہے) **نقل** ہے کہ جب حضرت شاہ دھومن رحمۃ اللہ علیہ نے انتقال کیا لوگوں کی رائے یہ تھی کہ آپ گدی پر بیٹھیں آپ نے فرمایا کہ اس میں میرا رتبہ کم ہوتا ہے۔ لوگ کہیں گے کہ لعل علی سجادہ نشیں ہیں اور اوس میں درجہ زیادہ ہوتا ہے کہ سجادہ نشیں کے پیر ہیں جناب شاہ قطب الدین احمد کو بٹھلایا اور اپنے دست مبارک سے پگڑی باندھی **ف** حضرت شاہ قطب الدین احمد علیہ الرحمۃ جمادی الاولیٰ کی ۲ تاریخ ۱۲۸۱ھ ایکہزار دو سو اکاسی ہجری میں داخل بہشت بریں ہوئے۔ **قطعہ تاریخ**

کرد رحلت شاہ قطب الدین احمد شیخ وقت	بود فردوسی رہ فردوس اعلیٰ یافتہ
چوں رقم گشتہ بہ ابجد جملہ اعداد حروف	سال وصلش صوفی از لفظ ابجد یافتہ

نقل ہے کہ ایکبار آپ کے بڑے صاحبزادے شاہ احمد منور کہیں عظیم آباد میں آئے ہوئے تھے اتفاقاً ایکدن ٹکیہ شاہ علیہ الرحمۃ کی طرف جا پڑے وہ تو فقیر مجذوب تھے لوگوں کو سخت و درشت کہا کرتے تھے آپ کے ساتھ بھی پہلے اوسی طرح پیش آئے آپ نے بھی ویساہی جواب دیا تب وہ دھمکانے کو ایک لکڑی لیکر اوٹھے آپ اس پر بھی نہ دبے اور کہنے لگے کہ تو کیا شیخی کرتا ہے ابھی ایک چنگاری چھوڑوں تو ساری ٹکیہ خاک ہو جائے تب وہ چھ نکے اور کہنے لگے ارے تو شرف الدین کا ہے رے دولت کا آؤ آؤ بیٹھ بیٹھ۔ آپ نے کہا جاب ہم لنگوٹوں سے نہیں ملتے اور چلے آئے جب منیر پہونچے تو پہونچنے کے ساتھ ہی آپ کے والد نے خفا ہو کر فرمایا کہ تم

دیوانوں سے کیا مقابلہ کرتے پھرتے ہو۔ نقل ہے کہ حضرت شاہ لطف علی قدس اللہ سرہ کسی ضرورت میں ڈولہ پر سوار عظیم آباد جاتے تھے۔ جب شہر میں پہونچے سر راہ شاہ خاکسار صاحب نے کہ ایک بزرگ مجذوب تھے للکارا کہ ایک روپیہ دیتے جاؤ آپ نے کہا روپیہ نہیں ہے اونھوں نے کہا کہ اتنے روپے جو ساتھ لئے جاتے ہو۔ آپنے فرمایا کہ ضرورت سے فاضل نہیں ہے اونھوں نے کہا کہ میں ایک روپیہ لے لونگا فرودگاہ میں پہونچکر روپے جو گنے گئے تو ایک کم تھا وقت مراجعت جب پھر وہاں پہونچے تو فرمایا کہ شاہ جی تم بڑے چوٹے فقیر ہو وہ بولے کہ میں نے تو پہلے ہی کہدیا تھا۔ف حضرت شاہ احمد منور قدس اللہ سرہ نے آپکی زندگی ہی میں انتقال کیا آپ کو اتنا غم ہوا کہ مکان سے مسجد تک کہ بہت قریب ہے دو جگہ بیٹھ کر آتے تھے کیونکہ صاحبزادے منزلِ اخلاص میں صاحب قدم اور بہت لائق و فائق تھے اپنے اعمال خیر کو چھپاتے تھے یہانتک کہ نماز پنجگانہ کے وقت حجرہ میں چلے جاتے اور چپکے پڑھ آتے تھے لیکن اکثر مغرب کے وقت کہ تنگ وقت ہے بھاگ نہ سکتے تھے پکڑے جاتے تھے کیونکہ ترک فرض و واجب و سنن ضلالت و گمراہی ہے اگر کوئی کہے کہ ترک جماعت کب جائز ہے تو بیشک نہیں جائز ہے لیکن دردمندان محبت کی بات اور ہے کہ اپنے میں وہ ایسی بیماری پاتے ہیں کہ اون کو دوست کی طلب اور رضا اور وصال سے باز رکھتی ہے بحکم حال پرہیز اور علاج اون پر فرض ہے اور یہ عالم دیوانگی سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں ڈرتا ہوں تم پر شرک اصغر سے صحابہ نے عرض کیا کہ کیا چیز ہے شرک اصغر یا رسول اللہ۔ فرمایا ریا۔ علمائے ظاہر صاحب مذہب ہیں کہ جو کتاب میں دیکھا کہدیا اور سالک صاحب مشرب یعنی وہ خود کار افتادہ ہے اور ایک بات اوس کے دل سے لگی ہوئی ہے اور مضطر ہو رہا ہے اہل باطن ہمیشہ مورد طعن ہوتے آتے ہیں اور چپ رہتے اور اپنا حال نہیں کہتے ہیں۔ حاصل کلام آپ مجمع میں کھانا خوب سیر ہو کر کھاتے تھے بلکہ سیر ہو کر اور اگر معدہ میں گرانی پائی حلق میں اونگلی ڈال کر استفراغ کر لیا۔ شعر

عقل والوں کو کہاں اس کی تمیز   تیرے دیوانوں کی حالت اور ہے

آپکا انتقال جمادی الاولیٰ کی تیسویں ۱۲۵۲ھ ایک ہزار دو سو باون ہجری میں ہے۔ قطعہ تاریخ

چوں شاہ احمد منور فردوسی   بگذشت ز خود بنور مطلق پیوست

تاریخ وصال او چو جستم از غیب   گفتند کہ وے برحمت حق پیوست

۱۲۵۲ھ

نقل ہے کہ آپ کے انتقال کے روز جب لوگ مایوس ہوئے ہجوم کیا اور خانوادہ طیبہ قادریہ میں مرید ہوئے منجملہ اون کے ایک شخص عنایت علی خاں نامی بھی تھے۔ آپ نے اون سے فرمایا کہ عنایت علی خاں تم کو حضرت محبوب پاک شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ قبول نہیں فرماتے ہیں۔ اونھوں نے عرض کیا مجھ کو ارادت سلسلہ عالیہ فردوسیہ میں ہے فرمایا اوسی سبب آپ قبول نہیں کرتے ہیں پھر سلسلہ فردوسیہ میں اون کو مرید کیا تھوڑی دیر کے بعد لوگ دوا پینے کو لائے۔ کوئی بولا کہ اب دوا پینا بیکار ہے۔ آپ نے فرمایا دوا پھینکنا منع ہے پھر دوا مانگی اور پی لی پھر کچھ عرصے کے بعد بقصد تیمم دیوار پہ ہاتھ مارا اور منھ پہ پھیرا پھر دوسری بار دیوار پہ ہاتھ مارا اور داہنے ہاتھ پہ پھیرا کھنی تک ہاتھ آیا تھا اور درود پڑھتے جاتے تھے کہ روح مبارک نے عالم قدس میں پرواز کیا۔ آپ کی عمر اکاسی برس کی تھی۔ ف اوس وقت میں دوا کا پینا اور رخصت شرع پر عمل کرنا دلیل کمال ہے اور تیمم کرنا کمال الکمال اور پیروی ہے حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ رحلت کے وقت مسواک کی تھی۔ روز شنبہ شوال کی سولھویں ۱۲۵۶ھ ایکھزار دوسو چھپن ہجری میں یہ حادثہ ہوا۔ قطعہ تاریخ

مرد حق لطف علی صاحب کمال	زیں جہاں سوئے جناں شد آں ولی
گفت خورشید حزیں تاریخ آں	شد بہشت آباد از لطف علی
	۱۲ ھ ۵۶

خلفا حضرت اعظم علی عرف بھکن منیریؒ آپ کے چھوٹے صاحبزادے جو آپ کے جانشیں ہوئے ۲ حضرت قطب الدین احمدؒ جو مسند سجادگی پر رونق افروز ہوئے ۳ حضرت شاہ احمد منور بڑے صاحبزادے جو آپ کی زندگی ہی میں وصال فرما گئے۔

تصنیفات حضرت شاہ لطف علی منیریؒ فارسی کے جلیل القدر صوفی شاعر تھے آپ کے کچھ اشعار ابتک موجود ہیں جن میں یہ صنعت ہے کہ ہر شعر حرف ق سے شروع ہوتا ہے اس میں تصوف کے نکات ہیں۔ آپ کے اشعار کا مجموعہ دو سو دس اشعار پر مشتمل ہے ابھی تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوا ہے۔ دائم علی منیریؒ کے دست خاص کا نقل شدہ مجموعہ کلام ہے جو صوفی منیری کے کتبخانہ میں موجود ہے جس کے آخر میں یہ عبارت تحریر ہے "من تصنیف حضرت پیر دستگیر روشن ضمیر حضرت شاہ لطف علی صاحب قبلہ مدظلہ العالی منیری المتخلص بہ کرسی بخط خام دائم علی منیریؒ"۔

ذکر حضرت شیخ ابوالعلوم محمد اعظم علی عرف شاہ بکین قدس اللہ سرہ

حضرت ابوالعلوم شیخ محمد اعظم علی عرف شاہ بکین فردوسی منیریؒ ابن شاہ لطف علی ابن شاہ محمد محمود ابن شاہ مکی قدس اللہ سرہ العزیز کو بیعت اور اجازت اپنے والد ماجد سے ہے اور تلقین اذکار و اشغال اپنے عم محترم سے بھی جیسا کہ آپ اپنی سند میں لکھتے ہیں کہ فقیر نے تلقین پائی حضرت قبلہ گاہی سے اور ایضاً اپنے چچا حضرت شیخ محمد مبارک حسین عرف شاہ ڈھومن منیریؒ سے اور طریق اذکار و الواح شطاریہ مخصوص حضرت عم معظم ممدوح سے اور حافظ بختیار خاں[۱] نامدار مصری دیار مغرب کے ایک بزرگ بساون خاں مرحوم کے یہاں تشریف رکھتے تھے اور آپ اون سے علم قرأت وغیرہ سیکھتے تھے۔ سلسلہ قدوسیہ قلندریہ[۲] کی اجازت آپ کو اون سے ملی ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ میں اکثر حافظ صاحب کا جوٹھا لیکر کھا لیتا تھا تو آپ نہایت محجوب اور منفعل ہو کر فرماتے تھے کہ آپ مخدوم زادے ہیں میرا جوٹھا نہ کھایئے میری ماں برابر کی نہ تھیں ایک نیچی قوم کی تھیں کہ والد ماجد نے اون سے نکاح کیا تھا تو میں عرض کرتا تھا کہ آپ میرے اوستاد ہیں آپ کا جوٹھا کھانا موجب مری سعادت اور حصول علم کا ہے۔ مولوی

---

[۱] حافظ بختیار خاں نامدار مصریؒ۔ آپکا لقب لطف اللہ ہے۔ آپکو ارادت اور اجازت وخلافت حضرت محبوب الحق فصیح الدینؒ سے ہے۔ آپکی بیعت سلسلہ قدوسیہ قلندریہ میں تھی آپکا سلسلہ بیعت اسطرح ہے "شیخ لطف اللہ حافظ بختیار خاں نامدار مصری از محبوب الحق فصیح الدینؒ المتوفی ۱۲۰۶ھ از حضرت شیخ غلام رشیدؒ المتوفی ۱۱۶۶ھ از حضرت شیخ محمد ارشدؒ المتوفی ۱۱۱۳ھ از حضرت شیخ محمد رشیدؒ المتوفی ۱۰۸۳ھ از حضرت شیخ عبدالقدوس قلندرؒ المتوفی ۹۴۲ھ از حضرت عبدالسلام عرف علنؒ المتوفی ۹۴۲ھ از حضرت شیخ محمد بن قطبؒ المتوفی ۹۳۵ھ از حضرت قطب الدین بینائے دلؒ المتوفی ۹۲۵ھ از حضرت سید نجم الدین غوث الدہر قلندرؒ بن نظام الدین بن مبارک حسن قلندر غزنویؒ۔ حضرت بختیار نامدار مصریؒ نے سلسلہ قدوسیہ قلندریہ کی اجازت حضرت محمد اعظم علی عرف بکین منیریؒ کو تقریباً ۱۲۳۰ھ میں دی تھی۔ تقریباً ڈیڑھ سو برس کے بعد پھر آپکا فیض حضرت شاہ بکین منیریؒ کی اولاد کو پہنچا اسطرح پر کہ حضرت شاہ شاہد علی سبزپوشؒ نے حضرت سید شاہ ایوب ابدالی دام فیوضہ کو اپنے تمام سلاسل کی اجازت وخلافت بغیر طلب دی ہے۔ اور پھر اس طرح یہ سلسلہ ۱۹۵۵ء میں دوبارہ اسی خاندان سے منسلک ہو گیا۔ حضرت سید شاہ مصطفےٰ علی سبزپوش شہیدؒ کو ۱۹۵۲ء میں حضرت شاہ اعظم علی عرف بکین منیریؒ کے تمام سلاسل کی اجازت وخلافت حضرت شاہ ایوب ابدالی صاحب دام فیوضہ نے دی ہے۔ اس طرح اس وابستگی میں استواری پیدا ہوئی۔ ملاحظہ فرمایئے حضرت سید شاہ ایوب ابدالی دام فیوضہ از حضرت شاہ سید علیؒ از حضرت جلیل الدین حسین فرزند علی صوفی منیریؒ از حضرت امیر الدین حسین عرف شاہ اولاد علیؒ از حضرت سید اعظم علی عرف بکین منیریؒ از حضرت بختیار نامدار مصریؒ از حضرت محبوب الحق فصیح الدینؒ۔ اسی طرح حضرت سید شاہ ایوب ابدالی دام فیوضہ از حضرت شاہ شاہد علی سبزپوشؒ از حضرت عبدالعلیم آسیؒ از حضرت غلام معین الدینؒ از حضرت امیر الدینؒ از حضرت حیدر بخش ابن فصیح الدینؒ۔

[۲] سلسلہ قدوسیہ قلندریہ حضرت عبدالقدوس قلندر بن عبدالسلام بن محمد بن قطب الدین بینائے دلؒ سے منسوب ہے۔ حضرت عبدالقدوس قلندرؒ (المتوفی ۹۴۲ھ) کا مزار مبارک جونپور میں قطب الدین بینائے دل کے حلقہ میں ہے۔

احمد حسین منیری علیہ الرحمۃ کہ وہ بھی حضرت کے اوستاد تھے حافظ صاحب کی تعریف بیان کرتے تھے کہ اون لوگوں نے بساون خاں مرحوم کی مجلس میں کہ ایک زمیندار صاحب مقدور ذی اقتدار تھے بیٹھے ہوئے دیکھا اور پھر مخدوم صاحب کی درگاہ میں آئے تو دیکھا کہ وہاں بیٹھے ہوئے ہیں اور معلوم ہوا کہ بہت دیر سے یہاں ہیں۔ حضرت فرماتے تھے کہ حافظ صاحب بیان کرتے تھے کہ جب میں لکھنؤ میں تھا ایک شخص کو دیکھا بہت طرحدار وضع دار کپڑے نفیس اور رنگین پہنے ہوئے بڑے پاینچوں کا پائجامہ جس کی ہر کلی ایک دوسرے رنگ کی تھی پہنے ہوئے بال سنوارے ہوئے مسی لگائے ہوئے پان کھائے ہوئے مہندی لگائے ہوئے دن بھر کوٹھوں پہ اوڑا پھرتا اور شام کو چلا جاتا۔ میں نے جو اوس کے اطوار دیکھے تو اوس میں آشنائی کا رنگ پایا۔ ایک دن شام کو اوس کے پیچھے چلا تو وہاں سے دور جاکر دیکھا کہ ایک جھونپڑے میں گھسا میں بھی اندر گیا تو دیکھا کہ ایک بوریا بچھی ہوئی ہے کمل دھرا ہوا ہے اوس نے وہ کپڑے اوتارے اور جھاڑ کر الگنی پہ رکھے اور موٹے جھوٹے کپڑے پہنکر بیٹھا اور تمام رات عبادت میں مشغول رہا۔ شعر

چھپائے پھرتے ہیں یوسف کو اپنے غیروں سے ہمیشہ رات کو چلتا ہے کارواں اپنا

مجھ سے پوچھا کہ تم قلندریہ[1] میں مرید ہو میں نے کہا ہاں پھر کہا فلاں بزرگ سے میں نے کہا ہاں پھر پوچھا تم کو فلاں فلاں چیز بتائی گئی ہے میں نے کہا ہاں پھر فرمایا کہ تمہارا مقام یہ ہے اور سب ٹھیک تھا۔ میں متعجب ہوتا تھا اور خدا کی شان یاد آتی تھی اور یہ جو بزرگوں کا قول ہے کہ ولی وہ ہے کہ جس کو دیکھ کر خدا یاد پڑے وہی معاملہ ہوا حاصل کلام حضرت شاہ بیکن علیہ الرحمۃ کو آپ کے پیر و مرشد نے فرمایا کہ اذکار و اشغال قلندریہ حافظ صاحب سے سیکھو مگر حافظ صاحب کے کمال منکسر اور متواضع

---

[1] قلندریہ سلسلہ حضرت مبارک حسن قلندر غزنوی سے منسوب و مشہور ہے۔ آپ سے حضرت قطب الدین بینائے دل کو نسبت اس طرح یہ ہے۔ قطب الدین بینائے دل از سید نجم الدین بن نظام الدین بن مبارک حسن قلندر غزنوی۔ اس سلسلہ کی مسند سجادگی خانقاہ رشیدیہ جونپور میں ہے۔ حضرت سید شاہ شاہد علی سبز پوش کے بعد حضرت سید شاہ مصطفےٰ علی سبزپوش شہید علیہ الرحمۃ کو یہ سجادگی تفویض ہوئی۔ آپ کی شہادت کے بعد ابھی تک کوئی سجادنشیں نہیں ہوا ہے بلکہ حضرت سید شاہ ایوب ابدالی صاحب دام فیوضہ اس خانقاہ رشیدیہ جونپور کے تمام رشد و ہدایت اور اعراس کے فرائض کو انجام دے رہے ہیں چونکہ آپ حضرت شاہ شاہد علی سبز پوش کے خلیفہ و مجاز ہیں اور شاہ مصطفےٰ سبزپوش کے مرشد بھی۔

تھے کہتے تھے کہ آپ مخدوم زادے ہیں یہ بے ادبی مجھ سے نہ ہوگی ایک رات حافظ صاحب نے حضرت مخدوم شاہ دولت صاحب کو خواب میں دیکھا کہ میرے فرزند سے دریغ کرتے ہو تو حسب فرمان عالی اذکار و اشغال قلندریہ بتلائے اور اجازت دی۔ جس زمانہ میں آپ کے پیر مرشد زندہ تھے آپ کا معمول یہ تھا کہ نماز مغرب درگاہ میں ادا کی اور ذکر الٰہی میں مشغول ہوئے عشا پڑھ کر گھر آئے اور کھانا کھایا اور سو رہے اور پلنگ میں کھٹملوں کی اسقدر کثرت تھی کہ غلبۂ خواب میں ایک نیند آئی اور پھر جاگ اوٹھے اوس وقت دریا کے کنارے جاکر اذکار میں مشغول ہوئے اول صبح کو حضرت شافعی[1] علیہ الرحمتہ کے وقت پر نماز صبح ادا کی اور سورہ یٰسین پڑھتے ہوئے گھر چلے آئے اور سو رہے پھر ڈیڑھ پہر دن اوٹھے تک سوئے ہیں پھر جاگے تو حضرت مخدوم شرف الدین منیری علیہ الرحمتہ کے ملفوظات اور مکتوبات وغیرہ کے دیکھنے میں مصروف ہوئے۔ آپ کا شغل ہمیشہ یہ تھا کہ حضرت مخدوم کی تصانیف دیکھتے اور نقل کرتے۔ آپ کی تصانیف تو خاندانی چیزیں ہیں ان کے سوا اور بزرگوں کی کتابیں بھی بہت نقل کیں ہر طریقہ کے پیروں کے کلمات جمع کئے۔ آخر عمر میں فقیر راقم نے دیکھا کہ ہر روز کچھ لکھنے کا معمول تھا۔ نقل ہے کہ آپ ایک بار صبح کو اپنے والد ماجد کے حضور میں حاضر ہوئے اور تسلیم بجالائے اور وہاں جو لوگ کہ بیٹھے ہوئے تھے ان لوگوں نے آپ کو سلام کیا آپ کو التفات نہ ہوا۔ شعر

خبر نہیں ہے کہ اس انجمن میں غیر بھی ہے ہم اون کی دید میں بھولے ہوئے ہیں اپنے کو

شعر در انجمن از خویش روم خلوتم اینست دیگر چہ رسد در سرم اندیشۂ اغیار

آپ کے والد ماجد نے فرمایا کہ اعظم علی دیکھتے نہیں لوگ سلام کر رہے ہیں جواب نہیں دیتے اوس دن سے

---

[1] حضرت امام شافعی:۔ کنیت ابو عبد اللہ لقب شافعی اور اسم گرامی محمد بن ادریس ہے۔ آپ قبیلہ قریش سے ہیں آپکا سلسلۂ نسب آٹھویں پشت میں جاکر باپ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد حضرت عبد المطلب سے ملتا ہے۔ آپکی والدہ ماجدہ کا نام ام الحسن ہے اور آپکا سلسلۂ نسب علی بن ابی طالب سے ملتا ہے۔ آپکی ولادت شریف ایک قول کے مطابق مقام غزہ میں اور دوسری روایت کے مطابق مقام منیٰ میں ۱۵۰ھ میں ہوئی۔ آپ ائمہ اربعہ (امام اعظم ابو حنیفہؒ ۲۔ امام مالکؒ ۳۔ امام شافعیؒ ۴۔ امام حنبلؒ) کے تیسرے امام ہیں۔ حضرت امام مالک کے شاگرد رشید ہیں۔ عراق جانیکے قبل کسب علوم امام مالک سے کرتے رہے۔ عراق چلے آنیکے بعد امام محمد بن حسنؒ سے استفادہ فرماتے تھے جو امام اعظم ابو حنیفہ کے ارشدہ تلامذہ میں سے ہیں۔ روایت ہے کہ جب آپکا سن مبارک صرف سات سال کا تھا تو آپ حافظ قرآن ہو چکے تھے اور جب آپکی عمر پندرہ سال کی ہوئی تو آپ فتویٰ نویسی کی خدمت انجام دیتے تھے آپکی وفات جمعہ کے دن آخر ماہ رجب ۲۰۴ھ میں ہوئی۔ مزار مقدس مضافات مصر میں واقع ہے۔ مصر کی عوام شافعی المذہب ہیں۔ (سفینۃ الاولیا صـــ)

یہ حال تھا کہ جب حضور میں جاتے ہیں آداب بجالاتے ہیں اور آپ کے دہنے بائیں دونوں طرف کوئی ہو یا نہ ہو ہاتھ اوٹھا اوٹھا کر سلام کر رہے ہیں۔ الغرض اپنے والد ماجد مرحوم کی وفات کے بعد آپ نے بطور مخفی ایک نکاح کرلیا اور اوس راہ کو جس کی تعریف میں ہمارے رہنما حضرت مولانا مظفر بلخی نے یہ رباعی اپنے مکتوبات میں لکھی ہے قبول فرمایا۔ رباعی

نادیدہ رخ تیرۂ ناکاماں را نادیدہ ز دور دوزخ آشاماں را
دعوی چہ کنی عشق دلارا ماں را با عشق چہ کارست نکو ناماں را

مثنوی
نیک ناماں را چہ کار از عاشقی شو ملامت پیشہ گر تو صادقی
نفس مکارست باشی ہوشیار جز بعیاری نیاید راست کار

ہمارے حضرت شیخ کو وصیت کی تھی کہ اگر کوئی مجھ کو برا کہے یا اعتراض کرے تو چپ رہنا جواب نہ دینا

شعر
رہزن راہ ملامت ہے شکایت دل کی نہ سمجھنا کہ برا کہتی ہے خلقت مجھ کو

ہمارے پیشوا حضرت مخدوم جہاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طالب حق کو یہ چاہئے کہ خلق کی نظر میں کوئی ایسا کام کرے کہ لوگ اوس سے نفور اور اوس کی صحبت سے دور ہو جائیں تو تعلق معنوی اور مخالطت صوری ان کے ساتھ نہ رہے اور دل کو فراغ حاصل ہو اور عبادت میں خلق سے نظر ساقط ہو۔ قطعہ

بچ مریدان بوالہوس سے کہ ہیں یہ نمائش کے دیر کے معمار
تجھ کو اپنی طرح بنائیں گے جاہ جو خود پرست دنیا دار
کر علائق کو ترک اوٹھا کر چل دامن اپنا کہ راہ ہے پُرخار
چاہئے راہرو رہے ہلکا کس لئے بار جبہ و دستار
چاہئے منزلِ محبت میں پاکباز دلاور و عیار
کیا محنت کا ہے جہاد میں کام ہے یہاں کار غازی و جرار
چاہئے سر سے یاں گذر جانا چھوڑ سکتا نہیں ہے تو دستار
دل میں تیرے جو شوق پیری ہے اصل میں ہے وہ حب جاہ و وقار

پردہ اوڑھے تو منہ چھپاتا ہو　　فخر سمجھا ہے جس کو ہے وہ عار

جس کو نیت کہیں وہ مستورہ　　ہے رقیبوں کے ہائے زیب کنار

پرورش جن کی کر رہا ہے تو　　ہیں وہ بد اصل زادہ اغیار

ایک بار آپ آدھی رات کو میرے گھر تشریف لائے میں بھی حاضر تھا۔ حضرت شیخ سے فرمانے لگے اور حالت خشم میں تھے کہ فلاں صاحب مجھ کو کہتے ہیں کہ آپ وضع درست نہیں کرتے اور پیرایہ مشائخ نہیں رکھتے اور جیسا کہ آپ کی طرف لوگوں کو عقیدت اور رجحان ہے اگر یہ بات آپ میں نہ ہوتی تو ہم لوگ کہ تکلیف میں ہیں اس قدر تکلیف میں نہ رہتے مجھ کو مکاری اور ریاکاری سکھلاتے ہیں واللہ اب اگر ایسا کہیں گے تو میں شرابخانہ میں جا بیٹھوں گا۔ جب خدا ہی کا نام و نشان نہیں ہے تو میرا نام و نشان کہاں سے آویگا۔ شعر

من کجا و زہد و تقویٰ من کجا و خانقاہ　　ساقیا بادہ بدہ آتش بزن پشمینہ را

شعر　دلم از صومعہ و خرقہ سالوس گرفت　　خیز تا ساغرمے برسر بازار زنیم

اوس وقت یہ بات میری سمجھ میں نہ آئی کہ خدا ہی کا نام و نشان نہیں ہے تو چندے کے بعد ارشاد ہوا کہ خواجہ فریدالدین عطار علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ مصرع　نیست حق را در حقیقت ہیچ نام

نام تمیز کے واسطے ہے کہ ایک کا دوسرے سے امتیاز ہو اور یہ عالم کثرت میں ہے اور حقیقت میں یہ ہے کہ کان اللہ ولم یکن معہ شئی۔ خدائے تعالیٰ تھا اور کچھ نہ تھا دوئی کہاں تھی جو تمیز کی حاجت ہو اور خدائے تعالیٰ جیسا تھا ویسا ہی ہے بے تغیر و تبدل اپنی ذات بے کیف اور صفات بے چوں کے ساتھ ہم آن کما کان۔

قطعہ　مابکنہ حقیقت نہ رسیم　　اے یقین و گمان ما ہمہ ہیچ

ہرچہ بند در خیال ما ہمہ نقش　　ہرچہ گوید زبان ما ہمہ ہیچ

بے من و تو تو ئی چنانکہ توئی　　بے نشانا نشان ما ہمہ ہیچ

آپ قلندر مشرب تھے اور کسی کتاب میں میں نے دیکھا ہے کہ شیخ حسین بلخی علیہ الرحمۃ قلندر مشرب تھے اور ابدال قلندر مشرب ہوتے ہیں۔ شیخ حسین موصوف نے قلندر کی صفت فرمائی ہے۔ مثنوی۔

قلندر کے بیاید در عبارت　　قلندر کے بگنجد در اشارت

قلندر چیست یعنی محو گشتن | پس آنگہ در مقام صحو رفتن
قلندر جان جان عالم آمد | قلندر در لباسِ آدم آمد
قلندر بحر تجرید است و تفرید | قلندر رازدار سرِ توحید

آپ یہ رباعی اکثر پڑھا کرتے تھے رباعی

تا بتکدہ و منارہ ویراں نشود | اسباب قلندری بساماں نشود
تا ایماں کفر و کفر ایماں نشود | یک بندۂ حق بحق مسلماں نشود

حضرت شاہ عظیم الدین حسین علیہ الرحمتہ نے ایک بار آپ سے اس کے معنی پوچھے تو فرمایا منارہ سے مدعا مسجد ہے کہ بضرورت شعر شاعر نے مسجد کی جگہ پر منارہ قایم کیا ہے اور بتخانہ اور مسجد کے ویران ہونے سے مطلب یہ ہے کہ نیک و بد کا خیال مٹ جائے اور طلب حق میں بیقراری پیدا ہو اور ننگ و ناموس کی پروا نہ رہے جیسا کہ یہ شعر ہے۔

شعر عاشق ہم از اسلام خراب ست ہم از کفر | پروانہ چراغ حرم و دیر نداند

اور ایمان کفر ہو جائے یعنی جیسا کہ خدائے تعالیٰ کو سمجھتا ہے وہ اوس سے پاک ہے۔ شعر

میرے ہی صورتوں سے بھرا ہے یہ بتکدہ | ہے جو مرے گمان میں وہ میں ہوں خدا نہیں

بیت انچہ نزد تو پیش ازاں رہ نیست | غایت وہم تست اللہ نیست

اور کفر ایمان ہو جائے یعنی ہم نہیں سمجھ سکتے وہ ہمارے خیال و اندیشہ و وہم و گماں سے پاک ہے اور اوس کی معرفت اوسی کی طرف سے ہے کہ عرفت ربی بربی۔ مثنوی

غیر او را در حریمش بار نیست | ہیچ چشمے لایق دیدار نیست
بخشد او نورے کہ فردا مومناں | ہم بنورے بہ بینندش عیاں

لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر۔ پھر بر سر مطلب آیا۔ ایک دن آپ چھوٹی درگاہ میں آئے اور حضرت شیخ یعنی شاہ اولاد علی اور حضرت شاہ عظیم الدین حسین سے فرمایا اور حضرت مخدوم شاہ دولت منیری علیہ الرحمتہ کے مزار مقدس کے پورب جہاں پر آپ کی قبر مبارک ہے جگہ بتلائی کہ

اس جگہ پر مجھ کو مدفون کرنا کہ قیامت کے دن جو اونھوں پہلے حضرت آقا پر نظر پڑے اور اس کے بعد کعبہ پر۔

شعر رخ بحرم کجا نہیم تن بہ سفر چرا دہیم قبلہ ماست روئے تو کعبۂ ماست کوئے تو

نقل ہے کہ شاہ نظام الدین حسین بن شاہ دایم علی شطاری علیہ الرحمۃ نے آپ سے ارشاد لیا اور حجرہ میں گئے۔ اوسی دن سے اون کو ایک جوش پیدا ہوا کبھی ہنستے اور کبھی روتے ہر وقت حالت میں رہتے دیکھنے والا سمجھے کہ شراب پی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ تمھارے دادا ابوالفتح ہدیۃ اللہ سرمست کی تم پر عنایت ہے۔ پانچ دن گذرے تھے اور ہر روز ایک بات نئی اور عمدہ پیدا ہوتی تھی چھٹھیں دن اول وقت فقیر راقم بھی حاضر تھا کہ حضرت ایک بات میں اون پر خفا ہوئے اور اون کو خلاف گذرا بولے کہ دیتے ہیں میرے دادا یہ کیا ہیں اور آپ کے ساتھ حجرہ میں نہ گئے اپنے گھر میں بیٹھ کر مشغول ہوئے سب باتیں یک قلم جاتی رہیں رونے لگے اور پھر قصور معاف کروایا تو پھر فائدہ ہوا مگر اوتنا نہیں اور وہ باتیں نہ آئیں۔ ایک بار اونھوں نے آپ سے مرید ہونے کی درخواست کی آپ نے فرمایا کہ تمھاری قسمت بڑے سرکار میں ہے چنانچہ بعد انتقال آپ کے اونھوں نے حضرت شاہ قطب الدین احمد قدس اللہ سرہ سے بیعت حاصل کی۔ **نقل ہے** کہ ایک شخص نے آپ سے ذکر و مراقبہ سیکھا اور حالت یہ ہوئی کہ جب حجرہ سے نکلا زور و شور سے اشعار عشقیہ پڑھتا اور مستی کی حالت رہتی۔ ایک شخص نے اوس کا یہ حال دیکھ کر آپ سے عرض کیا آپ نے فرمایا کہ اب نہ ہوگا دوسرے دن جو حجرہ سے نکلا تو خاموش تھا الغرض اوس دن سے ایک سکوت کی حالت طاری ہوئی اور اوس قسم کی مستی نہ رہی۔ آپ نے فرمایا کہ سُکر کا غلبہ طالب حق کو ضرر ہے جب سُکر غالب ہوا سلوک سے اور ارکان سلوک سے کہ اوس کی ترقی کا سبب سے باز رہے گا اور عبادات مفروضہ اور وصول الی اللہ کے آداب میں فتور ہوگا چاہئے کہ اوس کی اصلاح کرتا رہے۔ دواؤں اور دعاؤں سے اور اپنے احوال کے موافق اپنے گناہوں پر اور اپنے نفس کی برائیوں پر نظر کرنا اور قیامت کی صعوبت اور دوزخ کی عقوبت کا خیال لانا علی الخصوص نزدیکی موت اور عذاب قبر کا تصور کرنا اس کے لئے پاچک ہے کہ بدہضمی نہ ہوگی اور جوش کو روکے گا اور آدمی شکستہ دل اور حزین رہے گا اور حال اور شورش کا ضبط کرنا اچھا ہے لیکن قاعدہ سے اور پہلے ہی سے ضبط کرنا چاہئے اور جب شورش آگئی تو ضبط نہ کرے کہ ضرر ہے۔ **نقل ہے** کہ حضرت شاہ عظیم الدین حسین علیہ الرحمۃ مظفر پوری

میں تھے ایک دن دریا میں غسل کرنے کو گئے ایک عورت ہندو نوجوان وخوبرو نہارہی تھی آپ اوس پر محو ہو گئے نہانا بھول گئے اوس کو دیکھنے لگے جب وہ نہا چکی گھر چلی آپ اوس کے پیچھے لگے وہ اپنے گھر میں چلی گئی آپ دروازہ پر بیٹھ گئے اوس عورت نے کپڑے بدلے اور اپنی آرائش کی پھر آپ کو اندر بلوایا آپ اوس کا چہرہ دیکھ رہے ہیں اور متحیر وخاموش ہیں۔ جب اوس عیارہ نے یہ رنگ دیکھا لگاوٹ سے بولی کہ میرے پاس اتنے زر وزیور ہیں میں چاہتی ہوں کہ کسی کے تابع ہو کر رہوں یہ کہکر ملاطفت شروع کی اور شوخی ودلربائی کے وہ انداز اوٹھائے کہ آپ فریفتہ اور آمادہ ہو گئے۔ اتنے میں اپنے پیر دستگیر ومرشد روشن ضمیر کو دیکھا کہ حالت خشم میں چلے آتے ہیں لب خاموش ہیں مگر چہرے سے آثار عتاب ظاہر ہیں آپ پر ایک دہشت طاری ہوئی وہاں سے بھاگے اور محفوظ رہے اور دل اوس سے پھر گیا۔ **نقل ہے** کہ ایک شخص بہت دنوں سے تپ ولرزہ میں مبتلا تھا ایک دن آپ کے حضور میں حاضر ہوا آپ کچھ کھا رہے تھے اپنا جوٹھا اوس کو دیا وہ کھا گیا پھر تپ ولرزہ نہ آیا اچھا ہو گیا اور حالت یہ ہوئی کہ جب آنکھیں بند ہوئیں آپ کا چہرۂ مبارک سامنے نمود ہوا شوق وذوق روز بروز بڑھنے لگا پھر اوس کو بہار شریف میں جانے کا اتفاق ہوا اور وہاں ایک قحبہ سے موافقت ہو گئی اور اوس سے مباشرت کا قصد کیا تو ایک آواز سنی کہ آپ پکارتے ہیں۔ کئی بار یہ اتفاق ہوا تو اوس نے گمان کیا کہ یہ میرا واہمہ ہے حضرت یہاں کہاں پھر قصد مصمم کیا تو دیکھا کہ حضرت کھڑے ہیں باز رہا اور نہ توبہ کی اوس کے بعد منیر میں آیا اور کسی عورت سے ملوث ہو گیا اور وہ سب باتیں جو بغیر محنت کے فیض پیر سے حاصل ہوئی تھیں بالکل جاتی رہیں حضرت شیخ فرماتے تھے کہ میں نے آپ سے پوچھا تو فرمایا کہ نزدیک کی خبر جلد نہیں ملتی۔ شعر

تہیدستاں قسمت راچہ سود از رہبر کامل | کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

نقل ہے کہ ایک بار واللہ اعلم آپ کس تصور میں تھے اور خدا جانے کون حال طاری ہوا کہ خود بخود بیٹھے بیٹھے اوچھل پڑے اور سر چھت سے جا لگا اور پھر وہاں سے زمین پر آتے رہے مگر کوئی صدمہ نہ پہنچا حالانکہ اتنی دور سے گرنے میں صرف خیال صدمہ ہی نہیں بلکہ خوف جان بھی تھا۔ **نقل ہے** کہ ایک بار کچھ نسبت اور توجہ کا تذکرہ تھا ایک صاحب چڑ کر بول اوٹھے کہ آپ لوگ نسبت اور توجہ بولا کرتے ہیں۔ نسبت

اور توجہ کیا چیز ہے ذرا زبان سے بیان کیجئے اور سمجھا دیجئے تو جانوں۔ آپ نے فرمایا کہ آپ لوگوں کی شادی ہو چکی ہے ذرا زبان سے کوئی صاحب بیان تو کر دیں کہ صحبتِ نسا ر میں کیا مزا ہے۔ شعر

وصف ذوق جماع گر بکنند　　پیش نامرد او نفہمد ہیچ

قطعہ　بداند ہر کہ آگاہ است ازاں حال　　بوجدانے جزایں کس پے نبردہ

اگر گویم کہ شیریں است ایں چیز　　نہ فہمد ہر کہ شیرینی نخوردہ

نقل ہے کہ آپ نے ایک رات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور تمام حجرہ معطر تھا ایک شخص مجھ سے ناقل تھے کہ اوس دن برادری میں کوئی تقریب تھی میں آپ کو اوٹھانے گیا تو در و دیوار وحجرہ تمام معطر تھا اور آپکا جسم اور لباس اور بستر خواب خوشبو ہو رہا تھا اور خوشبو عجیب لطیف اور نادر تھی کہ بیان نہیں کر سکتا اور خود آپکی زبان مبارک سے فقیر راقم نے سنا ہے کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ خوشبوئی ہو جیسا کہ آپ کے احوال میں لکھا ہے

ابیات　جس طرف ہو کے گذرتا وہ شاہ　　دیر تک رہتی معطر وہ راہ

کشتہ ذوق زیارت طلبی　　پوچھنے کے نہ تھے محتاج کبھی

تھی وہ بو راہبر اہل دماغ　　گل کا ہاتھ آتا تھا نکہت سے سراغ

نقل ہے کہ ایک بار رمضان شریف میں تکلیف تھی تین دن تک فاقہ ہوا روزہ پر روزہ رکھا اور حافظ آخر رمضان میں آئے تھے تین دن میں تراویح کا ختم مقرر تھا اوسی حالت سے تین دن میں تراویح ختم کی اور آپ نے کھڑے ہو کر ختم کی مگر آپ کے برادر بزرگ حضرت شاہ احمد منور علیہ الرحمۃ آخر رکعت میں بیٹھ گئے تھے

نقل ہے کہ ایک بار آپ عظیم آباد جاتے تھے آپ کے ایک دوست فرماتے ہیں کہ میں بھی آپ کے ساتھ یکہ پر سوار تھا اثنائے راہ میں کہ بستی وہاں سے دور تھی دفعتاً ابر نمودار ہوا اور بارش ہونے لگی آپ نے کچھ پڑھکر تین تالیاں دیں اور یکہ بان کو کہا کہ ہانک پانی برستا تھا اور زمین پر جاری تھا اور یکہ پر ایک بوند نہ پڑتی تھی۔

نقل ہے کہ ایک چڑیل بھائی شاہ عظیم الدین صاحب کو راہ میں روکتی تھی اور کبھی کبھی گھر بھی آکر ظاہر ہوتی تھی بطور موافقت کے ایک بار شام کو آپ کئی مریدوں کے ساتھ بڑی درگاہ جاتے تھے کہ اوسنوں نے

عرض کیا دیکھئے وہ کھڑی ہے آپ نے دعائے حیدری[1] کا آغاز اتنا پڑھا کہ بسم اللہ الجلیل الجبار القاہر القہار اور اوس کی طرف پھونکا۔ حضرت شیخ فرماتے تھے کہ میں نے دیکھا کہ آپ کے منہ سے ایک شعلہ نکلا اور اوس کی طرف چلا اور وہ غائب اور دفع ہوگئی۔ آپ مرید طالب کو تذکرِ موت اور تفکرِ قیامت کی ترغیب کرتے تھے کہ اپنے کو مردہ تصور کرکے حالت جانکنی اور سوال و جواب منکر نکیر اور تنگئی گور و عذاب وغیرہ کا خیال کرے اور رفتہ رفتہ اس خیال کو تصدیق اور یقین کے درجہ پر پہونچائے کہ ایک دن مرنا ہے اور موت کو نزدیک خیال کرے تو غفلت کی نیند سے آنکھ کھلے اور طول امل کا سلسلہ ٹوٹے اور دنیا کی محبت سے دل سرد ہو۔ **بیت**

اے غریقان قلزم شہوات　　اکثروا ذکرَ ھَادِمِ اللَّذَّات

اور کارِ عقبیٰ کی طرف رغبت ہو اور حزن و درد و شکستگی پیدا ہو اور محبت حق دل میں گھر کرے اور طالب حق اور سلوک طریقت کا رستہ کھلے ؎

آج ہی چھوڑ دیجئے بخوشی　　کل جسے چھوڑنا ہے بالاجبار
آج ہی ہائے کیوں نہ مر رہیئے　　جبکہ مرنا ہے ایک دن ناچار
ڈر سے بھاگا پھریگا تو کب تک　　بعد مردن نہیں ہے پائے فرار
منزل گور و حشر ہے درپیش　　گلشن خلد ہے صراط کے پار
ہیں ضروری یہ مرحلے آخر　　ان سے کرنا ہے ایک روز گذار
ہے یہاں تک بہشت کا رستہ　　یاں سے ہے راہ منزل دلدار
زندگی میں کرے یہ راہ جو طے　　میں کروں سر قدم پہ اوسکے نثار
پہلے مرنے سے خاک گر ہوجائے　　پائے دامن میں اپنے تو گلزار
دودۂ شمع کلک صوفی ہے　　سرمۂ دیدۂ اولو الابصار

اور جو اس روش پر قدم رکھے گا اور اس نشان پر چلے گا وہ زیادہ جوش نہ کریگا کیونکہ اس میں کار افتادگی

---

[1] دعائے حیدری: مجموعہ دعائے سیفی کی ایک دعا ہے جو بواسطہ حضرت حبیب اللہ قنوجیؒ حضرت سیدنا امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے

دیگر. وہ درماندگی ہوگی اور شکستہ خاطر اور دردمند رہے گا اور اس میں اضطرار پیدا ہوگا اور اضطرار باب فنا ہے ایک وقت حضرت موسیٰ صلوٰۃ اللہ علیہ نے کہا الٰہی تجھکو کہاں ڈھونڈھوں فرمان پہونچا شکستہ دلوں کے نزدیک عرض کیا الٰہی کوئی دل میرے دل سے زیادہ شکستہ نہیں۔ حکم آیا پس میں وہاں ہوں۔ شعر

زاں سوئے کائنات بازاریست کہ درو جز شکستگی نخرند

اور یہ راہ سریع الوصول اور اشرف الطرق ہے زیادہ نماز و روزہ نوافل اور اوراد وظیفہ عمارت باطن کی راہ ہے کہ تہذیب الاخلاق اور آراستگی ظاہر اور خوش اوقات ہونا اور صبر و سکون اوس کا نتیجہ ہے اور ادائے فرض و واجبات و سنن موکدہ کے سوا ایسے اعمال اور ایسے تفکرات جس سے نفس ٹوٹے اور حزن و درد پیدا ہو اوس کو خرابات بولتے ہیں۔ بیت

خرابات وہ جو کہ ہے اصل دیں خرابی اوصاف نفس لعیں

بیت راہ دیں صنعت عبارت نیست جز خرابی درو عمارت نیست

حضرت مخدوم جہاں علیہ الرحمۃ کے مکتوبات میں ہے الاشتغال بالعلوم الشرعیۃ وکتابتھا ومطالعتھا وتلاوۃ القرآن امور حسنۃ یختص بھا العلماء والصلحاء ولکن شان الطالب شان اخر یعنی شغل علوم شرعی اور لکھنا اوس کا اور مطالعہ اوس کا اور تلاوت قرآن کام نیک ہیں کہ مخصوص ہیں اوس میں عالم اور صالح ولیکن شان طالب کی اور ہی شان ہے۔ مثنوی

ہر کہ خواہد ولایت تجرید وانکہ جوید ولایت تفرید

از درونش نباید آسائش وز برونش نباید آرائش

بیت مصلحت اندیش نبود مرد عشق بیقراری خواہد از تو درد عشق

یہ روش ستار کی ہے حضرت مخدوم جہاں علیہ الرحمۃ کی تعلیم اسی روش پر ہے اور حضرت خواجہ خواجگان شیخ نجم الدین کبریٰ[۱] انار اللہ برھانہ وافاض علینا برہ واحسانہ کہ صاحب طریقہ ہیں اوائل فردوس

---

[۱] حضرت خواجہ نجم الدین کبریٰ کا نام احمد بن عمر الصوفی ہے۔ آپ کی کنیت ابوالجناب ہے۔ یہ کنیت آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں عطا فرمائی تھی۔ آپکا لقب نجم الدین کبریٰ ہے۔ کبریٰ اس وجہ سے آپ کو کہتے ہیں کہ عنفوان شباب میں جب آپ

آپ ہی سے نسبت رکھتے ہیں آپ نے یہی روش اختیار کی ہے۔ آپ کے مریدان والاشان باعتبار سلسلہ
کے کبرویہ کہے جاتے تھے اور روشش میں شطار طریق بولے جاتے تھے۔ حضرت خواجہ

تحصیل علوم میں مشغول تھے۔ جس کسی سے مناظرہ یا مباحثہ کرتے اس پر غالب آتے اس سبب سے آپکو طامۃ الکبریٰ کہنے لگے۔ کثرت استعمال سے طامۃ حذف ہو کر صرف کبریٰ باقی رہگیا آپکو شیخ ولی تراش بھی کہتے ہیں اس مناسبت سے کہ حالت وجد میں جس پر آپکی نظر پڑجاتی وہ درجہ ولایت تک پہنچ جاتا۔ ایک دن ایک باز نے ایک چڑیا کو فضا میں پکڑ لیا تھا اتفاق سے آپکی نظر کیمیا اثر اس پر پڑی، وہ چڑیا اس باز پر غالب آگئی اور باز کو پکڑے ہوئے حضور کے سامنے زمین پر اتار لائی۔ ایک دن خانقاہ کے دروازہ پر آپ کھڑے ہوئے تھے ایک کتا آیا۔ آپکی نظر اس پر پڑی بس اس کی حالت ہی کچھ اور ہو گئی۔ دیوانہ ہو گیا اور شہر سے قبرستان کی طرف چلا گیا۔ اپنا سر زمین پر پٹکتا تھا اور جہاں سے گذرتا تھا محلہ کے کتے اس کے گرد جمع ہو جاتے تھے اور ہاتھ باندھکر اس کے سامنے کھڑے ہو جاتے۔ کچھ دن بعد وہ مر گیا آپ کے حکم کے بموجب اس کو دفن کر دیا گیا اس کی قبر پر ایک عمارت تعمیر ہے۔

آپ راہ طریقت و تصوف میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ شافعی المذہب تھے اور حدیث و سنت کے امام تھے۔ آپ کے حلقہ و صحبت میں عجب تاثیرات و برکات تھیں۔ دور و دراز سے طالبان حق حاضر خدمت ہو کر فیضیاب ہوتے تھے۔ آپ بڑے محدث ہونیکے ساتھ بڑے مفسر بھی تھے۔ بارہ جلدوں میں قرآن مجید کی تفسیر لکھی تھی۔ آپ تبریز میں امام بغوی کے ایک شاگرد سے ان کی شرح السنہ پڑھتے تھے۔ حضرت بابا فرج کی ایک عقدہ کشا نگاہ نے حالت درس ہی میں آپ کی حالت متغیر کر دی اور بابا فرج تبریزی نے آپکو اپنا خرقہ پہنایا۔ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ کامل سات مہینہ حضرت ابونجیب عبدالقاہر سہروردیؒ کی صحبت و تربیت میں رہے۔ حضرت ابونجیبؒ نے علم طریقت کے اسرار و رموز آپ پر منکشف کئے، مرید کیا اور خرقہ خلافت و اجازت عطا فرمایا پھر پیشوائے مشائخ عالم بنا کر رشد و ہدایت کیلئے رخصت فرمایا۔ آپ نے خوارزم میں سکونت اختیار فرمائی اور ہدایت و رہنمائی خلق کی طرف متوجہ ہوئے اور کچھ دنوں آپ نے قصبہ سنجار میں بھی اقامت فرمائی تھی چنانچہ حضرت خواجہ معین چشتیؒ نے اپنے سیر سلوک کے زمانہ میں وہیں آپ سے ملاقات کی اور صحبت سے مستفیض ہوئے۔

آپ نے حضرت شیخ اسماعیل قصریؒ سے فیض پایا اور اجازت و خلافت حاصل کی چنانچہ سلسلہ کمیلیہ یعنی کمیل بن زیادؒ کے سلسلہ کی اجازت آپ ہی کے واسطے سے حضرت نجم الدین کبریٰؒ نے شہاب الدین سہروردیؒ کو عطا فرمایا۔ دوسری نسبت آپ کو شیخ عمار یاسرؒ سے حاصل ہے جو شیخ ابوالقاسم گرگانیؒ پر ختم ہوتی ہے۔ تیسری نسبت حضرت روزبہان مصریؒ سے ہے۔ آپ حضرت روزبہان مصریؒ کی بھی خانقاہ میں پہنچے اور ان تینوں کی خانقاہوں میں برسوں برس رہے ہیں۔ آپ ہی کی ایک نظر توجہ سے امام فخرالدین رازی کا علم سلب ہو گیا اور پھر آپ سے فیض حاصل کیا۔

حضرت نجم الدین کبریٰؒ نے ۶۱۸ھ یا ۶۱۶ھ میں تاتاریوں کے فتنہ میں بمقام خوارزم خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔ اسوقت آپکی عمر ساٹھ سے زیادہ تھی۔ شیخ موصوف نے اپنے خلیفہ و مرید کو مثلاً شیخ سعدالدین حموی اور شیخ رضی الدین لالاؒ وغیرہم کو بلا کر فرمایا کہ صبح سویرے اٹھ کر اپنے اپنے ملکوں کو چلے جاؤ کیونکہ مشرق سے ایک آگ اٹھے گی جو مغرب تک سب کو جلا دیگی اور مجھ کو یہیں رہنا ہے۔ یہ ایک بلائے مبرم ہے جس کا کوئی علاج نہیں۔ پھر آپ نے نیزہ اپنے ہاتھ میں لیا اور کفار سے جنگ شروع کی حتیٰ کہ آپ نے جام شہادت نوش کیا۔ روایت ہے کہ شہادت کے وقت ایک کافر دین کی کاکل آپ کے دست مبارک میں تھی اور کسی کو مجال نہ ہوئی کہ آپ کے دست مبارک سے اس کو چھڑا سکے۔ آخر کار اس کو کاٹ دیا گیا۔ حضرت کی نظر کیمیا اثر سے آپ کے مرید بڑے

رکن الدین فردوسی علیہ الرحمتہ کے وقت سے آپ کی نسبت سے فردوسیہ مشہور ہوئے روش وہی ہے۔ جس نے کتابیں حضرات فردوس کی دیکھی ہوں گی اوس پر پوشیدہ نہیں ہے۔ حضرت خواجہ فیض پاش شیخ نجم الدین کبریٰ ولی تراش علیہ الرحمتہ نے جو دس اصول اپنی روش کے قائم کئے ہیں موت ارادی پر قائم کئے ہیں

کامل اور عالم ہوئے اور بڑے بڑے مدارج پر فائز ہوئے جن میں بہت سے مشہور و معروف ہیں جیسے شیخ مجدالدین بغدادیؒ، شیخ سعدالدین حمویؒ، شیخ رضی الدین علی لالاؒ، شیخ سیف الدین باخرزیؒ، شیخ نجم الدین رازی، مولانا شیخ بہاءالدینؒ، حصرت شیخ شمس تبریزؒ

(مناقب الاصفیا، نفحات الانس ص۱۸۵، مراۃ الاسرار۔ سفینۃ الاولیا)

۵۔ حضرت خواجہ رکن الدین فردوسیؒ:۔ آپ حضرت شیخ عماد الدین مشائخ وقت کے فرزند ارجمند تھے۔ حضرت سید امیر خورد آپ کے علاتی نانا تھے۔ حضرت خواجہ رکن الدین فردوسیؒ حضرت بدرالدین سمرقندیؒ کے بہت چہیتے شاگرد مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ ہی نے حضرت رکن الدین فردوسیؒ کو فردوسی کا لقب دیا ہے۔ چنانچہ مناقب الاصفیا ص۱۳ میں ہے کہ "خواجہ رکن الدین در ہندچناں بر آمد کہ بعرب وعجم رسیدہ شجرہ معظمہ پیران راسکہ بنام آوردند پیران فردوس گفتند و پیوستگان ایں شجرہ را در ہند بنام اومی خوانند فردوسی می گویند" آپ ہی سے سلسلہ فردوسیہ کی ابتدا ہوتی ہے۔ مناقب الاصفیا میں یہ واقعہ تحریر ہے کہ خواجہ بدرالدین سمرقندی نے سید السادات سید امیر خورد ساکن نوہلشہ کو ایک رات خواب میں دیکھا کہ وہ ایک لڑکے کو آپ کی گود میں دے رہے ہیں۔ سید امیر خورد اپنے وقت کے بڑے جلیل القدر مشائخ میں تھے۔ خواجہ بدرالدین سمرقندیؒ نے صبح کو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس خواب کا ذکر کیا۔ سید صاحب نے فرمایا کہ کچھ دنوں کے بعد اس کی تعبیر تمھارے سامنے آئیگی۔ کچھ ہی دنوں کے بعد سید امیر خوردؒ کی خانقاہ میں شیخ عماد الدین اپنے دو فرزندوں شیخ نظام الدین اور شیخ رکن الدین کے ساتھ پہنچے۔ سید صاحب نے بڑی عزت و اکرام کے ساتھ ان لوگوں کی پذیرائی کی اور اپنی برادری میں خبر کیا کہ اپنی لڑکی کی شادی کیلئے ہمیں جس کا انتظار تھا وہ آپہنچا اور سب لوگوں کی موجودگی میں اپنی لڑکی شیخ عماد الدین کی زوجیت میں دی۔ عقد کے بعد شیخ عماد الدین کے بڑے صاحبزادے شیخ نظام الدین جو جوان تھے باپ کی اجازت سے عازم سفر ہوئے۔ چھوٹے صاحبزادے شیخ رکن الدین جو بہت صغیر سن تھے۔ باپ کے ساتھ رہے۔ ایک روز شیخ عماد الدین اپنے لڑکے کو دیکھ کر آبدیدہ ہوئے تو سید امیر خورد نے رونے کا سبب پوچھا۔ شیخ عماد الدین نے فرمایا کہ مجھے اس خیال پر رقت ہوئی کہ جوان ہو کر یہ لڑکا بھی اپنے بھائی کی طرح مجھ سے دور ہو جائے گا اور اس کی ماں نے مرنے کے وقت وصیت کی تھی کہ اس کو کبھی نظر سے جدا نہ کرنا۔ امیر خورد نے تشفی دیتے ہوئے کہا کہ خاطر جمع رہو یہ تم سے دور نہیں ہوگا اور اوس کی تعلیم و تربیت ایک ایسے شخص کے ذریعہ مقدر ہے جو تم سے بہتر ہے۔ اس کے بعد سید امیر خورد نے خواجہ بدرالدین سمرقندی کو بلا کر فرمایا کہ جس لڑکے کو تم نے خواب میں دیکھا تھا وہ موجود ہے اور میں اسے تمھاری خدمت میں تعلیم و تربیت میں دینا چاہتا ہوں۔ خواجہ بدرالدین سمرقندی اس خبر سے بہت خوش ہوئے اور بڑی خوشی کے ساتھ اپنے گھر پسر معنوی بنانے کے لئے لے گئے اور بڑے اہتمام سے ان کی تعلیم و تربیت کی۔

(مناقب الاصفیا)

بیت مر ہی جانا ہے زندگی اس میں موت ہے آہ جیتے جی اس میں

جی سے اس راہ میں گذرتے ہیں جان پہ پہلے پاؤں دھرتے ہیں

یہ راہ آسان نہیں اس میں دل خون اور جگر کباب اور زہرہ آب ہوتا ہے۔ بیت

عشق بازی نہ کار آسان است رفتن از سر گذشتن از جان است

مولانا مظفر بلخی فرماتے ہیں۔ شعر

ازجاں قدم برآرم برجاں قدم نہم من آرے چنیں بجویند آں جان جان جاں را

جاننا چاہیئے کہ اس مقام میں اکثر مدعیان سلوک اور جہال صوفیہ نے خطا کی ہے اور گمراہ ہوئے ہیں اور یہ جو بزرگان سلف نے فرمایا ہے الاشتغال بالعلوم الشرعیۃ الزوائد نوافل کے نسبت فرمایا ہے نہ یہ کہ عبادت و ریاضت و زہد و تقویٰ سے احتراز کریں بلکہ اس میں خون جگر کھائیں اور جانکنی کریں اور مرنے سے پہلے مرجائیں۔ بیت

تا نوئی از خدا نیابی بوے چوں بمیری تو او نماید روے

کیونکہ طالب حق کا کام ادائے فرائض و واجبات و سنن کے بعد شغل باطن ہے اور محافظت دل نہ کثرت نوافل۔ شیخ حسین بلخیؒ فرماتے ہیں۔ مثنوی

پاسباں دل شو اندر کل حال تا نیابد ہیچ دزد آنجا مجال

ہر خیال غیر حق را دزد داں ایں ریاضت سالکاں را فرض خواں

اور محققان سلف نے کہا ہے من ضیع الاصول و ترک رعایۃ الشریعۃ والطریقۃ حرم علیہ الوصول یعنی جس نے ضایع کیا اصول کو اور چھوڑا رعایت شریعت اور طریقت کو حرام کیا گیا اس پر وصول اور حکم شریعت کسی مقام اور کسی حال میں بندہ سے ساقط نہیں ہوتا جب تک کہ علم و عقل باقی ہے اور پہلے مرید کو ظاہر شریعت پہ مستحکم ہونا چاہیئے تو جب اوس پر معانی و اسرار کھلیں لغزش میں نہ آجائے اور آخر میں کمال کا درجہ یہ ہے کہ ظاہر پیرایہ شریعت سے آراستہ اور باطن نور طریقت سے کہ طلب حق ہے منور ہو۔ پھر اصل مطلب پر آتا ہوں۔ ایک بار رات کے وقت آپ تشریف لائے اور حضرت شیخ کو اور جناب

شاہ عظیم الدین صاحب کو بلایا اور فقیر راقم بھی ان بزرگوں کے ساتھ چلا آپ نے فرمایا کہ تم مت آؤ میں رک گیا بھائی حضرت شاہ عظیم الدین صاحب آپ سے شوخ تھے فرمایا کہ آؤ جی تو میں بھی پہونچا حضرت مخدوم شاہ دولت قدس اللہ سرہ کے حجرے کے قریب پورب کی طرف آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ رات مجھ کو کچھ معلوم ہوا ہے کہ حضرت مخدوم شیخ شرف الدین علیہ الرحمۃ کے ہاں سے میری طلبی ہے یہ خبر آپ کے وصال کی تھی۔ اس طرف کسی کا خیال نہ گذرا۔ بھائی عظیم الدین صاحب نے پوچھا کہ پھر ہم لوگ کہاں رہیں گے۔ فرمایا کہ تم لوگ میرے ساتھ ہو اوسی ہفتہ یا عشرہ میں روز چہار شنبہ شعبان کی اٹھارویں ۱۲۷۰ھ ایکہزار دو سو ستر ہجری میں روضۂ فردوس میں پیروں کی صحبت و معیت سے شرف اندوز ہوئے۔ آپ کا وصال آخر عصر کو ہے اوس وقت میں ایک صاحب نے حضرت شیخ سے کہا کہ نماز کا وقت جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا میرا کعبہ گزرا جاتا ہے اور بعد قبض روح آپ کے آخر وقت میں نماز ادا کی۔ آپ کی ولادت ۱۲۱۳ھ ایکہزار دو سو تیرہ ہجری میں ہے۔ اسم مبارک **محمد اعظم علی** اسم تاریخی ہے۔ **قطعہ تاریخ**

اعظم علی آفتاب دیں بود	شد تیرہ جہاں ز انتقالش
چوں مرشد عہد بود اے جوشؔ	زیں روشدہ شیخ عصر سالش

رباعی

چوں اعظم ما ز قید ہستی رُستہ	چشم حق بیں ز ما سوا بربستہ
ہاتف ز لب بام فلک کرد ندا	**محبوب خدا بود بحق پیوستہ**

خلفا حضرت امیر الدین حسین عرف اولاد علیؒ آپ کے بھانجا اور مرید و خلیفہ تھے۔ آپ کی تعلیم و تربیت کی اور اپنا جانشیں بنایا جس کی وجہ سے اپنے آبائی مکان اور ترکہ و میراث کو چھوڑ دیا اور فقر و فاقہ کی زندگی اختیار کی۔ ۲۔ حضرت شاہ نظام الدین حسین بن دایم علی شطاریؒ ۳۔ حضرت شاہ عظیم الدین حسین شطاریؒ۔ ۴۔ حضرت خلیل الدین احمد جوشؔ منیریؒ نواسہ حضرت شاہ لطف علی منیریؒ۔

تصانیف۔ آپ نے اپنے خاندانی سلاسل کو مرتب کیا ہے۔ ۲۔ مشرب شطار پر ایک رسالہ تالیف کیا ہے۔

ذکر حضرت شیخ ابوالبرکات امیرالدین حسین عرف شاہ اولاد علی قدس اللہ سرہ

حضرت شیخ ابوالبرکات امیرالدین حسین عرف شاہ اولاد علی زاہدی فردوسی قدس اللہ سرہ مرید و مرخص اپنے خال بزرگوار شیخ محمد اعظم علی عرف شاہ بکین منیریؒ کے ہیں۔ آپ کا نسب یہ ہے۔ نسب سید اولاد علی ابن سید محمد علی[۱] ابن سید احمد علی[۲] ابن سید غلام مرتضیٰ[۳] ابن سید صدر جہاں[۴] ابن سید صدا[۵] ابن سید فخرالدین[۶] ابن دیوان شاہ

---

[۱] سید محمد علی بن سید احمد علی کی شادی لطف علی منیری کی منجھلی صاحبزادی بی بی رحیمہ سے ہوئی جن سے شاہ اولاد علی اور فرزند علی اور ایک بیٹی بی بی ابدال ہوئیں۔ سید محمد علی کو بیعت و اجازت اپنے والد سید احمد علی سے سلسلہ زاہدیہ میں اور اجازت آبائی سلسلہ فردوسیہ اور دوسرے سلاسل کی بھی تھی مگر آپ کے انتقال کے وقت بیٹوں میں سے کوئی پاس نہ تھا اور سب سفر میں تھے اس لئے کسی کی اجازت وخلافت نہ دی اور شرف آباد عرف پارتھہ ضلع پٹنہ میں انتقال فرمایا اور اسی سرزمین میں مدفون ہوئے۔

[۲] سید احمد علی بن سید غلام مرتضیٰ کی شادی بی بی لطیفہ عرف قمرن بنت شاہ لطف علی ہمدانی اسلام پوری بن سید عظیم اللہ بن سید رفیع الدین ہمدانی سے ہوئی۔ آپ کو اجازت وخلافت اپنے بڑے بھائی شاہ حیدر علی بن غلام مرتضیٰ سے تھی۔

[۳] سید غلام مرتضیٰ ابن سید صدر جہاں کی شادی بی بی حنیفہ عرف رکن بنت عظیم اللہ بن محمد اشرف بن رفیع الدین ہمدانی سے ہوئی۔ آپ کو بیعت و اجازت اپنے والد سید جہانگیر ثانی عرف صدر جہاں سے۔ کتبخانہ صوفی منیری منیر شریف میں آپ کے دست خاص کا ایک نوشتہ ہے جو نواسی صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں ابتدا میں ۱۲ صفحات زاہدیوں کا سلسلہ نسب ہے۔ پھر ۱۴ صفحات سے ۳۰ صفحات تک ابدالیوں کا سلسلہ نسب ہے اس کے بعد ذکر اور سلسلہ پر روشنی ڈالی ہے اسے آپ نے ۱۱۳۳ھ گیارہ سو تینتیس ہجری میں لکھا ہے جبکہ ہندوستان میں محمد شاہ بادشاہ غازی اور بہار میں عبدالرحیم خاں بہادر کا دور دورہ تھا۔

[۴] جہانگیر ثانی عرف صدر جہاں کی شادی معصومہ بنت اشرف بن محمد رضا بن اسحٰق بن دلی بن مخدوم شاہ جہانگیر سے ہوئی۔ صدر جہاں کو بیعت و اجازت اپنے والد بزرگوار سے۔

[۵] سید صدا کو اجازت و بیعت اپنے والد سے اور شادی بی بی منا بنت شاہ ابوالحسن عرف دیوان رجب بن علی ثانی بن شیخ الابدال بن مخدوم شاہ جہانگیر بن محمود بن بی بی ابدال سے ہوئی۔

[۶] دیوان سید فخرالدین آپ مرید و خلیفہ اپنے والد کے اور اپنے نانا شاہ بڈھے کے بھی مجاز ہیں۔ شاہ بڈھے کو اعظم بن دلی سے ان کو محمد قادری سے ان کو بہارالدین قادری سے جو سلسلہ شاہ ولایت علی ہمدانی اسلام پوریؒ کا "انوار ولایت" میں ہے اور شادی بی بی چھینا بنت علی ثانی بن شیخ الابدال بن علی بن جہانگیر سے ہوئی۔

شہاب[1] الدین ابن سید احمد ابن سید شاہ علی ابن مخدوم شاہ جہانگیر ابن مخدوم شاہ محمود[2] ابن مخدوم شاہ محمد ابن مخدوم شاہ علیم الدین گیسو دراز نیشاپوری ابن سید مسعود ابن سید احمد ابن سید محمد ابن سید فضل اللہ ابن سید عبداللہ ابن سید عبدالغنی ابن سید حسین ابن سید ابراہیم ابن سید اسماعیل ابن سید جعفر[3] نیشاپوری ابن امام محمد دیباج[4] ابن امام جعفر صادق ابن امام محمد باقر ابن امام زین العابدین ابن امام حسین سبط رسول اللہ ابن اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم۔ امام محمد بن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ حسن وجمال میں یگانۂ روزگار تھے اس سبب سے لوگ آپ کو دیباج کہتے تھے۔ جب منصور خلیفہ نے آپ کو زندہ دیوار میں چنوادیا تو آپ کے صاحبزادے سید جعفر نیشاپور میں آکر متوطن ہوئے اور اون کے کئی پشتوں کے بعد سید علیم الدین گیسو دراز دانشمند نیشاپوری حضرت مخدوم جہاں سے شرف بیعت وخلافت حاصل کیا۔

شرف ایں بس کہ غلام شرفم　　　　از دو سو بندۂ نام شرفم

سند ایں خط غلامی دارم　　　　سرخط خواجہ نامی دارم

---

[1] دیوان شاہ شہاب الدین بن سید احمد۔ آپکی دو بیویاں تھیں۔ پہلی بیوی پیارن ان سے کوئی اولاد نہ ہوئی دوسری بیوی مسماۃ بیبا جو مخدوم شاہ دلی کی پوتی ہوئیں ان سے دو اولاد ہوئیں۔ بی بی فاطمہ عرف سلمو دوسرے سید فخرالدین جو صاحب سجادہ ہوئے۔

[2] سید محمود ابن سید محمدؒ کو بیعت وخلافت اپنے بڑے ماموں مخدوم شاہ سلطان بن مخدوم شاہ بدر عالم زاہدیؒ سے اور اپنے منجھلے ماموں شاہ شہاب الدین قتال زاہدیؒ سے بھی ہے اور سلسلہ فردوسیہ کی اجازت اپنے والد سید محمد سے اور ان کو اپنے والد سید علیم الدین گیسو دراز دانشمندی نیشاپوری سے اور ان کو اپنے پیرو مرشد مخدوم جہاں شرف احمد یحییٰ منیریؒ سے ہے۔ سید محمود کا مزار دیبی سرائے (بہار شریف) میں حضرت بی بی ابدالؒ کے پورب طرف باہر کے حلقہ میں ایک چہار دیواری میں ہے۔

[3] حضرت جعفر نیشاپوری کے متعلق تحفہ اثنا عشریہ میں حضرت عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے خراساں منتقل ہونے پر روشنی ڈالی ہے اور اون کی عظمت وشہرت کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن جامیؒ نے انھیں شاہ خراساں لکھا ہے اور ان کی عظمت کے معترف ہیں۔

[4] امام محمد دیباج:۔ امام محمد دیباج کے متعلق منبع الانساب ص۱۵ تالیف سید معین الحق جھونسوی میں تحریر ہے کہ "امام جعفر صادق را ہفت پسر بودند۔ ابراہیمؑ۔ موسیٰؑ کاظم۔ اسماعیلؑ۔ اسحٰقؑ۔ محمد الدیباجؑ۔ عباسؑ علیؑ۔ عبداللہؑ۔

صبح صادق جلد دوم ص۶۲۱ میں تحریر ہے کہ "ابو جعفر محمد بن امام جعفر صادق دیباج لقب داشتہ ودر آنکہ امام را خروج بسیف لازم است بازیدیہ موافق بودن۔ قال النافعی کان عاقلا شجاعا متنسکا بصوم یوما ولیفطر یوما۔ در تسع وتسعین ۱۹۹ ومائۃ خروج کرد ماموں عباسی عیسیٰ جلودی راجرب او فرستاد۔ محمد با او مصاف داد وگرفتار شد او را نزد ماموں بردند۔ ماموں بہر رعایت خاطر امام علی رضا در اعزاز واکرامش کوشید۔ محمد با ماموں بود تا آنکہ بجرجان درگذشت فی ثلث ومائتین قبرش آنجا بگور سرخ مشہور است۔

چنانچہ حضرت شیخ کا سلسلہ فردوسیہ آبائی حضرت سید علیم الدین گیسو دراز ممدوح سے ملتا تھا بواسطہ حضرت مولانا مظفر بلخی کے مگر والد ماجد نے انتقال فرمایا اور اوس کی اجازت آپ کو نہ پہونچی۔ اب وہ سلسلہ مفقود ہوا اور سید محمد فردوسی دردل حصاری اپنے والد ماجد سید علیم الدین گیسو دراز دانشمند نیشاپوری فردوسی کے مرید اور خلیفہ تھے اور سید محمد موصوف کے ایک بھائی اور تھے اون سے چھوٹے مخدوم سید احمد انھوں نے نکاح نہ کیا مجرد رہے اور فرمایا اولاد سے مقصود ثواب اور دعا ہے۔ بھائی کی اولاد میری اولاد ہے یہ لوگ میرے نام پر فاتحہ پڑھیں گے اور میں پڑھوالوں گا سو آج تک سید محمد کے فرزندوں میں قید ہے کہ اپنی تقریبوں میں پہلے ان پر ایصال ثواب کرتے ہیں اور اگر بھول گئے تو تنبیہ ہوتی ہے۔ کہتے کہ یہ وہی سید محمد ہیں جن کی درگاہ موضع معافہ[۱] میں ہے اور وہی سید احمد ہیں جن کی درگاہ موضع ندرہ[۲] میں ہے جو قریب معافہ ہے وہاں کے خدام کا بھی یہی بیان ہے۔ نقل ہے کہ حضرت سید محمد موصوف حضرت مخدوم شیخ بدرالدین بدر عالم[۳]

---

[۱] موضع معافہ اسلام پور سے چودہ میل دکھن جانب بیمار ندی کے کنارے ہے۔ ندی کے دوسری جانب موضع ٹکر ہے ضلع گیا کے تھانہ اتری میں ہے۔ ایک بڑی چہار دیواری کے اندر چبوترہ کے اوپر مزار مبارک ہے۔ ۱۸ر شوال المکرم کو قل ہوتا ہے۔ اس رات کو میلہ لگتا ہے۔ بہت پُر فضا جگہ پر ہے۔

[۲] موضع ندرہ اسلام پور سے ۷ میل دکھن ہے۔ یہ بہت بڑی بستی ہے۔ اسلام پور گیا روڈ پر کڑوا بستی سے ایک خام سڑک پورب جانب گئی ہے اور ۳ میل پر واقع ہے۔ مزار ایک چھوٹے سے حلقہ کے اندر ہے اور آثارات سے پتہ چلتا ہے کہ ایک اور وسیع حلقہ بھی تھا سامنے ایک پختہ تالاب بھی ہے۔ ۱۹ر شوال المکرم کو قل ہوتا ہے

[۳] جنرل رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن ۱۸۹۲ء کے صفحہ ۸۳ میں جون بیمس (BEAMES) اور جے وائس (J-WISE) نے مختصر نوٹس لکھے ہیں دونوں پیر بدر کے عنوان کے تحت بیمس لکھتے ہیں کہ سارے بنگال اور اتری ہندوستان میں بدر عالم پیر بدر کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ میرٹھ میں پیدا ہوئے مسافرانہ اور فقیرانہ زندگی اختیار کی۔ بنگال کا ہندو بادشاہ جدّو جو جلال الدین کے نام سے ۱۴۱۴ء سے ۱۴۳۰ء تک بنگال کا حکمراں رہا اور جس کے زمانے میں اسلامی تبلیغ کا بنگال میں زور تھا اوسی دور میں آپ بنگال پہونچے۔ بہت دنوں تک چاٹگام میں رہے وہاں آپکی درگاہ ابھی تک زیارت گاہ ہے اور یہ تعجب کی بات ہے کہ ارکان کے گھو جو غالباً بدھ دھرم کے ماننے والے ہیں اس درگاہ سے عقیدت رکھتے ہیں۔ موت سے کچھ دن قبل اونھوں نے چیٹا گانگ چھوڑ دیا اور بہار میں مقیم ہوئے وہیں اونھوں نے ۸۴۴ھ مطابق ۱۴۴۰ء میں انتقال کیا۔ دریا اور سمندر میں کام کرنیوالے ملاح ان سے بڑے عقیدت رکھتے ہیں۔

ڈاکٹر وائز (T. WISE) نے پیر بدر کا ذکر کیا ہے اور ماہی گیروں اور ملاحوں کے نزدیک جتنا ان کا احترام ہے اوس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پیر بدر کی درگاہ چیٹا گانگ کے مرکز میں واقع ہے اور فقیروں کی نگرانی میں ہے۔ ایک مسجد بھی ہے اور زائرین کیلئے کچھ کمرے بھی بنے ہوئے ہیں سارے لوگ بنگال سے آکر منتیں مانتے ہیں اور پیر بدر عالم کا وسیلہ ڈھونڈتے ہیں۔ ۲۵ر رمضان پیر بدر کا
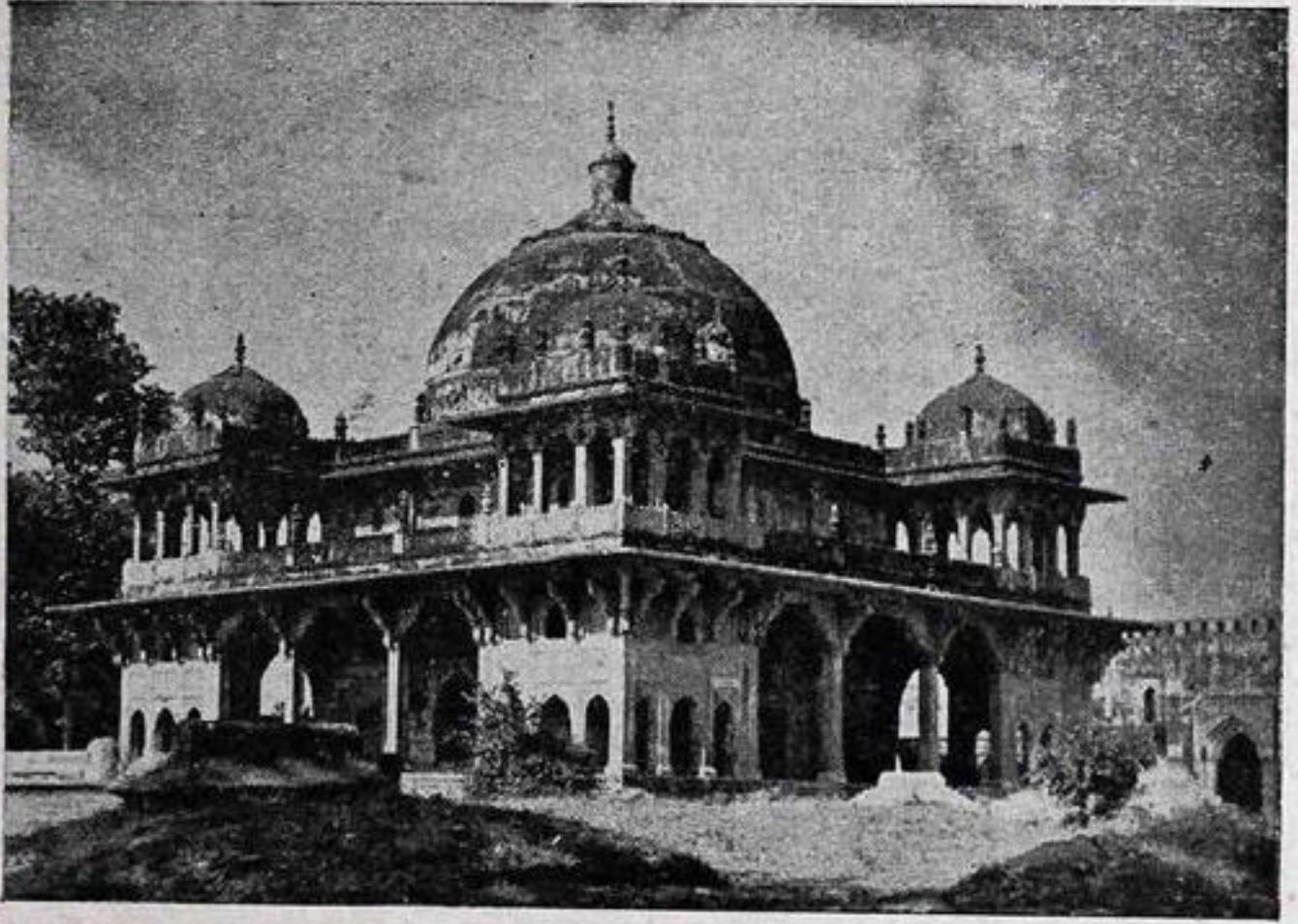
روضۂ اقدس حضرت مخدوم شاہ دولت منیریؒ چھوٹی درگاہ منیر شریف
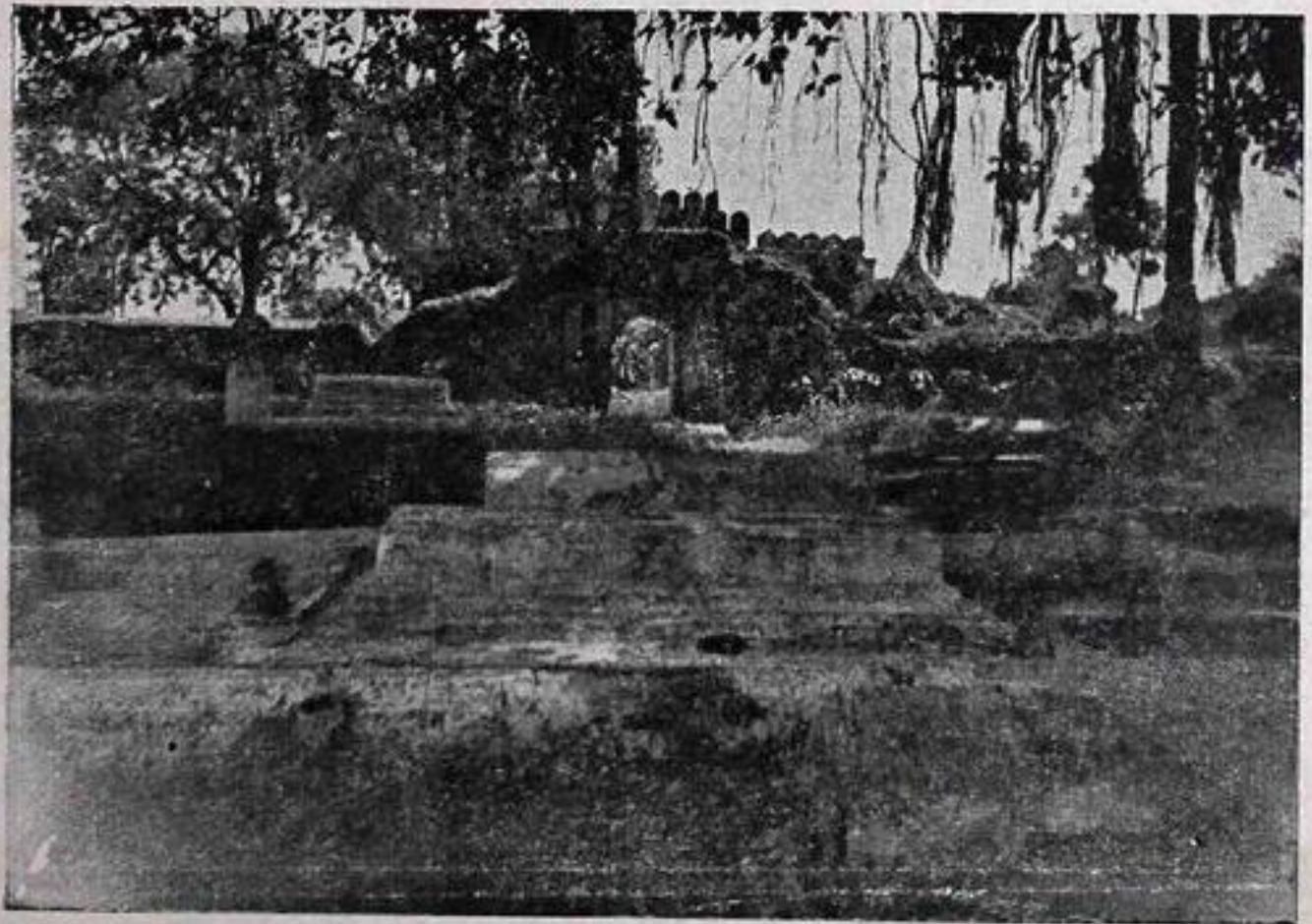
روضۂ اقدس حضرت بی بی ابدالؒ ویبی سرائے بہار شریف

زاہدی علیہ الرحمتہ کے ہاں طالب العلم تھے اور آپ سے کچھ کرامت بھی اوس وقت میں ظاہر ہوئی تھی۔ آپ کے اوصاف حمیدہ اور افعال پسندیدہ دیکھ کر حضرت مخدوم شاہ بدر عالم زاہدی علیہ الرحمتہ آپ کو بہت دوست رکھتے تھے۔ آپ نے اپنے ایک مرید سے فرمایا کہ تم محمد سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دو۔ اوس نے اپنے گھر جاکر اپنی زوجہ سے کہا تو وہ بولی کہ مخدوم صاحب میری بیٹی سے نکاح کو کہتے ہیں کیا جانئے کون ہے اور کیسا ہے اپنی بیٹی سے کیوں نہیں بیاہ دیتے۔ یہ خبر آپ کو پہونچی تو آپ نے فرمایا کہ ہاں میں اپنی ہی بیٹی سے نکاح کر دونگا۔ پھر اوس مرید نے بہت معذرت کی کہ میں اپنی بیٹی دیتا ہوں مگر آپ نے نہ مانا اور اپنی بیٹی حضرت بی بی ابدال قدس اللہ سرہا سے نکاح کر دیا۔ مگر ولیہ باکمال حضرت بی بی ابدال علیہا الرحمتہ عبادت میں مشغول رہتی تھیں اور اکثر حالت جذب طاری ہوتی تھی اور آپ سے کرامتیں ایام طفولیت ہی سے ظاہر ہوتی تھیں اون سے ایک بیٹا پیدا ہوا سید محمود نام اوس کے بعد شوہر سے التماس کیا کہ مجھ کو عبادت میں حرج ہوتا ہے آپ دوسرا نکاح کیجئے۔ آپ نے جو اون کو ہمہ تن مشغول بحق پایا راضی ہوئے اور ایک نکاح کیا اور سید محمود شیر خوار تھے کہ آپ پر ایک حالت سُکر غالب ہوئی اور سر بصحرا ہوئیں۔ شیر پر سوار اور ہاتھ میں مار سیاہ کوڑے کے بدلے۔ اور اوسی کا اثر ہے کہ آپ کے فرزندوں کو آج تک شیر اور سانپ ضرر نہیں پہونچا سکتا۔ جب عالم جذبات سے ترقی کی اور مقامات صحو میں نزول فرمایا گھر میں آکر متمکن ہوئیں اور یاد حق میں مشغول رہتی تھیں اگر کبھی فاقہ ہوا اور لونڈیوں نے خبر دی کہ آج کچھ پکانے کو نہیں ہے تو شکر کرتی تھیں اور کہتی تھیں کہ ایک دن کے حساب سے بچی۔ آپ کو بیعت و تربیت اپنے پدر عالی مرتبت سے ہے اور آپ کے صاحبزادے مخدوم سید محمود کو بیعت و خلافت اپنے بڑے ماموں حضرت مخدوم شاہ سلطان ابن مخدوم شاہ بدر عالم زاہدی سے اور اجازت و خلافت اپنے منجھلے ماموں حضرت مخدوم شاہ شہاب الدین قتال زاہدی سے بھی اور اپنے والد ماجد حضرت مخدوم سید محمد سے بھی۔ آپ کے وقت سے آپ کے خاندان میں سلسلۂ زاہدیہ میں بیعت ہوتی چلی آئی۔ الغرض یہ دونوں سلسلے یعنی فردوسیہ و زاہدیہ حضرت شیخ علیہ الرحمتہ کے آبائی جدی

عرس منایا جاتا ہے اور اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ پیر بدر بہت زمانہ تک چھوٹا گانگ میں رہے۔ ۸۴۴ھ مطابق ۱۴۴۰ء میں انتقال ہوا۔ بہار کی چھوٹی درگاہ میں آپ کا مزار ہے۔

(JOURNAL ROYAL ASIATIC SOCIETY 1894 A. LONDON P. 838 TO 840)

ہیں اور ننہال کے نسبت سے سلسلہ فردوسیہ آبائی وخاندانی ہے اور حضرت سید محمود ممدوح کا مزار بہار شریف محلہ دیبی سرائے حضرت بی بی ابدال کی درگاہ میں ہے اور آپ کی اولاد امجاد کی سکونت محلہ دیبی سرائے میں رہی اور پانچ چھ پشتیں حضرت والد تک ملکیت ومعاش کی وجہ سے موضع شرف آباد[1] عرف پارتھو میں گذریں اور وہیں مسکن رہا اور حضرت شیخ علیہ الرحمتہ اپنے ننہال قصبہ منیر زاد اللہ شرفا ودولۃً میں پیدا ہوئے اور وہیں رہے۔ موضع شرف آباد میں رہنے کا اتفاق کم ہوا اور والد ماجد کے بعد کچھ دنوں رہنا پڑا مگر وہاں ہمیشہ سے آپ کا دل نہ لگتا تھا اور متنفر رہتے تھے جیسے کوئی قیدی زندان میں رہے۔ ہر دم منیر کا دم بھرتے تھے۔ اوس آستانہ فیض کاشانہ کی خاک نشینی کو موجب اپنے شرف اور دولت کا سمجھتے تھے اور بزبان حال یہ فرماتے تھے۔ شعر

خاک ایسی زندگی پہ کہ پتھر نہیں ہوں میں　　دایم پڑا ہوا ترے در پہ نہیں ہوں میں

آخر خداوند تعالیٰ نے ایسا سامان کیا کہ ظاہر وباطن منیر کے ہو رہے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک والد مرحوم رمضان کی اکیسویں ۱۲۶۱ھ ایک ہزار دو سو ساٹھ ہجری میں بہشت نصیب ہوئے۔ قطعہ تاریخ

شاہ محمد علی زاہدی باصفا　　از مئے قرب خدا ذائقہ کام یافت

سال وصالش بدل خواستم و ملہمم　　گفت کہ بود اہل دل در ارم آرام یافت

۱۲۶۰ھ

اوس کے بعد اپنے ماموں حضرت شیخ محمد اعظم علی عرف شاہ بیکن فردوسی منیری سے مرید ہوئے۔ آپ کو بیعت سلسلہ عالیہ زاہدیہ[2] میں اور تعلیم وتربیت سلسلہ طیبہ فردوسیہ میں ہے اور آپکو پیر مرشد ممدوح کے سوا اور کسی سے

---

[1] شرف آباد عرف پارتھو ضلع پٹنہ میں ایک گاؤں ہے جو پن پن اسٹیشن سے ۴ میل کی دوری پر ہے اور اس کا تھانہ پن پن ہے اور ڈاکخانہ ڈوبری ہے۔

[2] یہ سلسلہ آبائی طور پر ہمارے خاندان میں ابھی تک جاری وساری ہے اس کی تفصیل اس طرح پر ہے۔
حضرت شیخ بدرالدین بدر عالم زاہدی میرٹھی اواز حضرت فخر الدین ثانی زاہدی اواز حضرت شہاب الدین حق شہیدؒ اواز حضرت فخر الدین خداداد بزرگؒ اواز حضرت شہاب الدین کبیر امام کعبہؒ اواز حضرت صدر الدین سمرقندیؒ اواز خواجہ عبدالسلام محبوبؒ اواز خواجہ عبدالکریم معشوقؒ اواز خواجہ قطب الدین عبدالمجیدؒ اواز خواجہ حسن یار بازؒ اواز حضرت ابو اسحٰق بن ابراہیم شہریار گازرونیؒ اواز خواجہ عبداللہ خفیف شیرازیؒ اواز خواجہ محمد رویمؒ اواز حضرت جنید بغدادیؒ۔
(نقل شدہ از شجرہ موجہ آبائی ومنبع الانساب ص ۴۲۱)

اجازت و استفادت نہیں اور آپ اکثر فرماتے تھے کہ یک در گیر محکم گیر اور اپنے پیر کے انتقال کے بعد جو اون کے مزار مبارک پر جاتے تھے اکثر یہ شعر عرض کرتے تھے۔ شعر

تم پیر تمہیں مرشد و ہادی تمہیں رہبر　　محتاج نہ کرنا مجھے شیخان زماں کا

الغرض سنہ ۱۲۶۱ھ ایکہزار دو سو اکسٹھ ہجری میں حضرت شاہ عظیم الدین حسین ابن شاہ امین الدین شطاری رح راہ طریقت کے طالب ہوئے اور حضرت شیخ محمد اعظم علی قدس اللہ سرہ العزیز اون کو لیکر درگاہ مخدوم میں چلے تو یہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ بیٹا اولاد علی تم بھی چلو اور دونوں کو لیکر درگاہ میں گئے۔ یہ لوگ جاڑوں کے ایام میں اذکار میں محنت زیادہ کرتے تھے مگر آپ کو باوجود کثرت اذکار کے کبھی حرارت نہ ہوئی آپ کے پیر فرماتے تھے کہ ان کی حرارت باطن سے ظاہر جسم کی طرف نہیں آتی ہے کہیں جذب نہ ہو جائے خداوند تعالیٰ نے حوصلہ عالی اور ظرف وسیع بخشا تھا شعر

شراب پینے میں ظرف اپنا مثل دریا ہے　　ہم اپنے جی ہی میں جوش اپنا مار رکھتے ہیں

میں نے موضع شرف آباد میں آپ کو دیکھا کہ نماز مغرب پڑھ کر اذکار میں مشغول ہوئے اور آدھی رات کے بعد تناول طعام فرمایا اوس کے بعد اور وظیفہ لسانی میں مصروف ہوئے بیشتر یہ ہوا کہ جب وظیفہ سے فارغ ہوئے چاہا آرام کریں کہ مرغ سحر یا موذن کی آواز سنی نماز صبح پڑھ کر استراحت فرمائی اور علی ہذا القیاس دن کو بھی فرصت نہیں اور کسی وقت بیکار نہ رہتے۔ آپ کے پھوپھی کے بیٹے اپنا حصہ معاش کا جو آپ سے پایا تھا ایک ہندو کے ہاتھ بیع جمع کر گئے تھے ملکیت میں ایک دوسرا شریک ہو گیا تھا اگر رعایا کچھ قضایا پیش کرتی تو آپ اس شریک پر حوالہ کرتے۔ الغرض کاروبار دنیا سے محض بے توغل اور بے تعلق رہتے اور والدہ مرحومہ کی اطاعت بہت کرتے تھے جو فرمان ہوا بجالائے اور جتنے روپے جب مانگے معاش پر قرض کر کے دئے الغرض بہت تکلیف میں پڑے اور ابتلار سخت میں ڈالے گئے۔ خدائے تعالیٰ کے سوا کچھ نہ رہا اور راہ امید ہر طرف سے بند ہوئی۔ خداوند عزوجل نے آپکی فطرا اپنے پر کھولدی اور قوت عطا فرمائی پھر تو یہ حال تھا کہ۔ بیت

تو مرا دل دہ و دلیری بیں　　روبہ خویش خوان و شیری بیں

میدان صبر و توکل میں کمال استقلال سے ثابت قدم تھے گھر میں تکلیف اوٹھا رہے ہیں اور اطراف و جوانب سے خطوط بھی آئے ہیں کہ تشریف لائیے ہم مرید ہوں گے اور آپ کو کد نہیں۔ ایسی حالت میں ایکبار فقیر راقم نے عرض کیا کہ فلاں جگہ سے خط آیا ہے تشریف لیجائیے نہ۔ تو اپنے نانا حضرت شاہ لطف علی قدس اللہ سرہ کے یہ اشعار پڑھے۔ غزل قطعہ

قطع کن آز از طمع بگذار | تا شوی بادشاہ ہفت دیار
قانعاں را ہر انچہ داد خدائے | کس نیابد دریں دیار اے دیار
قاف تا قاف در جہاں گردی | خس نیابد بدست اے سیار
قسمت خود بخود رسد بر تو | چند پوئی دمے بہ شکر گذار
قد خود خم مکن بہر دوناں | بہر نانی بکوچہ و بازار
قہر بر نفس کن کہ ماند باز | از تلاش دراہم و دینار
قول کرستی اگر کنی در گوش | روزیت چارہ میرسد ناچار

اور تکلیف کی حالتوں میں بعضے وقت یہ فرمایا کہ حضرت بی بی ابدال قدس اللہ سرہا کو جب فاقہ ہوتا تھا تو کہتی تھیں کہ الحمد للہ ایک دن کے حساب سے بچی۔ آپ فرماتے تھے کہ توکل کے معنی یہ ہیں کہ اللہ پر اعتماد اور بھروسہ ہو اور توکل دل کی صفت ہے اور اس کے لئے یقین شرط ہے کہ اوس نے روزی کا وعدہ کیا ہے اور ضامن ہوا ہے ضرور دیگا وہ سچا ہے اور اوس کا وعدہ سچ ہے یقین کی قوت سے میدان توکل میں ثابت رہ سکتا ہے۔ پس اگر کوئی شخص ظاہر میں توکل کر کے بیٹھا ہے اور اوس نے ہاتھ سمیٹے ہیں اور زبان سوال بند کی ہے مگر نظر خلق پر ہے اور خیال آنے والوں کے ہاتھ پر دل بھیک مانگ رہا ہے یہ توکل کی صورت ہے معنی نہیں اور طریقت دل کا کام ہے یہاں معنی مطلوب ہے۔ شعر

جب نظر خلق پہ ہے دل ہے گدائے سائل | صورت کوہ اگر پاؤں تہ دامن ہو

مگر رفتہ رفتہ صورت سے معنی کی طرف ترقی کر سکتا ہے اگر اپنے صفات باطن پر نظر رکھے اور حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اور ہمت کو بلند رکھے اور ثابت رہے۔ شعر

مرضیٔ دوست پہ راضی ہوئے آخر تک کہ — حضرت دل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ پردۂ استتار میں رسوم خلق اور تقلید رواج سے آزاد تھے اور کسی سے اختلاط اور ارتباط نہ رکھتے تھے کہ کوئی ایسے امور میں تکلیف دے۔ ابیات

محترز از بدعت و دور از رسوم — مہر برلب مخزن گنج علوم
سربسر سوز چو پروانہ خموش — نے چو مرغان سحر گرم خروش
کوہ تمکین و تحمل بودہ است — صاحب فقر و توکل بودہ است
گوی بردہ خوش بمیدان رضا — سر نہادہ پیش چوگان قضا
در رہ تفویض پا بر آسمان — بر در تسلیم سر بر آستان
بود مستغنی ز مدح و ذم خلق — فارغ از فکر خود و از ہم خلق
از ہمہ بیگانہ با حق آشنا — چوں مسافر ماندہ در دار فنا

آپ کا قاعدہ یہ تھا کہ کیسی ہی ضرورت ہو کسی سے قرض تک نہ مانگتے تھے اور جو کچھ روپے خدا نے بھیجے آپ نے حویلی میں بھیج دئے اور آپ فارغ البال رہے۔ جو کچھ گھر سے پک کر آیا کھالیا اور رکابی میں جس قدر نکل کر آیا اوسی پر قناعت کی پھر مانگتے نہ تھے اور اخلاق توسط درجہ کا تھا اور اغنیار کی خاطرداری سے احتراز رکھتے تھے کہ من تواضع غنیا الغناہ فقد ذہب ثلثا دینہ یعنی جس نے تواضع کی غنی کی بسبب تونگری اوس کے بس چلی گئی دو تہائی اوس کے دین کی۔ نقل ہے کہ ایک شخص اہل دول آیا اور برادرم سید محمد شفیع سلمہ اللہ نے کہ آپ کے مریدوں سے ہیں اون کے لئے شربت بنایا آپ کے متوسلین سے ایک صاحب نے اون کیلئے شربت بنایا اور میں بھی اس تجویز میں اون کا شریک تھا آپ کو بہت ناگوار گذرا۔ نقل ہے کہ ایک بار شام کو ایک مرد ذی مقدور آیا اور تھوڑی رات تک بیٹھا رہا جب چلنے لگا میں نے ملازم سے کہا کہ لالٹین لیکر ساتھ جاؤ مجھ پر عتاب ہوا اور فقیر ہو یا غنی اور کیسا ہی مہمان ہو ایک قسم کا کھانا اور جو کچھ گھر سے پک کر آیا ساتھ بیٹھ کر کھلاتے تھے کبھی فرمائش نہ کرتے تھے اور تکلف اور تصرف نہ فرماتے تھے اور آپ نے دو وقت سے کچھ کھایا نہیں ہے اور تیسرا وقت ہے اور چہرے سے ایک رونق اور بشاشت ظاہر ہے اور پھڑک پھڑک کر بول رہے ہیں اوس وقت

حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ کا کلام یاد آتا تھا۔ مثنوی

قوت جبریل از مطبخ نبود　　بود از دیدار خلاق ودود

ہمچنیں ایں قوت ابدال حق　　ہم زحق داں نہ طعام وار طبق

آپ کا صبر اور تحمل اور قناعت اور توکل مشہور ہے مجھ سے فرماتے تھے کہ شکست نفس میں ذلت و رسوائی بہت مفید ہے اور اخفا و استتار کہ ولایت کیلئے شرط اور اولیار کی صفت ہے آپ میں بہت تھا اور وضع سپاہیانہ رکھتے تھے۔ نقل ہے کہ ایک بار آپ پرول گنج میں ایک مرید کے گھر تشریف لے گئے تھے بھائی شاہ نظام الدین حسین قدس اللہ سرہ بھی تھے اور ایک یہ سگ آستانہ بھی تھا ایک عورت آئی کہ اوس کو آسیب کی خلش تھی دعار و تعویذ کی طالب ہوئی۔ بھائی نظام الدین حسین صاحب نے اوس سے فرمایا کہ بیٹھ کر آپکا چہرہ دیکھ۔ وہ عورت سامنے بیٹھ کر چہرۂ مبارک دیکھنے لگی اور اوس پر آسیب کی تسلیط ہوگئی تو آپ بہت شرمائے اور محجوب ہو کر فرمایا کہ واہ بھائی نظام الدین صاحب آپ اپنا کام کرتے ہیں اور دوسرے کا نام کرتے ہیں اور وہ آسیب زدہ اچھی ہوگئی ف حضرت شاہ نظام حسین علیہ الرحمۃ کا انتقال ایکہزار دو سو ستانوے ہجری ۱۲۹۷ھ میں ہے۔ شعر تاریخ

سال نقلش یاد دارائے نور عین　　بُد ز اہل دل نظام الدین حسین

پھر اصل مطلب پر آیا۔ آپ مجھ کو جو اکثر کتابیں دیکھتے ہوئے دیکھتے تو فرماتے۔ بیت

صد کتاب و صد ورق در نار کن　　سینہ را از عشق او گلزار کن

حکایت ایک دن فرمایا دو بھائی تھے ایک نے علم حاصل کیا اور کتابیں لکھیں اور دوسرے نے اپنی تختی دھوئی اور فقیری اختیار کی۔ ایک مدت دراز کے بعد دونوں سے ملاقات ہوئی۔ عالم نے کہا بھائی صاحب میں نے علم سیکھا اور بہت کتابیں تالیف کیں اور اتنے شاگرد کئے اور یہ سامان ہے۔ آپ نے کیا حاصل کیا۔ درویش نے جواب دیا کہ میں نے یہ حاصل کیا ہے کہ جو کوئی میرے اس جھوپڑے میں آئے اوس کو دنیا سے بے ایمان جانے نہ دوں آخر جب اوس عالم کا انتقال ہونے لگا اور شیطان بحث کرنے لگا تو بہت عاجز ہوا۔ درویش نے بقوت باطن مدد کی کہ شیطان کی دلیل رد کی اور کلمہ پڑھ کر شمع ایمان کے ساتھ عالم عقبیٰ کی راہ لی۔ آپ فضول

بات نہ بولتے تھے جب کسی نے کچھ پوچھا مختصر سا جواب دیا مگر کبھی کبھی کہ لوگوں نے خیال کیا تو سمجھا کہ اس وقت عالم انبساط میں ہیں اور یہ حالت اکثر مغرب کے بعد پیدا ہوتی تھی۔ اوس وقت کبھی چھوٹے چھوٹے چٹکلے قصے بیان کرتے تھے اور کلام آزادانہ پڑھتے تھے اور وہ باتیں کام کی ہوتی تھیں چنانچہ ایک دن فرمایا **حکایت** ایک دن کوئی فقیر کسی بستی میں ایک تونگر کے دروازہ پر گیا تو دیکھا کہ وہ اپنی دریادلی سے حاتم کا نام ڈبو رہا ہے کسی سے پوچھا کہ بابا اس نے یہ قارون کا خزانہ کہاں سے پایا ہے کہ اس قدر دولت بیدریغ لٹا رہا ہے لوگوں نے کہا یہ شخص بڑا بخیل تھا بہت تنگی سے روپے جمع کئے ہیں۔ **ابیات**

بہت ہی تھا تنگدل یہ دانا ۔۔۔ کسی کو دیتا نہ آپ کھاتا
یہ دل کو تنگی تھی فکر زر میں ۔۔۔ کہ قحط رہتا تھا اسکے گھر میں
یہ آپ کھاتا نہ ایک پیسہ ۔۔۔ کبھی کھلانا کسی کو کیسا

اور اس کے لڑکا بالا کوئی نہیں جب بوڑھا ہوگیا اور امید فرزند منقطع ہوگئی ہے تو خرچ کرنے لگا ہے کہ کوئی وارث نہیں۔ آخر دوسرے ہی کسی کے ہاتھ لگے گا یہ سنکر فقیر صاحب بولے اس کا نام نہ لو یہ بڑا بخیل ہے اس کو مال اور دولت کی بڑی محبت ہے کہ جب تک جیتا رہا اپنے ساتھ رکھا اور جب ملک بقا میں جانے کا وقت آیا ہے تو اپنے ساتھ لئے جاتا ہے اور ایک دن فرمایا **حکایت** ایک فقیر کسی دروازہ پر جاکر سایل ہوا تو ایک عورت گھر سے کوئی چیز اوس کے دینے کو لیکر نکلی اور اوس کا آنچل جدا ہوگیا۔ فقیر نے اوس کے پستان کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ مائی یہ کیا چیز ہے اوس نے کہا داتا اس میں آنیوالے کی غذا ہے۔ فقیر نے کہا کہ وہ ایسا رازق ہے کہ آنے کے پہلے سے روزی کا سامان کر رکھا ہے تو پھر میں کیوں اوس کے دروازہ کو چھوڑ کر در بدر خاک بسر مارا پھروں۔ بھیکھ نہ لی توکل اختیار کیا اور گوشہ عزلت میں مشغول بحق ہوا

شعر ماں سے بھی ہے مہرباں تر شان رزاقی تری ۔۔۔ پہلے کرتی ہے ولادت سے یہ ساماں شیر کا

اور ایک بار فرمایا **حکایت** سنا ہے کہ مقام چھپرہ میں ایک مجذوب تھا اور ایک عورت مجذوبہ بھی کہیں سے وہاں آپڑی۔ ایک دن دونوں کا مقابلہ ہوگیا اور آنکھیں چار ہوگئیں دیر تک نگاہیں مقابل رہیں۔ ایک بار اوس عورت مجذوبہ نے کہا کہ وہ مارا اور وہ مرد مجذوب رونے لگا پھر اوس عورت نے بیان کیا کہ میری اور

اوس کی نگاہیں برابر تھیں ناگاہ اوس کی نگاہ بہک کر میرے رخسارہ پر آئی تو میں غالب ہو گئی۔ بیت

دریں رہ سوئے غیر میل نظر　　بود او فتادن ز راہ اے پسر

آپ ترک و تجرید میں قدم عالی رکھتے تھے۔ ترک دنیا آپ کا اول قدم تھا جس روز راہ طریقت میں قدم رکھا دنیا کو لعنت بھیج کہا اور اوس کی فکر اور تعلق کو چھوڑا اور ارباب زمانہ تو اپنا سا سب کو بنانا چاہتے ہیں کیا کیا کچھ کہتے تھے مگر آپ خاموش رہتے تھے۔ شعر

گر عالمیاں ز حال من بے خبر اند　　از حال من آں بہ کہ تو حالم دانی

اور آپ پردہ ایسا کرتے تھے کہ وہ یاروں کی آنکھوں پہ پٹی ہو جاتا تھا چنانچہ کسی زمانہ میں بہت دنوں تک پندرہ لقمے کھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ ایک جگہ میں گیا تو خشکہ پھلکا نکلا ہوا تھا کہ تھوڑا تھا اور بہت معلوم ہوتا تھا میں سب کھا گیا تو شرم معلوم ہوئی کھانا معین کر لیا جو حضرت مخدوم جہاں علیہ الرحمتہ نے فرمایا ہے کہ معرفت کی نشانی ترک دنیا ہے جہاں ترک دنیا نہیں معرفت نہیں اور طریقت دل کا کام ہے اگر محبتِ دنیا سے دل پاک نہیں ہے تو کار طریقت نماز بے طہارت ہے اور جو ہمارے پیشواؤں نے فرمایا ہے کہ درخواست کاملوں کا کام نہیں ہے بلکہ کاملوں کا کام برخاست ہے یعنی اپنی خواہش سے اوٹھ جانا سو یہ سب صفتیں آپ میں مسلم تھیں اور ہمت عالی رکھتے تھے مناجات میں اکثر یہ بیت پڑھتے تھے۔ بیت

من نخواہم شاہی و نے خسروی　　آنچہ میخواہم من از تو ہم توئی

آپ کبھی کبھی تعلیماً للمریدین یہ شعر فرماتے تھے۔ شعر

لازم ہے سوز عشق کا شعلہ عیاں نہ ہو　　جل بجھیے اس طرح سے کہ مطلق دھواں نہ ہو

نقل ہے کہ آپ کے مرید نے خواب میں دیکھا کہ حالت شورش میں ہے اور زار زار رو رہا ہے اس میں دیکھا کہ آپ تشریف لائے اور ایک رباعی پڑھی جاگا تو ایک مصرعہ آخر کا یاد رہگیا تھا۔ ع

کیا کرتے ہو دل کو غم سے خالی نہ کرو

نقل ہے کہ ایک مرید آپ کا آپ کی مجلس میں ایک طرف مشغول بیٹھا تھا۔ دفعتہً اوس نے آنکھیں کھولیں اور آسمان کی طرف دیکھنے لگا آپ نے فرمایا اوہوں اوہوں اور یہ مصرع پڑھا۔ ع اے آنکہ منزہی و بے ہمتائی

یہ سنکر اوس نے پھر آنکھیں بند کر لیں بعد برخاست مجلس میں نے پوچھا کہ یہ کیا بات تھی تو فرمایا کہ اوس شخص پر ایک حالت طلب طاری تھی اور دل کو تلاش میں بیقراری تھی۔ اوس نے آنکھیں کھولیں اور اشیار کی طرف دیکھنے لگا اور چاہا کہ بطریق استدلال کے تفکر کرکے دل کو تسکین دے میں نے اشارہ سے منع کیا کہ دلیلوں پر دل کو سکون نہ چاہیئے اپنے باطن کی طرف مخاطب ہو اور عقل کو معزول کرکے صفات تنزیہی کا ملاحظہ کرے اور آیات دو قسم پر ہیں۔ ایک آیات آفاقی کہ اشیا میں حق تعالیٰ کی نشانیاں دیکھے دوسرے آیات انفسی کہ باطن میں آیات ربوبیت والوہیت معائنہ کرے۔ ابیات

از رگ جاں او بتو نزدیک تر ۔۔۔ تو شوی دور در روی جائے دگر

فکر چوں کردی حجاب دل شدی ۔۔۔ در میاں تو آمدی حائل شدی

مصرع ۔ راہ ہستی دیگر و راہ فنا دیگر بود

اب کچھ آپ کے اقوال لکھے جاتے ہیں کبھی کبھی بزرگوں کی کتابیں نکال کر پڑھیں اور پڑھوائیں اور فوائد زوائد زبانی بھی ارشاد کئے اقوالہٗ ابتدا میں تصحیح عقائد کے بعد طالب حق کو چاہیئے کہ ہر وقت باوضو رہے اور ذکر و مراقبہ میں مشغول رہے اور جب اس سے ملول ہو تو نوافل اور تلاوت قرآن اور وظائف میں مشغول ہو الغرض نیک کاموں میں اپنے کو لگائے رہے اور غافل اور بیکار نہ رہے اور توبہ و استغفار میں مصروف رہے۔ شعر

دل ریش کن از یاد خطا ہائے گذشتہ ۔۔۔ وانگہ بہ ندامت نمکے ریز براں ریش

اور کم کھانا اور کم سونا اور کم بولنا اور خلق کے ساتھ صحبت کم رکھنا ضروریات سے ہے اور خلو معدہ اور خفت معدہ شرط ہے عام اس بات سے کہ خفت معدہ ہضم طعام سے ہو یا قلت غذا سے لیکن اپنی طبیعت کو اچھی طرح تولے کہ کثرت عمل خلو معدہ میں حاصل ہوتی ہے یا خفت معدہ میں اوتنی ہی غذا معمول کرے اور افراط و تفریط سے پرہیز کرے کہ دونوں مانع کار اور مضر ہیں اور کثرت اذکار میں ہضم زیادہ ہوتا ہے اور آتش معدہ تیز رہتی ہے اور گرسنگی کا غلبہ ہوتا ہے تو اوس میں معذوری ہے اور ابتدا میں ذاکر کی نظروں میں صورتیں اچھی معلوم ہوں گی اور سرو قدان نوخیز اور گلرویاں دلاویز کے دیدار کا اشتیاق پیدا ہوگا اور آوازیں بھی اچھی معلوم ہوں گی اور نغمہ و سرود کی رغبت ہوگی اور کلام پرمعنی حکمت آمیز سو جھینگے اور مدد لینے کی طرف دل

کو کھینچیں گے اور کبھی خلوت میں کچھ آواز اور کبھی کوئی صورت اور کبھی کچھ روشنی ظاہر ہوگی چاہئے کہ
ان چیزوں پر التفات نہ کرے اور قدم سعی آگے بڑھائے کہ معاملہ کار خیالات سے بالا اور پرے ہے اور
اپنے طریقت کے اعمال اور احوال کو اظہار اور گفتار سے دور رکھے تو ثمرہ اور نتیجہ حاصل ہو اور آفت ریا
و جاہ وغیرہ سے سلامت رہے اور اس راہ میں جتنے مغلطے ہیں اور کسی چیز میں نہیں اور اکثر تفکر کرے
خداوند عزوجل کی نعمتوں اور قدرتوں اور حکمتوں اور صنعتوں میں اور اوس کے اثبات ہستی میں تو رفتہ رفتہ
صاحب نظر ہو اور اوس کے اثبات ہستی کی دلیلیں دل میں ثابت ہوں اور دل کو قوت ملے اور لذت پیدا
ہو اور ذات پاک میں تفکر نہ کرے کہ یہ منع ہے تفکروا فی الاء اللہ ولا تتفکروا فی ذات اللہ کہ ذات مقدس
بےچون وچرا ہے وہاں عقل نہ لگے گی اور حاصل اوس کا حیرت ہے یا ضلالت اور احاطہ دین اور حصن
حصین شرع متین سے باہر نہ خوض کرے کہ گمراہی اور تباہی میں پڑے گا **بیت**

فکر در دین کن مرد بیرون ازیں رہزنانند اے برادر در کمیں

اور دلائل دینیہ اور براہین یقینیہ کو شمع راہ کرے یعنی کتاب و سنت کے موافق خوض اور غور کرے اور جو
ان دونوں کے خلاف ہو اوس کو بحقیقت باطل سمجھے اور بیشتر بےثباتی دنیا اور کوتاہی عمر اور نزدیکی موت کا
خیال اور تنگی و تنہائی گور اور قیامت اور پل صراط اور دوزخ کا اندیشہ کیا کرے تو خوف پیدا ہو اور بتدریج
دنیا کی محبت چھوٹے اور عاقبت کی فکر ہو اور اپنا محاسبہ کیا کرے یعنی ہر روز ایک وقت بعد نماز مغرب اپنے
اقوال و افعال کو خیال کرے اور اعمال کو تولے کہ آج کیا کیا اور کس طرح پر کیا۔ اگر گناہ پاوے تو توبہ استغفار
کرے اور خداوند تعالیٰ سے پناہ مانگے اور توفیق نیک طلب کرے اور اعمال نیک پاوے تو شکر کرے اور اللہ
کا احسان مانے۔ عُجب اور غرور نہ لاوے اور خدائے تعالیٰ کی طرف سے سمجھے یعنی اوس کی توفیق سے اور
بدعتوں سے اور پرُخواری سے اور قول و فعل فضول سے پرہیز رکھے اور شریعت میں اپنے قدم کو خوب
درست اور محکم کرے اور سرموئے حد شرع سے تجاوز نہ کرے تو شریعت کی برکت سے راہ طریقت کھلے
اور سلوک پیش ہو اور طریقت باطن شریعت ہے سلوک میں اپنے صفات باطن پر نظر ہوگی پہلے اوصاف
ذمیمہ کہ نفس کی صفتیں ہیں اپنا اپنا رنگ دکھلائیں گے جیسے کبر و کینہ و ریا و حب جاہ و طمع و حب دنیا وغیرہ

اور حق تعالیٰ سے حجاب یہی نفس ہے اور صفات نفس ان صفتوں کا ازالہ چاہئے اور صفتوں کی جگہ پر صفات حمیدہ کا قائم ہونا جیسے صبر و قناعت و رضا و تسلیم و صدق و اخلاص ۔ بیت

اوصاف ذمیمہ چوں بدل شد ہر عقدہ کہ در تو بود حل شد

پہلے اوصاف ذمیمہ سے نکلنا چاہئے کہ یہ حجاب ظلمانی ہیں اوس کے بعد اوصاف حمیدہ سے عبور کرنا چاہئے کہ یہ حجاب نورانی ہیں اوصاف ذمیمہ سے نکلنا ترک کے ساتھ ہے یعنی یہ عادتیں اور خصلتیں چھوٹ جائیں اور اوصاف حمیدہ سے گذرنا بقطع النظر اور بترک الرویۃ ہے یعنی بعد حصول صفات حمیدہ نظر ان صفتوں پر نہ رہے ۔ خواجہ فرید الدین عطار علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ۔ بیت

عجب در ہم زن غرورت رابسوز حاضر از نفسی حضورت رابسوز

حجاب ظلمانی سے نکلنا آسان ہے کہ افعال و اوصاف ذمیمہ مذکور و مشہور ہیں اور حجاب نورانی سے در گذرنا صادقوں اور عاشقوں کا کام ہے کہ یہ راہ بہت غامض اور نازک ہے حضرت مخدوم جہاں علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اپنے کو خلق کی نظر سے گرانا آسان ہے ۔ مرد وہ ہے کہ اپنے کو اپنی نظر سے گرا دے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ مرد کب برا ہو فرمایا جب اپنے کو اچھا سمجھے یہ اس اصل پر ہے کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے لاتزکوا انفسکم پاکی کی نسبت نہ کرو اپنے نفس کی طرف

بیت تزکیہ نفس حرام آمدہ عجب تو در راہ تو دام آمدہ

خلاصہ یہ کہ جب طلب حق پیدا ہوئی اور نظر کھلی کہ حق تعالیٰ اور بندہ کے درمیان حجاب کیا ہے تو سمجھا کہ نفس حجاب ہے اور خودی اور ہستی نفس سے عبارت ہے تو اب آتش طلب شعلہ زن ہے اور دل بیقرار ہے چاہتا ہے کہ اون حجابوں کو اوٹھائے ۔ مجاہدہ کرتا ہے اور سختیاں اوٹھاتا ہے کہ نفس کی صفتوں سے نکلے رفتہ رفتہ آخر میں جب خودی اور ہستی سے نکلا یعنی یاد حق میں اپنے کو بھول گیا بحکم واذکر ربك اذا نسیت اپنے سب حرکات و سکنات کو کہ نیک ہیں اور عبادت اور ارادت اور طلب وغیرہ کو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے دیکھتا ہے اور مشاہدہ توفیق میں اپنے کو گم کیا طریقت تمام ہوئی ۔ میدان طریقت میں مرد جانباز کا کام ہے کہ جان کو عزیز اور اپنے کو کوئی چیز نہ سمجھے اور مرد عالی ہمت چاہئے کہ مراتب و مدارج دنیا و آخرت پر قناعت

نہ کرے اور ھو المقصود کے سوا دم نہ بھرے۔ **رباعی**

مست تو ام از جرعہ و جام آزادم — صید تو ام از دانہ و دام آزادم

مقصود من از کعبہ و بتخانہ توئی — ورنہ من ازیں ہر دو مقام آزادم

اور جب سلوک پیش ہوا اور طالب حق راہ طریقت چلنے لگا تو دلیلوں اور نشانیوں پر تسکین نہ ہوگی یہاں حزن و درد و بیقراری کا کام ہے یہ طلب کا مقام ہے۔ **شعر**

نقاب اٹھاؤ کہ عاشق ہوں روئے تاباں کا — قرار دل کو نہیں ہے لباس و زیور پہ،

شعر غیرت ہے تجھ کو مجھ سے تو مجھ کو نقاب سے — بجلی گرا دے مجھ پہ اوٹھا دے نقاب کو

ریا و نمائش و حب جاہ و عجب و غرور وغیرہ کے معالجہ میں بہت مغلطے ہیں۔ خداوند جل وعلا صادقوں کو بچا لیتا ہے۔ اگر کسی نے پنج وقتی نماز چھوڑ دی یا شراب پی لی مثلاً راہ گم کی اور یہ جو حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں[1]

شعر ایں خرقہ کہ من دارم در رہن شراب اولیٰ — ویں دفتر بے معنیٰ غرق مے ناب اولیٰ

یہ مردانِ خدا کی روش ہے کہ باوجود اعمال نیک کے اپنے کو برا اور اپنے خرقہ و عمامہ کو ناچیز اور ناپاک سمجھیں۔ شراب پر بیچ ڈالنے اور شراب میں ڈال دینے کے قابل تاکہ آفت عجب و خود بینی سے محفوظ رہیں اور یہ جو شعر ہے **شعر**

بت پرستم من مگرہ کہ تو زاہد خوانی — ایں کہ تسبیح بدستم نگری زنار است

یہ اعتراف اور اقرار ہے اپنے عجز و قصور کا تو مدعیوں کے زمرہ میں نہ لکھے جائیں اور یہ شعر

لوگ کرتے ہیں پرستش بت بنے بیٹھے ہیں آپ — خانقاہ اے شیخ سجادہ نشیں بتخانہ ہے

خطاب بہ نفس ہے روئے سخن اپنی طرف ہے غیر کی طرف نہیں اور راہ ملامت میں نفس بہت جلد ٹوٹتا ہے لیکن راہ ملامت میں یہ نہیں ہے کہ خلاف شرع کوئی کام کرے اس میں عیار یا کباز کا کام ہے کہ خلق کی نظر میں کوئی کام ایسا کرے کہ اپنا کام نکل جائے اور وہ کام اصل میں خلاف شرع نہ ہو جیسا کہ **نقل**[2] ہے کہ خواجہ

---

[1] اگر کسی نے پنجوقتی نماز چھوڑ دی .... جیسا کہ "نک قلمی نسخہ میں نہیں ہے بلکہ پہلا مطبوعہ نسخہ میں اتنی عبارت کا اضافہ کیا گیا ہے۔ وسیلہ شرف کی پہلی اشاعت ۱۳۱۳ھ میں ہوئی ہے جبکہ مصنف زندہ تھے اور یہ اضافہ مصنف نے کیا ہے یا ان کے اذن سے ہوا ہے۔ اسی لئے میں نے اسے بھی درج کیا ہے۔ [2] مونس القلوب مجلس چہلم صـ ۲۱۳

حسن بصری[1] رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں نے کبھی اپنے کو کسی سے اچھا نہیں سمجھا ہے مگر ایکبار اور اوسی وقت لت کھائی ہے۔ ایک شخص کو دیکھا کہ لب دریا ایک عورت کے ساتھ بیٹھا ہے اور صراحی سے بار بار کچھ پی رہا ہے۔ میں نے دل میں کہا کہ اگرچہ میں سب سے بُرا ہوں مگر اس شخص شراب خوار سے کہ دریا کنارے ایک عورت کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے ضرور اچھا ہوں۔ اتنے میں ایک کشتی تباہ ہوئی تین شخص ڈوبنے لگے دو شخصوں کو اوس نے نکالا اوس کے بعد مجھ سے کہا کہ دو شخصوں کو میں نے نکالا اگر تم مجھ سے اچھے ہو تو اب اس ایک شخص کو تم نکالو۔ میں رہگیا تو اوس شخص کو بھی اوسی نے نکالا اور بولا۔ اے حسن! میں تم کو کچھ سمجھتا تھا مگر تم ظاہر کے آدمی ہو۔ یہ عورت میری ماں ہے اور اس صراحی میں پانی ہے۔ میں تمھارے امتحان کو آیا تھا اور اسی طرح پر ایک بزرگ تھے کہ گرمی کے زمانہ میں باسی خشکہ کا پانی کوری بدھنی میں لیکر چھننا لگا کر گزک کے ساتھ نوش فرمایا کرتے تھے گویا تاڑی پی رہے ہیں اور خادم خاص کے سوا کوئی نہ جانتا تھا۔ شعر

---

[1] حسن بصریؒ:۔ آپ کا نام حسن ہے اور کنیت ابو سعید ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۲۱ھ میں ہوئی۔ آپ جوہری تھے۔ جواہر کی تجارت آپ کا پیشہ تھا۔ اسی لئے آپ کو حسن لوءلوءی بھی کہتے ہیں۔ آپ کا شمار اکابر تابعین میں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اور ایک سو تیس صحابہ کو آپ نے دیکھا ہے اور ان سے فیض اٹھایا ہے۔ مشہور ہے کہ آپ کی والدہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی لونڈیوں میں سے تھیں۔ واقعہ کربلا، محاصرہ مکہ جیسے شرمناک اور اندوہناک فتنوں نے لوگوں کے دلوں کو دنیا سے متنفر کر دیا تھا اور لوگ یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے تھے چنانچہ حضرت خواجہ حسن بصریؒ نے بھی گیارہ سال تک اپنے کو خلوت میں مقید کر لیا اور طالبان حق کو صرف رشد وہدایت کرتے اور خود خدا کی یاد میں مشغول رہتے۔

آپ کا یہ واقعہ مشہور ہے کہ کسی نے آپ سے پوچھا کہ مسلمانی کسے کہتے ہیں اور مسلمان کس کو کہتے ہیں۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ مسلمانی کتاب میں ہے اور مسلمان زمین میں دفن ہیں۔ پھر آپ سے دریافت کیا گیا حضرت ہمارے دل سوئے ہوئے ہیں آپ کی بات اور پند ونصائح کا ہمارے خوابیدہ دلوں پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ ہم کیا کریں۔ فرمایا کاش سوئے ہوئے ہوتے جن کو ہلا جلا کر بیدار کیا جا سکتا مگر یہ تو مردہ ہو چکے ہیں۔ ان کو کتنا ہی ہلاؤ جلاؤ یہ بیدار نہیں ہوتے تذکرۃ الاولیا میں حضرت حسن بصریؒ کا یہ واقعہ مشہور ہے کہ وہ ایک رات اپنے خلوت میں زار زار رو رہے تھے کسی نے ان کے اس طرح گریہ وزاری کا سبب تو آپ نے فرمایا کہ میں خوف خدا سے ڈرتا ہوں کہ شاید نادانستہ میں اور بلا ارادہ کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہو جائے جو اللہ تعالیٰ کی نارضامندی کا سبب ہو تو پھر میرا کیا انجام ہوگا۔ آپ کی وفات ۵ رجب المرجب ۱۱۰ھ میں ہوئی۔ آپ کی قبر بصرہ کے متصل قدیم بصرہ میں ہے۔ حضرتؒ کے خلفاء میں سے خواجہ حبیب عجمیؒ اور عبدالواحد بن زیدؒ مشہور ہیں۔

(تذکرۃ الاولیا سفینۃ الاولیا صلا)

سب کو در پردہ وہ ترغیب ریا کرتے ہیں　　مجھ کو جو کہتے ہیں اچھا وہ بُرا کرتے ہیں

نقل ہے کہ خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ نے سفرِ حج سے مراجعت کی تھی۔ ایک شہر کے قریب پہونچے بادشاہ اور شہر کے لوگ استقبال کو آئے۔ آپ نے اپنے نفس میں ایک فخر پایا اور خداوند عزوجل کے ساتھ جو ایک معاملہ تھا اوس میں فرق نظر آیا۔ رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ جیب سے ایک روٹی کا ٹکڑا نکالا اور کھانے لگے سب لوگ پھر گئے اور قلب مبارک اپنے حال پر آیا کسی مرید نے پوچھا تو فرمایا سفر میں افطار افضل ہے۔ میں نے ایک رخصت شرعی پر عمل کیا اور فتنۂ خلق اور آفت نفس سے سلامت رہا۔ شعر

صاحب نظر نباشد در بند نیک نامی　　خاصاں چہ باک دارند از گفتگوئے عامی

شرف الدین بوعلی قلندر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ شعر

بوعلی راہ ملامت رہ مردان خداست　　چہ شود بار ملامت کہ بگردن نبریم

آپ نے فرمایا کیسا ہی درویش صاحب کشف و کرامات ہو اگر تارکِ صلوۃ ہو تو معتبر نہیں اور پیشوائی کے قابل نہیں اوس کو پیر و مرشد بنانا نہ چاہئے۔ حضرت مخدوم جہاں علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ بعضے سالک سے نماز جو چھوٹ جاتی ہے نافرمانی کے سبب سے نہیں بلکہ اس سبب سے ہے کہ اون کی نظر اپنی طرف ہوتی ہے صدق و اخلاص چاہتے ہیں اور اپنے میں نہیں پاتے شکستہ دل ہوتے ہیں کہتے ہیں ایسی نماز پڑھنے سے نہ پڑھنا اچھا۔ یہ بھی ایک مغلطہ ہے کہ غلبۂ حال اور سُکر میں نہیں سوجھتا جب اوس مقام سے آگے بڑھیں تو سمجھیں کہ خدائے تعالیٰ نے تکلیف حد وسع پر رکھی ہے اور فرمایا ہے کہ لا یکلف اللّٰہ نفسا الا وسعھا اگر اوس طرح نماز ہم سے نہیں ہو سکتی تو ہم کو اپنے وسع کے موافق پڑھ لینا چاہئے کہ فرض ہے اور یہ مثل قرض ہے کہ ادا کرنے سے چارہ نہیں۔ **نقل** ہے کہ ایک مرید نے نماز چھوڑ دی پیر نے عتاب کیا تو جواب دیا کہ میری نماز قبولیت کی قابلیت نہیں رکھتی فرشتے لے جائیں گے اور پھر لا کے میرے منھ پہ پھینک ماریں گے۔ شعر

ڈالی جاتی ہے جو منھ پہ مرے طاعت میری　　اور ہو جاتی ہے وہ پردۂ غفلت مجھ کو

نفس مغرور ہوتا ہے کہ نماز پڑھتا ہوں اور حقیقت میں نماز نہیں۔ شعر

اوس مست عمل سے جو مغرور رہو طاعت پر　　اچھا ہے وہ میکش جو مے پی کے پشیماں ہو

پیر نے فرمایا ہماری اور تمھاری نماز اس قابل نہیں کہ فرشتے اس کے پاس آئیں لے جانے اور پھیر لانے کا تو کیا ذکر لیکن جب حکم ہے مجبوری ہے فرمان خداوندی کی تسلیم و تعظیم ضروری ہے۔ **مثنوی**

طاعت ما کہ سر نادانی است　　کردہ و ناکردہ پشیمانی است

نیست ازانہا کہ دراں بنگریم　　یا کہ براں نام عبادت بریم

نیست سرہ طاعت ما ناقصاں　　نیم جوئے ارزش آنرا مداں

گرچہ بود مرجع آں سوے ما　　باز زنندش ہمہ بر روے ما

باز ہماں میکن و ناکردہ داں　　دیدن خویشتن بمیاں پردہ داں

اور فرمایا کہ بیشتر اہل تصوف کے کلام میں ظاہراً زہد و طاعت کی مذمت پائی جاتی ہے سو وہ زہد و طاعت کی مذمت نہیں ہے کہ طاعت و عبادت موصل بحق ہیں کرنا چاہئے وہ بہ نسبت اپنے نفس کے ہے کہ ہم سے طاعت بشرط ادا نہیں ہوتی اور وہ اصل میں اپنے نفس کی مذمت ہے کہ صفات نفس سے اپنے عمل کو پاک کرنا چاہئے مانند ریا و حب جاہ و عجب وغیرہ کہ یہ صفتیں اعمال کے کھیت اور حاصل اور خرمن کے لئے آفتیں ہیں جیسے باران بے وقت اور کرم اور ریخ اور آگ اور بجلی کہ اعمال باطل اور ضایع کردیتے ہیں اور پیری اور پارسائی اور شیخی و مقتدائی کی مذمت بھی بہت ہے جیسا کہ مکتوبات شریف میں ہے۔ **شعر**

صوفی سبز پوش و شیخ چلہ دار　　ایں جملہ شدی ولے مسلماں نشدی

یہ مذمت اس سبب سے ہے کہ اس میں طمع اور ریا و حب جاہ و عجب وغیرہ کا خوف ہے۔ نفس کا فرساد شمن لبغل میں ہے اور ابلیس لعین سا رہزن گھات میں صاحب باطن اور اہل معنی اس سے بیزار رہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مخدوم جہاں قدس اللہ سرہ کو جب یاروں نے سجادہ پہ بٹھلایا اور مرید ہونے لگے اور شرایط اعزاز و اکرام بجا لانے لگے اور قدمبوس ہونے لگے تو آپ نے فرمایا کہ یارو تمھاری مجالست مجھ کو اس حد پر لائی کہ اس بتخانہ میں بٹھلادیا۔ **شعر**

گر ہر دو جہاں دہند ما را　　چوں وصل تو نیست بے نوائیم

اور فرمایا طریقت کے لئے علم شریعت مقدم ہے۔ حضرت مخدوم جہاں نے فرمایا ہے کہ جو شخص کہ علم شریعت کو مقدم نہ رکھے گا اور علم طریقت میں قدم دھریگا اپنے دین کو برباد کریگا کیونکہ علم طریقت اعمال کے عیوب کا جاننا ہے اگر احکام درست نہیں کیا ہے اور عیوب اعمال کا علم حاصل کیا گمان کریگا کہ عمل کرنا نہ چاہیئے۔ عمل سے باز رہیگا اور دین کو برباد کریگا یا اگر یہ سمجھا کہ اخلاص حاصل ہولیگا تو عمل کرونگا اور یہ اوس کی قدرت اور اختیار میں نہیں یوں بھی عمل سے باز رہا اور دین کو برباد کیا اور جب اعمال کو علم شریعت کے موافق درست کیا ہوگا اوس کے بعد عیوب اعمال کا علم سیکھا ہوگا تو عمل اوس کا اخلاص کو پہونچے گا کہ خداوند تعالیٰ نے عبادت کو واجب کیا ہے لیکن بشرط اخلاص واجب کیا ہے۔ عبادت معاملہ ہے اور اخلاص عیبوں کا نکالنا ہے۔ معاملہ سے پہلے بارے معاملہ کا وجود ہونا چاہیئے اوس کے بعد عیبوں کا نکالنا ہے معاملہ سے اور معاملہ ٹھیک نہ ہوگا مگر علم شریعت سے اور فرمایا کہ پیر کامل کا سایہ اور رابطہ قلب درکار ہے تو راہ کو طے کرے اور وصول الی اللہ ہو۔ یہاں بجاآوری فرمان پیر چاہیئے بے انکار واعتراض کہ جو فرمان ہو وہ بجالاوے اور اپنے کو نہ لگاوے اور سلوک کے لئے غالباً جذبہ شرط ہے ایسا نہیں ہے کہ جو کوئی سلوک کرے واصل ہو اور جذبہ قطع تعلق سے پیدا ہوتا ہے جس نے اس عالم سے قطع تعلق کیا کشش اس کی عالم قدس کی طرف ہوگی۔ بس سالک کو چاہیئے کہ اتنی کوشش کرے کہ فتح باب جذبہ ہو اور جب جذبہ کی راہ کھلے بقدم جذبہ بہتیرے مقاموں سے ایک لمحہ میں گذر جاسکتا ہے اور فرمایا جذبات کے بعد بھی عقبات ہیں۔ حضرت مخدوم جہاں نے فرمایا ہے کہ جب میں مقامات نزول میں تھا۔ شراب پینے کو اور زنا کرنے کو بے ساختہ جی چاہتا تھا اور فرمایا کہ بعضے مغلطے میں پڑے اور گمان کیا کہ طاعت وعبادت اور احکام شریعت سے مقصود حق عزوجل ہے اور میں مقصود پاچکا اور اہل مشاہدہ ہوں اب حکم شریعت مجھ سے ساقط ہوگیا اور یہ خیال نہ کیا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود خاتم النبیین ہونے کے کہ سب درجوں سے اعلیٰ ہے۔ اس قدر عبادت کرتے تھے کہ پائے مبارک ورم کر گئے تھے۔ محققان طریقت کا اجماع ہے کہ جو خطرہ اور خیال اور جو ارادہ اور حال کہ ظاہر علم کے خلاف ہو اور جو کشف والہام کہ کتاب و سنت اوس پر گواہی نہ دیں باطل ہے کیونکہ شیطان کے مکروفریب انواع اقسام کے ہیں اور بندہ کے گمراہ

کرنے کی بہت راہیں ہیں اور فرمایا کہ بہت سے مقام ایسے ہیں کہ جہاں سلب ایمان کا خطرہ ہے۔ بعضے اباحت کے قائل ہو گئے یعنی سمجھ لیا کہ سب کچھ مباح ہے اور سب تقدیر سے ہے۔ حلال وحرام ظاہر کے بکھیڑے ہیں اور اباحتی ہو گئے اور بعضے حلولیہ ہو گئے یعنی اعتقاد کر لیا کہ خدائے تعالیٰ مجھ میں ہے نہ بطور معیت وقرب کے کہ وھو معکم ونحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ بلکہ بطور حلول وانتقال کے یا مجھ میں اوتر آیا اور خدا بندہ ہو گیا۔ **بیت**

گوید آنکس دریں مقام فضول　　　که تجلی نداند او ز حلول

اور بعضے اتحادیہ ہو گئے یعنی معتقد ہو گئے کہ میں سرحد عبدیت سے ترقی کر گیا اور خدا ہو گیا امام محمد غزالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اگر یہ سمجھا کہ صورت آئینہ بن گئی یہ حلول ہے اور اگر یہ سمجھا کہ آئینہ صورت ہو گیا یہ اتحاد ہے اور یہ دونوں محال ہے۔ **شعر**

توحید حلول نیست نابودن تست　　　ورنہ بگذاف آدمی حق نہ شود

نابودن ترجمہ لفظ فنا کا ہے اور فنا سے فنار صفات آدمی مقصود ہے نہ فنار عین آدمی تو ایسا ہو جائے کہ جیسا پہلے تھا روح مجرد خدا خدا ہے ولیکن بندہ کی باطن میں تجلی کی ہے ؎ اوادست ہمہ ولیک پیدا است بمن فسبحان من ظھر فی بطونہ وبطن فی ظھورہ یہاں عنایت ازلی درکار ہے کہ یثبت اللہ الذین اٰمنوا درایت داتیاز کرے اور یہ فتنے تجلیات میں ہیں اس مقام میں بہت سے فرقے مذاہب فاسدہ میں مبتلا ہو گئے اور ہلاک ہوئے نعوذ باللہ منہا اور فرمایا کہ شیطان علیہ اللعن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت نہیں بن سکتا کہ اس میں حدیث ہے لیکن اور صورتوں میں دعویٰ کر سکتا ہے اور لوگوں کو دھوکھا دے سکتا ہے اور آدمی فریب کھاتا ہے اور مغرور ہو جاتا ہے۔ حلیہ شریف کو خوب یاد اور ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ دھوکھا نہ ہو اور آپ کے جلوہ افروزی کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ خوشبوئی ہو جیسا کہ آپ کی زندگی میں تھا کہ جس طرف سے آپ گذرتے دیر تک وہ راہ معطر رہتی تھی ایک شخص نے یہ باتیں سنکر کہا کہ شیطان کو اس کی قدرت نہیں کہ وہ اور شکلوں میں دعویٰ کرے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بتائے۔

آپ نے فرمایا کہ خوان[1] پر نعمت ملفوظ مخدوم میں ہے کہ جب سورہ والنجم نازل ہوئی آپ صلعم بر سر منبر اوس کو پڑھ رہے تھے جب اس مقام پر پہونچے افرایتم اللّٰت والعزی والمنوٰۃ الثالثۃ الاخری آپ کی سانس رُک گئی شیطان نے اوسی لب و لہجہ سے پڑھ دیا کہ منہا شفاعۃ ترتجی یعنی ان بتوں سے شفاعت کی امید رکھی جاتی ہے کافروں نے تالیاں بجائیں کہ محمد نے ہمارے بتوں کی شفاعت کا اقرار کیا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا میں نے یہ کہا ہے سبھوں نے کہا ہاں یا رسول اللہ۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم متعجب اور حیران تھے اور اصحاب سر بگریباں تھے کہ جبرئیل علیہ السلام آئے اور دکھلا دیا کہ یہ بیٹھا ہوا ہے اور یہ اسکی فتنہ انگیزی ہے۔ اوس کے بعد ایک دن اوس شخص نے خواب دیکھا اور بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک موٹا سا آدمی دبنگ گورا رنگ بیٹھا ہوا ہے میں نے اوس سے پوچھا کہ آپ کون بزرگ ہیں تو اوس نے اس عبارت سے جواب دیا کہ ہم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ میں نے حلیہ سے ملایا تو اوس کو مطابق نہ پایا چاہا لاحول پڑھوں تو ادب مانع آیا میں نے بہ تکلف جی کو دبا کر کہا لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ تو دیکھا کہ جس طرح کسی کو عذاب ہو اوس کو تکلیف ہونے لگی اور حالت اضطرار میں میرا ہاتھ اوس کے چہرہ پر پڑ گیا اوس کے چہرہ کو پکڑے ہوئے ہوں اور لاحول پڑھتا جاتا ہوں اور اوس کی صورت بدلتی جاتی ہے اور جس طرح تار کو جنتر میں کھینچ کر بڑھاتے ہیں اوس کا چہرہ کھینچنے لگا اور لمبا پتلا ہوتا چلا یہاں تک کہ دو تین ہاتھ کا ہو گیا اور ناک اور آنکھیں الف کے مانند لانبی اور پتلی ہو گئیں اور ایسی بھیانک صورت ہو گئی کہ میں ڈر کر چونک پڑا اور فرمایا کہ یہ چند نقلیں یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ نقل ہے کہ خواجہ ابو سعید ابو الخیر[2] علیہ الرحمتہ کا ایک مرید وضو کر کے اپنے حجرہ میں آیا۔ ایک نور عظیم دیکھا نعرہ کیا کہ میں نے

---

[1] خوان پر نعمت حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین منیریؒ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے اس کے جامع حضرت زین بدر عربیؒ ہیں اس میں ۱۵ شعبان ۷۴۹ھ سے لیکر آخر ماہ شوال ۷۵۱ھ تک کے ملفوظات جمع کئے گئے ہیں اور یہ ۴۷ مجالس یعنی چہل ہفتم مجالس پر منقسم ہیں ہر مجلس میں تصوف کے نکات پر بسیط روشنی ڈالی ہے۔ ابتدائے عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خوان پر نعمت معدن المعانی کا دوسرا حصہ ہے۔

[2] خواجہ ابو سعید ابو الخیر:۔ نام فضل اللہ ہے اور آپ کے والد کا نام ابی الخیر ہے۔ مہنۃ خراساں کے رہنے والے ہیں آپ کی ولادت باسعادت یکشنبہ ماہ محرم ۳۵۷ھ میں ہوئی۔ علوم ظاہر و باطن کے بڑے عالم اور اپنے ہمعصروں میں ممتاز درجہ کے مالک تھے۔ آپکو شیخ ابو الفضل بن حسن سرخسیؒ سے نسبت ارادت حاصل تھی۔ ابو نصر سراج کے مرید اور وہ ابو محمد مرتعش کے اور وہ سید الطائفہ

خدا کو دیکھا۔ خواجہ ابو الخیر نے فرمایا اے نادان تو کہاں اور وہ بارگاہ کہاں وہ تیرے وضو کا نور ہے اگر پیر کا سایہ نہ ہوتا تو بیچارہ ہلاک ہوا تھا کہ غیر خدا کو خدا سمجھ لیا تھا۔ نقل ہے کہ خواجہ جنید[1] بغدادی

جنید بغدادیؒ کے مرید تھے۔ حضرت ابو الفضل بن حسن سرخسیؒ کے وصال کے بعد شیخ عبدالرحمن سلمی سے خرقہ ولایت پہنا۔ بعض مشکل مسائل کو حل کرنے اور سمجھنے کیلئے ایک سال کامل شیخ ابو العباس قصاب آملیؒ کی خدمت کی۔ کہتے ہیں کہ ایک رات شیخ ابو العباس خانقاہ سے باہر آئے۔ چونکہ آپ نے فصد کرائی تھی اس لئے رگ کھلی ہوئی تھی۔ شیخ ابوسعید کو معلوم ہوا گوشہ عافیت سے باہر آئے اور شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہاتھوں کو دھلا کر باندھا کپڑے اتارے اپنے کپڑے ان کی خدمت میں پیش کئے۔ شیخ نے کپڑے زیب تن کئے اور ابوسعیدؒ نے آپ کے کپڑوں کو دھویا اور سکھا کر شیخ کے پاس لیکر حاضر ہوئے۔ شیخ نے کپڑوں کو پہننے کا حکم دیدیا۔ شیخ ابوسعید نے کپڑے پہنے اور گوشہ میں جاکر بیٹھ گئے۔ صبح کو جب دوسرے اصحاب آئے تو شیخ ابو العباس کے کپڑے شیخ ابوسعید کو اور شیخ ابوسعید کے کپڑے شیخ ابو العباس کو پہنے دیکھ کر متعجب ہوئے۔ شیخ ابوسعید فارسی کے مشہور صوفی شاعر ہیں۔ عارفانہ رباعیاں ان کی مشہور رہیں۔ حضرت ابوسعید ابو الخیر سے پوچھا گیا کہ تصوف کس کو کہتے ہیں فرمایا کہ جو کچھ راز ہے اس کو راز رکھ اور جو کچھ ہاتھ میں ہے اس کو بخش دے اور جو کچھ تیرے اوپر آئے اس کو خوشی برداشت کر۔

آپکی وفات شب جمعہ ۴ شعبان ۴۴۰ھ کو ہوئی۔ آپ کی قبر مبارک مہنہ خراساں میں ہے۔

(نفحات الانس ص۱۳۳ سفینۃ الاولیا)

[1] حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ کی کنیت ابو القاسم اور لقب سید الطائفہ ہے۔ آپ کے والد محمد بن جنید آبگینہ فروش تھے اور نہاوند کے رہنے والے تھے لیکن حضرت جنیدؒ کا مولد و منشا بغداد شریف ہے۔ حضرت سفیان ثوریؒ کے مذہب کے پیرو تھے۔ آپ حضرت سری سقطیؒ کے بھانجا بھی تھے اور آپ ہی سے مرید بھی تھے۔ آپ حارث محاسبی محمد قصاب کی صحبت میں رہتے تھے۔ حضرت رویمؒ حضرت ابو الحسن نوریؒ حضرت شبلیؒ اور حضرت خرازؒ وغیرہ اکابر اولیاء و مشائخ اپنے سلسلوں کو ان کی طرف نسبت کر کے درست کرتے اور آپ سے نسبت رکھنے والوں کو جنیدیہ کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے آپ کو سید الطائفہ اور امام الائمہ کہتے ہیں۔ آپکا قول طریقت میں حجت و دلیل سمجھا جاتا ہے۔

ایک دن کسی نے حضرت سری سقطیؒ سے پوچھا کیا کسی مرید کا درجہ اپنے پیر و مرشد سے بڑھ سکتا ہے فرمایا یہ ظاہر دلیل ہے کہ جنید بغدادیؒ کا درجہ مجھ سے بہت بلند ہے۔

شیخ جعفر خلدی نے کہا کہ اگر عقل مرد ہوتی تو جنید کی شکل میں ہوتی کہ حضرت جنیدؒ نے کامل تیس[30] سال تک عشا کی نماز پڑھ کر ایک پاؤں پر کھڑا رہکر صبح تک اللہ اللہ کی ہے اور اسی عشا کے وضو سے صبح کی نماز ادا کی ہے۔

کسی نے آپ سے پوچھا کہ ہم کس شخص کی صحبت میں بیٹھیں۔ فرمایا کہ ایسے شخص کی صحبت میں کہ وہ تیرے ساتھ نیکی کرے اور بھلا دے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ مرد کو مردانہ خصلت اختیار کرنا چاہئے۔ شبہات و وہم میں مبتلا نہ ہونا چاہئے۔

علیہ الرحمۃ کا ایک مرید جب مشغول ہوتا تو دیکھتا کہ ایک باغ پُر بہار میں ہے مجلس عشرت آراستہ ہے اور
مجمع معشوقان نوخاستہ بہت خوش تھا کہ یہ بہشت ہے اور یہ مرد و عورت حور و غلماں ہیں میں کامل ہوگیا اب
پیر کی حاجت نہیں اور خواجہ کی صحبت اور وہاں کی حاضری چھوڑ دی۔ ایک مدت کے بعد کہیں حضرت خواجہ سے
ملاقات ہوگئی تو خواجہ نے پوچھا کہ اے فرزند کہاں رہتے ہو اور کیا حال ہے۔ اوس نے کیفیت عرض کی تو خواجہ
نے فرمایا کہ اوس وقت ذرا لاحول تو پڑھنا الغرض وہ مرید اپنے وقت پر جب اوس باغ خیالی میں پہونچا تو کہا
لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم تو اون لوگوں نے شور مچایا اور جزع فزع کا عالم ہوگیا اور وہ
ہنگامہ درہم و برہم ہوگیا اور جیسے قیامت میں سب چیزیں ذرہ ذرہ ہوکر اوڑ جائیں گی اور نیست و نابود
ہو جائیں گی ایک طلسم تھا کہ ٹوٹ گیا وہ مرید ترساں و لرزاں آستانۂ پیر پر آکر گرا اور تا مدت عمر خواجہ کی خدمت
و صحبت سے مفارقت نہ کی۔ **نقل** ہے کہ ایک بزرگ ایک تخت پر ایک نور کی صورت کہ جسم نہ تھا اور نور
مشکّل تھا دیکھتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ عرش ہے اور اوس پر خدا جلوہ فرما ہے اور سجدہ کرتے تھے بارہ برس
تک یہی معاملہ رہا۔ ایک بار اون کے گھر میں ایک کوئی دوسرے بزرگ آگئے اور اون سے تذکرہ ہوا گیا تو
انھوں نے فرمایا کہ اوس وقت لاحول پڑھنا۔ الغرض اونھوں نے لاحول پڑھی اور وہ نور تاریکی سے
بدل گیا اور دھواں ہوکر اوڑ گیا تو اونھوں نے توبہ کی اور سر نو سے ایمان لائے کہ لیس کمثلہ شی وھو السمیع
البصیر سبحان ربک رب العزت عما یصفون۔ **نقل** ہے کہ قطب ربانی حضرت

نیز فرمایا کہ جس نے خدا کی معرفت نہیں حاصل کی وہ شاد نہیں رہ سکتا۔ نیز فرمایا کہ جب وقت گذر جاتا ہے تو پھر اس کو حاصل نہیں کیا
جاسکتا۔ وقت سے زیادہ قیمتی شے دوسری نہیں۔ آپ نے فرمایا جوانمردی یہ ہے کہ اپنا بوجھ دوسروں پر نہ ڈالے اور جو کچھ تیرے پاس
ہے خدا کی راہ میں اسے دے ڈالے۔

آپ کی وفات شنبہ کے دن ۲۷ رجب ۲۹۷ھ میں ہوئی۔ تاریخ یافعی میں سن وفات ۲۹۷ھ اور ایک دوسرے
قول میں ۲۹۹ھ بتایا گیا ہے۔ پہلا قول زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔

روایت ہے کہ جب آپ کی وفات کا وقت قریب پہنچا۔ آپ کی زبان پر تسبیح جاری تھی، چار انگلیوں کو باندھے ہوئے
تھے۔ سبابہ کو کھولے ہوئے تھے بسم اللہ پڑھی۔ آنکھیں بند کیں اور داصل بحق ہوگئے۔ آپ کا مزار مقدس بغداد میں ہے

(نفحات الانس قلمی ص ۳۵ سفینۃ الاولیا)

شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمتہ نے ایک نور عظیم الشان دیکھا اور اوس سے آواز آئی کہ یا غوث الاعظم ہم نے تمہارا روزہ اور نماز وغیرہ معاف کیا اور تکلیف شرعی تم سے اوٹھالی اور حلال کیا تم پر اون چیزوں کو جو دوسروں پر حرام ہیں۔ آپ نے سوچا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تو عبادت معاف نہ ہوئی اور حرام حلال نہ ہوا اور آپ کا دین ناسخ الادیان ہے بعد آپ کے دین کا حکم کیونکر منسوخ ہوگا اوس کے بعد فرمایا انک انت الشیطان الرجیم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اتنا کہنا تھا کہ وہ نور اوڑ گیا اور شیطان صورت پکڑ کر ظاہر ہوا اور بولا کہ تم اس وقت اپنے علم کے زور سے بچ گئے۔ اس مقام میں ستر اولیا کو ہم نے گرا دیا ہے اور فرمایا کہ ایک کاتب وحی تھا کہ وحی اوترنے کے وقت اوس پر

لہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ:۔ آپکا اسم گرامی عبدالقادر اور لقب محی الدین ہے۔ آپ نسباً حسنی وحسینی ہیں۔ آپکی ولادت باسعادت جیلان میں ماہ رمضان کی پہلی شب کو ۴۷۰ھ یا ۴۷۱ھ میں ہوئی۔ آپکی والدہ ماجدہ نے فرمایا کہ جب میرا لڑکا عبدالقادر پیدا ہوا رمضان بھر دن میں کبھی دودھ منھ میں نہیں لیا۔ ایک مرتبہ مطلع ابر آلود ہونے کی وجہ سے چاند نظر نہیں آسکا لوگوں نے آکر مجھ سے دریافت کیا، میں نے کہا کہ آج میرے لڑکے عبدالقادر نے دودھ نہیں پیا ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس دن رمضان کی پہلی تاریخ تھی۔ آپ کی عمر اٹھارہ سال کی تھی کہ آپ جیلان سے بغداد تشریف لائے اور ۴۸۸ھ میں بغداد میں تحصیل علم میں مشغول ہوگئے۔ سب سے پہلے قرآن شریف ختم ہوگیا۔ پھر فقہ حدیث اور دوسرے علوم دینیہ سے فراغت حاصل کی اور تھوڑے دنوں میں اپنے ہمعصروں پر سبقت لے گئے۔ اس سے پہلے سفر میں ساٹھ بڑے بڑے ڈاکوؤں نے آپ کے دست مبارک پر توبہ کی اور آپ کے مرید ہوئے تصنیفات میں آپ کی کتاب غنیۃ الطالبین اور فتوح الغیب مشہور کتابیں ہیں۔

آپکی نسبت ارادت روحانی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو حاصل ہے اور آنحضرت کا خرقہ بھی شیخ ابوسعید مخزومیؒ اور شیخ ابوسعید اساسیؒ اور دیگر مشائخ سے آخر میں نسبت خرقہ حضرت معروف کرخی تک پہنچکر حضرت امام رضاؒ کے آبائے کرام کے واسطہ سے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔ آپ کے پیر شیخ حماد دباسؒ ہیں۔ آپ کی اکثر صحبت حضرت خضر علیہ السلام۔ سے رہی ہے۔ مذہب میں آپ احمد حنبل کے پیرو کار تھے اور فتوی امام شافعی اور امام احمد حنبل کے مذہب پر دیا کرتے تھے۔ آپ سے کرامات وخوارق بہت زیادہ صادر ہوئے۔ تبلیغ اسلام اور رشد وہدایت آپ نے کثرت سے کی ہے۔ آپ کے زریں اقوال آج بھی نجات کا کام دیتے ہیں۔

آپ کی وفات شریف شنبہ کو بعد نماز عشاء ۸ یا ۹ ربیع الآخر ۵۶۱ھ کو واقع ہوئی۔ ایک روایت میں تاریخ ۱۱ ربیع الآخر تھی اور بعض میں ۱۳ اور بعض روایت میں ۱۷، لیکن راجح قول ۹ ربیع الآخر ہے ہندوستان میں آپ کا عرس شریف ۱۱ ربیع الآخر اور بغداد شریف میں ۱۷ کو ہوتا آپ کا مزار مبارک مدرسہ باب الازج میں جو شہر بغداد میں ہے۔

(نفحات انس صـ۲۲۳ سفینۃ الاولیا صـ۳۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس اور وحی کا پرتو پڑتا تھا معانی و اسرار اوس پر منکشف ہوتے تھے چنانچہ دو ایک بار یہ اتفاق ہوا کہ اوس وقت کچھ معانی اوس کے دل میں گذرے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آیت پڑھی تو وہی معانی تھے اوس نے گمان کیا کہ مجھ پر وحی آتی ہے کہ جو آپ فرماتے ہیں وہ معنی میرے دل میں ہیں اور یہ گمراہ اور مرتد ہو گیا من یھد ی اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ

شعر آنرا کہ تو رہ دہی کسے گم نکند وانرا کہ تو گم کنی کسے رہبر نیست

اور فرمایا فنا کے بیان میں اقوال مختلف ہیں لیکن محققان اہل حقیقت اور پیشوایان طریقت جیسے حضرت غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی اور امام محمد غزالی و مخدوم جہاں قدس اللہ اسرارہم اس قول پر ہیں بندہ کا ارادہ اور اختیار باقی نہ رہے یعنی آرزو اور تمنا نہ ہو یہ فنا ہے اور تمنا اور مراد خدائے تعالیٰ کی طرف سے پیدا ہو یہ بقا ہے اور حظوظ فانی ہوں گے اور حقوق باقی رہیں گے اور فرمایا پانچ الفاظ ہیں الی اللہ و علی اللہ و للہ و من اللہ و باللہ یعنی ہر امر میں رجوع اور توجہ الی اللہ تعالیٰ کی طرف ہو اور علی اللہ یعنی ہر امر میں اعتماد اور توکل اللہ تعالیٰ پر ہو اور و اللہ یعنی ہر امر میں مقصود اللہ تعالیٰ ہو باعتبار نیت اور ارادہ کے۔

بیت گر روم در کعبہ معبودم توئی ور شوم در دیر مقصودم توئی

بیت نیست در بتخانہ بودن ننگ تو بت شکستن چوں بود آہنگ تو

شعر دیر میں بھیس برہمن کا بنا کر آیا بت کو توڑونگا اگر مل گئی خدمت مجھ کو

اور من اللہ یعنی ہر امر کو اللہ کی طرف سے دیکھے یہاں تک کہ اس مشاہدہ میں اپنے کو اور اپنے حرکات و سکنات کو گم کرے یہ فنا ہے اور باللہ یعنی ہر امر میں قائم بحق ہو یہ بقا ہے اور جس شخص میں یہ صفت ہو وہ باقی باللہ ہے۔ **قطعہ**

چالاک شدند بس بیک گام از خوئے حدوث باز رستند
فانی زخود و بدوست باقی ایں طرفہ کہ نیستند و ہستند

مولائے روم علیہ الرحمۃ اپنی مثنوی میں فرماتے ہیں **حکایت** امیر المومنین عمر خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک مطرب چنگ نواز تھا کہ جب بوڑھا ہو گیا اور کمانے کے قابل نہ رہا شکستہ دل ہو کر

مناجات کی کہ خداوندا میں نے ستر برس عمر عزیز کو گناہوں میں برباد کیا اور تو نے روزی بندہ کی اب کہ بوڑھا اور نکما ہوں اور کسب کے قابل نہیں تیرے در کے سوا پناہ نہیں۔ تیرا مہمان ہوں اب تیرے واسطے چنگ بجاؤں پھر گورستان میں گیا اور بہت دیر تک گاتا اور چنگ بجاتا رہا اور روتا رہا یہاں تک کہ اوس کو نیند آگئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اوس وقت بیٹھے ہوئے تھے۔ ناگاہ خلاف وقت آپ کو نیند کا بہت غلبہ ہوا۔ ہر چند نیند کو ٹالتے ہیں ٹلتی نہیں سمجھا کہ اس میں کچھ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت ہے لیٹ گئے اور نیند آگئی مثنوی

آں زماں حق بر عمر خوابے گماشت تا کہ خویش از خواب نتوانست داشت

در عجب افتاد کیں معہود نیست ایں زغیب افتاد بے مقصود نیست

سر نہاد و خواب بردش خواب دید کامدش از حق ندا جانش شنید

حق تعالیٰ نے خواب میں فرمایا کہ اے عمر میرا ایک بندۂ خاص محتاج و دردمند گورستان میں پڑا ہوا ہے بیت المال سے سات سو دینار اوس کو جا کر دے آؤ آپ جاگے اور وہاں گئے اور کیفیت خواب بیان کی۔ ندامت اور حیا سے اوس پر عجب حالت طاری ہوئی روتا تھا اور اپنے گناہوں اور نافرمانیوں کو اور اوس پر خداوند تعالیٰ کے احسانوں اور مہربانیوں کو یاد کر کر شرم سے پانی ہوا جاتا تھا۔ امیر المومنین نے مقام اعتذار و استغفار سے ترقی کروائی اور اوس کو مقام محویت و استغراق میں لے گئے خلاصہ مدعا یہ ہے کہ امیر المومنین کا غلبۂ خواب سے بے اختیار ہو جانا دلیل اس بات کی ہے کہ آپ مرتبۂ فنا فی اللہ سے مقام بقا باللہ میں متمکن تھے اذا تم الفقر فھو اللہ اس میں لفظ متصرفہ محذوف ہے تقدیر عبارت یوں ہے کہ اذا تم الفقر فمتصرفہ ھو اللہ یعنی جب تمام ہوا فقر پس تصرف کرنے والا اوس کا وہی اللہ ہے

بیت در باختم اختیار خود را بر من ہمہ اختیار داری

اور فرمایا عامی کو تقلید واجب ہے اوس کی مثال اندھے کی سی ہے کہ کوئی راہبر بینا اوس کا ہاتھ پکڑ کر لے چلے۔ بیت

کور ہرگز کے تواند رفت راست بے عصا کش کور را رفتن خطا است

اور محقق مقلد نہ ہوگا کہ وہ اہل تحقیق وصاحب نظر ہے اور راہ بین ہے۔ محقق اور مجتہد بہت ہوئے ہیں لیکن ائمہ اربعہ کے بعد اکثر مجتہد فی نفسہ رہے ہیں یعنی اپنا عمل اون کا موافق اپنی تحقیق اور اپنی نظر کے رہا ہے اور دوسرے کے باب میں اجتہاد ائمہ اربعہ پر کفایت کی ہے اس خوف سے کہ کل اناس ندعوا باما مھم یہ دوسرے کا بار اوٹھانا ہے۔ ابیات

پہلے اپنے کو راہ پر کر راست ہو نہ غیروں کا حامل اوزار

رہ شناسی ہے شرط راہبری دور رکھ سر سے دعویٰ دیندار

درد مندوں کو فکر غیر نہیں اپنے غم میں ہے جس کا دل ہی فگار

اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم اہل تصوف فرماتے ہیں کہ احکام واعمال ظاہر میں ہم کو ظاہر شرع پر عمل کافی ہے کہ احکام دین منضبط اور اوس کے مسائل مستنبط ہو چکے ہیں اس میں زیادہ مشغول ہونے کی حاجت نہیں مشغولی ذکر و فکر و مراقبہ و محاسبہ وغیرہ امور باطن میں چاہئے اور جب طلب حق پیدا ہوئی جس کو طریقت کہتے ہیں سلوک شروع ہوا اور اپنے باطن میں سفر ہوا اپنی صفتیں ظاہر ہوں گی اور بتخانہ نفس نظر آئیگا۔ یہاں تبدیل اوصاف اور گردش احوال ہوگی۔ سکر و مستی و سرگشتگی و اضطرار اور حال کا غلبہ ہوگا یہ دیوانگی کا عالم ہے یہاں کا حال اور مقال یہ ہے۔ شعر

شوق میں اک بت طناز کے ہوں سرگشتہ کبھی جاتا ہوں حرم میں کبھی بتخانہ میں

یہاں پیر راہ رفتہ کا کام ہے کہ اوس کو سنبھالے اور غلبہ حال سے نکالے اور مرید کو یہ چاہئے کہ جو کچھ پیر فرمائے بے انکار واعتراض اوس پر عمل کرے۔ شعر

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید کہ سالک بیخبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

شعر خودی آزار مہلک تھی کہاں پی کہ دارو ہے عمل پیر مغاں کا ہے شریعت پر حقیقت میں

اور پیران طریقت جو مرشد حقیقی ہو گذرے ہیں اور امراض قلب کے طبیب تھے بنور کشف تشخیص عارضہ کے موافق مرض مریدوں کے پرہیز اور دوائے مختلف فرماتے تھے صحت قلب کیلئے امراض ہوا اور عوارض صفات نفس سے جیساکہ حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ نے ایک زاہد کو فرمایا کہ ایک توبڑا میں جو زبھرلے اور لڑکوں سے کہے کہ جو مجھے جتنی

دھولیں لگائیگا وتنی ہی جوز پائیگا یہ کسر جاہ اور شکست نفس کے لئے تھا۔ بیت

بت است نفس و قبول خلق زنار   مسلمان شود لا زنار بگسل

اور کوئی خواہش نفس پر غالب آیا ہے تو اوس کا حکم اور اصلاح اور ہے جیسا کہ حضرت مخدوم جہاں نے مولانا کو نکاح کرنے اور جاریہ رکھنے کی اجازت دی تھی اور فرمایا تھا کہ تمہارے لڑکا نہ ہوگا یہ علاج تھا غلبہ سکر اور ولولہ اور جوش باطن کا اور فرمایا تھا کہ اگر میں نہ ہوتا تم منصور کے مانند ہو جاتے اور فرمایا اتنا کھانا فرض ہے کہ نماز فرض کھڑا ہو کر پڑھے جن کو قوت روحی حاصل ہے اون کی بات اور ہے اور فرمایا یہی شہوت ہے کہ جب اوس کو ضبط کیا اور اوس کا تزکیہ ہو گیا اشتیاق سے اسی طرح ہر صفت ذمیمہ کو تزکیہ ہونا چاہیئے۔ مخدوم شیخ سعدی[1] علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

چوں شہوت از خیال دماغت بدر رود   شاہد بود ہر انچہ نظر بدوے افگنی

زنہار گفتمت قدم معصیت مرو   کاندم نزیبدت کہ دم از معرفت زنی

اور فرمایا حضرت مخدوم جہاں فرماتے ہیں کہ بعض لوگ خود کامل ہیں مگر اون کا یقین کامل نہیں ہے کہ تکلیف اور

---

[1] شیخ مشرف الدین مصلح بن عبد اللہ المعروف بشیخ سعدی شیرازی۔ آپکی ولادت باسعادت ۵۸۵ھ یا ۶۰۶ھ میں ہوئی آپ شیخ ابو عبد اللہ خفیف قدس اللہ سرہ کے مزار شریف کے مجاوروں میں تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم شیراز میں حاصل کی اس کے بعد بغداد روانہ ہوگئے اور یہاں کے مشہور مدرسہ نظامیہ میں تعلیم حاصل کی۔ آپ نے بہت سفر کیا اور تیس سے چالیس سال تک اپنی زندگی کا حصہ سفر میں گذار دیا۔ بغداد، شام، مکہ شریف سے لیکر شمالی افریقہ تک گھومتے رہے۔ مختلف شہروں اور گوناگوں ملتوں کو دیکھا مختلف مذاہب اور فرقوں سے آشنا ہوئے اور مختلف طبقات انسانی سے اختلاط پیدا کیا۔ کئی بار پیادہ پا حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے اور بہت سے مشائخ کبار سے فیض حاصل کیا۔ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ کی صحبت میں رہے اور آپ سے شرف بیعت حاصل کیا۔ اسی لئے اپنے اشعار میں حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ سے عقیدت کا کثرت سے اظہار کیا ہے۔ فن تصوف سے آپ کا خاص لگاؤ رہا ہے اسی لئے اپنی شاعری اور نثر نگاری کو تصوف و اخلاق کی ترویج و اشاعت کا ذریعہ بنایا۔ سعدی فارسی شاعری اور نثر نگاری میں اپنا ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ آپ نے ۶۵۵ھ میں بوستاں کی تصنیف کی جو زبان و بیان کے لحاظ سے مقبول و مشہور کتاب ہے اور دس ابواب پر مشتمل ہے۔ ۶۵۶ھ میں فارسی نثر کی مایہ ناز کتاب گلستاں تصنیف کی۔ سعدی نہ صرف ایران بلکہ تمام اسلامی ممالک میں اور تمام عالم علم و ادب میں اپنے زمانے سے لیکر آجتک گنتی کے چند بڑے بڑے نامور شعرا میں شمار ہوتے آئے ہیں۔ ہر جگہ ان کے اشعار و افکار عقیدت کی آنکھوں سے لگائے گئے ہیں یہاں تک کہ گلستاں سلاطین ہند اور سلاطین عثمانی کے درس میں رہی ہے اور ابھی تک درس میں ہے۔ ان کے تصانیف کا ترجمہ دنیا کی تقریباً تمام اہم زبانوں میں ہو چکا ہے۔

حضرت سعدیؒ کی وفات ۶۹۱ یا ۶۹۴ھ کے درمیان شیراز میں ہوئی اور اسی شہر میں آپ کا مزار مبارک ہے جو مرجع خلائق ہے۔ (نفحات الانس قلمی صـ ۲۶۳ تاریخ ادبیات ایران مصنفہ رضا زادہ شفق)

مصیبت کے وقت تشویش میں پڑتے ہیں اور اون کے حضور میں فتور پڑتا ہے۔ چاہیئے کہ ہر صفت حمیدہ کی تکمیل ہو اور فرمایا کہ صبر و قناعت و تسلیم و رضا وغیرہ کہ صفات دل سے ہیں چاہیئے کہ صفات نفس سے مجرد ہوں کہ جب تک نفس سے ان کا تعلق ہے عین ذمیمہ ہیں کہ سلوک سے باز رکھتے ہیں اور احتمال ہے کہ بندہ ادنیٰ مقامات اور احوال پر صابر اور قانع اور راضی ہو جائے ومن رضی بمقامہ حجب عن امامہ یعنی جو راضی ہو گیا اپنے مقام پر محجوب ہو گیا اوس مقام کے آگے سے صبر و تسلیم و رضا کا مصرف بلا و تکلیف میں ہے اور قناعت کا مصرف اوس تھوڑی سی روزی پر جو خدا بھیجے طالب حق کو چاہیئے کہ اپنے سے کبھی کسی امر میں راضی نہ ہو اور اپنی کسی بات کو تسلیم نہ کرے اور نہ مانے اپنے سے بیزار رہے یہاں طلب اور بیقراری کا کام ہے اور درد و سوز چاہیئے۔

ابیات

صبر بہر زاہداں باشد ہنر ۔۔۔ عاشقاں را نیست زاں عیبے تبر

زانکہ صبر از غیر باید نے ز دوست ۔۔۔ نیست عاشق ہر کہ او صابر از وست

اور فرمایا کہ طالبان حق تین قسم پر ہیں ایک اخیار یہ لوگ صالحین ہیں کہ طاعت و عبادت بجالاتے ہیں لیکن حضور سے دور ہیں اور لذت مباحات سے فارغ نہیں۔ دوسرے ابرار کہ تزکیہ نفس اور تبدیل اخلاق اور لذت طاعت و عبادت میں مشغول ہیں اور اون چیزوں کے حاصل کرنے میں ہیں جو عمارت باطن سے تعلق رکھتے ہیں تیسرے شطار یہ لوگ سالک مجذوب ہیں اس مشرب میں تشنگی ہے اور ذوق و شوق و وجد و حزن و سوز و درد و عشق و محبت و برخواست و در باخت و شکستگی و خاموشی و فراموشی۔ شعر

عاشق ہم از اسلام خراب است و ہم از کفر ۔۔۔ پروانہ چراغ حرم و دیر نداند

اور فرمایا بزرگوں نے کہا ہے کہ الدنیا کنیف آدم یعنی دنیا آدم کا پاخانہ ہے۔ حضرت مخدوم جہاں فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے جب گندم کے دانے کھائے پاخانہ کی حاجت ہوئی دنیا میں آئے اور پاخانہ میں کوئی نہیں جاتا مگر بضرورت اور بجبر و اکراہ نہ بخوشی و رغبت۔ بیت

کار دنیا کا ہے اسی پہ قیاس ۔۔۔ اس طرح کہہ گئے ہیں راہ شناس

اور فرمایا ایک شخص ہے کہ دنیا سے صحبت رکھتا ہے ناجائز اور حرام طور پر اوس کی مثال یہ ہے کہ کوئی کسی قحبہ کے ساتھ زنا کرتا ہے اور رنڈی رکھی ہے اور ایک شخص ہے کہ دنیا کے ساتھ صحبت رکھتا ہے جائز اور حلال طور پر

اوس کی مثال یہ ہے کہ کسی نے ایک عورت سے نکاح کیا اور بی بی بنا کر رکھا ہے حظ نفس میں دونوں برابر ہیں چاہئے کہ دنیا جاریہ اور لونڈی کی طرح پردہ ہے کہ اوس کے ساتھ بیتوتت اور خانہ داری نہ ہو اور کاملان امت کہ سادات طریقت ہیں اپنے حظ و نصیب سے مجرد اور مفرد ہیں اون کا مقصود دنیا سے ادائے حقوق شرعی کے سوا دوسرا نہیں اور یہ اگرچہ صورت میں دنیا ہے مگر اصل میں دنیا نہیں۔ بیت

چوں چنیں کردی ترا دنیا نکوست — پس برائے دین تو دنیا دار دوست

اون کی نیت تعظیم شریعت اور اتباعِ سنت ہے اور فرمایا کہ دنیا میں مجردانہ اور آزادانہ رہنا چاہئے کہ جب کچھ ضرورت پیش آئی کام کیا اور فوراً متنفر اور مستغفر ہو کر الگ ہو گئے اور اوس کی مثال فرمائی کہ نیچے لنگوٹ کسا ہو اور اوس پر جانگیا چڑھی ہو اور اوس پر ازار ہو جب ضرورت ہوئی کام کیا اور جدا ہو گئے اور فوراً نہا دھو کر پھر لنگوٹ اور جانگھیا اور ازار کو مستحکم باندھ لیا۔ مثنوی

باخلق دلے ز راہ صورت — باخویش ولیکن از ضرورت

باحق جمع وز خود پریشاں — لایعرفهم شعار ایشاں

خواجہ بایزید بسطامیؒ اور ابو حفص[1] حدادؒ اور ابو العباس[2] سیاریؒ اور

---

[1] حضرت ابو حفص حدادؒ:۔ آپکا نام عمرو بن سلمی ہے۔ نیشاپور کے رہنے والے ہیں۔ یگانۂ روزگار تھے۔ شیخ ابو عثمان حیریؒ کے پیر ہیں اور شاہ شجاع کرمانیؒ آپ سے نسبت رکھتے ہیں۔ حضرت ابو حفصؒ حضرت احمد خضرویہؒ اور حضرت بایزید بسطامیؒ کے دوست ہیں۔ عبداللہ مہدی باوردی کے شاگرد ہیں۔ آپ کو حضرت جنید بغدادیؒ سے حج سے واپسی کے بعد بغداد میں ملاقات ہوئی۔ نقل ہے کہ کسی نے آپ سے نصیحت کرنے کی درخواست کی۔ فرمایا۔ اے بھائی! ایک دروازہ کو مضبوطی سے پکڑو تاکہ تمام دروازے تجھ پر کھل جائیں اور ایک آقا کے ہو کر رہو تاکہ تمام آقا تیرے آگے گردن جھکائیں۔ آپ نے فرمایا کسی محتاج پر کرم و بخشش کرنا چاہئے۔ نقل ہے کہ حضرت شبلیؒ نے آپ کو چار ماہ اپنا مہمان رکھا اور ہر مرتبہ کھانے میں ایک نیا کھانا اور نئے قسم کا حلوہ دسترخوان پر رکھا جاتا۔ جب آپ واپس ہونے لگے تو آپ نے فرمایا کہ شبلی اگر آپ نیشاپور آئیں تو میزبانی اور سخاوت کا سبق اور ادب آپ سے سیکھوں شبلیؒ نے پوچھا اے ابو حفص! میں نے آپ کے ساتھ کونسی ایسی مہربانی کی ہے۔ فرمایا آپ نے تکلف فرمایا اور متکلف جوانمرد نہیں ہوتا۔ مہمان کو اس طرح رکھنا چاہئے کہ اپنے کو مہمان کے آنے سے گرانی اور بار نہ ہو اور جانے سے خوشی نہ ہو۔ نہ کہ اس طرح تکلف کیا جائے جس کی وجہ سے مہمان کی آمد تجھ پر گراں ہو اور جانے سے قلب کو سکون و راحت معلوم ہو۔ جس کسی کا مہمان کے ساتھ یہ معاملہ ہو گا وہ جوانمرد نہیں ہو گا۔ آپ کی وفات ۲۶۴ھ یا ۲۶۵ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار مبارک نیشاپور میں ہے اور مرجع خلائق ہے (نفحات الانس ص۲۶ سفینۃ الاولیاء ص)

[2] ابو العباس سیاریؒ:۔ آپ کا نام قاسم بن مہدی ہے۔ احمد بن سیاریہؒ کے بھانجے ہیں۔ مرو کے باشندے ہیں اور آپ حضرت ابو بکر واسطیؒ کے مرید ہیں۔ حدیث و فقہ میں متبحر تھے۔ باپ سے ترکہ میں بہت کچھ ملا تھا ان سب کو خدا کی راہ میں لٹا دیا۔ حضرت پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ و سلم کے موئے مبارک کے دو تار خریدے تھے جس کی برکت سے وہ تائب ہوئے اور حضرت ابو بکر واسطی کی خدمت میں آئے مرید ہو گئے

امام شبلیؒ اور سہیل ابن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہم ہر وقت عالم استغراق میں رہتے تھے جب نماز کا وقت آیا افاقہ ہوا احکام ادا کئے اور پھر مستغرق ہو گئے۔ بیت

در محیطے فگندہ ام زورق کہ دو عالم در دست مستغرق

اور مقام عالی پر فائز ہوئے۔ امام صفی آپکو سیارہ کہتے ہیں۔ طریقہ سیارہ آپکی طرف منسوب ہے۔ اس طریق کی بنیاد جمع و تفریق پر ہے۔ علوم ظاہر و باطن کے جید عالم تھے۔ آپکی وفات ۳۴۲ھ میں ہوئی۔ آپ نے وصیت کی تھی کہ اس موئے مبارک کو ان کے منہ میں رکھ کر دفن کیا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپکی قبر مرو میں ہے اور لوگ حاجت روائی کیلئے آپکے مزار مبارک پر حاضر ہوتے ہیں اور کامیاب ہوتے ہیں۔ (نفحات الانس قلمی ص۶۵ سفینۃ الاولیاء ص)

۱؎ حضرت امام شبلیؒ کا نام جعفر بن یونس اور بعضوں نے دلف بن محمد لکھا ہے۔ آپکی کنیت ابوبکر ہے۔ ایک قول کی بنا پر آپکا خاندان خراساں کے موضع شبیلیہ میں بود و باش رکھتا تھا۔ طبقات سلمی میں ہے کہ "خراسانی الاصل اور بغدادی المولد و منشاء میں" یعنی آپ اصل کے اعتبار سے خراسانی ہیں اور جائے ولادت بغداد شریف ہے۔ ایک روایت کی رو سے آپکی جائے ولادت سامرہ ہے اور آپکی اصل سروشنبہ ہے جو فرغانہ کے مضافات سے ہے۔ شیخ الاسلام نے کہا کہ آپ مصری ہیں۔ بغداد آئے اور خیر نساجؒ کے مجلس میں تائب ہوئے آپ کے والد خلیفہ کے حاجب تھے۔ موطا امام مالک آپ نے حفظ کر لیا تھا اور مذہب مالکی کے پیرو تھے۔ آپ حضرت جنید بغدادیؒ کے مرید تھے اور آپکو حضرت جنید بغدادیؒ کی بارگاہ سے خرقہ بھی ملا تھا۔ چنانچہ شیخ جنیدؒ فرماتے تھے کہ ہر قوم میں ایک تاج (سردار) ہوتا ہے اور اوس قوم کا تاج شبلی ہیں۔ روایت ہے کہ کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ اکرم الاکرمین کون ہے اور کب ہوتا ہے۔ فرمایا جب کسی گناہ کو معاف کر دے، تو پھر اوس گناہ پر اوس کو سزا نہ دے اور یہ کہنا بھی گناہ ہے کہ میں نے فلاں دوست کو بخش دیا۔ آپکی وفات جمعہ کی شب ۲۷ ذی الحجہ ۳۳۴ھ میں ہوئی۔ آپکی عمر ۸۰ سال کی تھی۔ مزار مبارک بغداد میں ہے اوس کے لوح پر لکھا ہوا ہے "جعفر بن یونس" (نفحات الانس قلمی ص سفینۃ الاولیاء ص)

۲؎ سہیل ابن عبداللہ تستریؒ:۔ آپکی کنیت ابو محمد ہے۔ محمد بن سوار جو حضرت جنید بغدادیؒ کے رشتہ دار تھے آپ کے ماموں تھے اور آپ ان کی صحبت میں بھی رہے ہیں۔ عراق کے علمائے کبار اور اوتاد میں تھے۔ حقیقت اور شریعت کے جامع تھے۔ سلسلہ سہیلیہ آپکی طرف منسوب ہے اس سلسلہ (طریقہ) کی بنا ر اجتہاد اور مجاہدہ نفس پر ہے۔ صاحب کشف المحجوب نے لکھا ہے کہ حضرت سہیل ابن عبداللہ تستری جس دن پیدا ہوئے روزہ سے تھے اور جس دن دنیا سے رخصت ہوئے روزہ سے تھے۔ آپ حضرت ذوالنون مصریؒ کے مرید ہیں۔

آپ سے پوچھا گیا کہ بدبختی کی علامت کیا ہے فرمایا کہ تجھے علم کی دولت ملے لیکن عمل کی توفیق نہ ہو، اور اخلاص عمل نہ ہو تو جو کچھ عمل کرے ضایع ہو۔ نیکوں کی صحبت اور ملاقات نصیب ہو لیکن ان کی باتوں کے قبول کرنے کی توفیق نہ ہو۔ آپ نے فرمایا کہ رات دن میں ایک مرتبہ کھانا صدیقوں کی عادت اور طریق ہے پھر فرمایا جو بھوکا رہے شیطان اس کے قریب نہیں بھٹکتا۔ آپ نے فرمایا کہ تمام بیماریوں کی جڑ زیادہ کھانا ہے۔ پھر فرمایا جس وجد و حال پر کتاب و سنت گواہ نہ ہوں وہ باطل ہے۔ پھر فرمایا جہالت سے بڑھ کر کوئی معصیت زیادہ بڑی نہیں ہے اور سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ اپنی بری عادتوں کو اچھی عادتوں سے تبدیل کر دو۔ خدا کی غفلت سے بڑھ کر کوئی معصیت نہیں۔ فرمایا کہ رات دن اور ہر آن تیرے اوپر خدا کی عطا اور بخشش ہوتی ہیں اور سب سے

اب اصل مطلب پر آتا ہوں کہ بیان مناقب حضرت شیخ ہے بزرگوں کے معانی اور امور قلبی کو مرید اور بندی کب سمجھ سکتے ہیں لیکن افعال اور آثار ظاہر سے صفات اور معانی باطن پر استدلال کرتے ہیں۔

مثنوی

شرم دارم از زبان خود بسے — از دل من وصف او پر سد کسے

بود خوش وقتے و خوشتر ساعتے — کاندرو بودم مقیم جنتے

جمع در کوئے وے از آوارگی — عالمش را بودہ ام نظارگی

تا نظر از جلوہ اش افروختم — دیدہ از خوبان عالم دوختم

خضر راہ حق خجستہ رہبرے — در نمی آید بچشم دیگرے

زندگی و مرگ و بعث و نشر من — در پناہش باد و بادے حشر من

ف اور حضرت شاہ عظیم الدین حسین شطاری فردوسی علیہ الرحمۃ کہ حضرت مخدوم شاہ قاضن شطاری علیہ الرحمۃ کی اولاد امجاد سے تھے آپ کو بیعت وارشاد وخلافت حضرت شاہ محمد اعظم علی عرف شاہ بیکن فردوسی علیہ الرحمۃ سے اور خلافت اپنے ماموں حضرت شاہ قطب الدین احمد فردوسیؒ سے بھی ہے اون کے مزاج میں جوش تھا اور اکثر اون پر حالت سکریہ اور کیفیت جذبیہ غالب ہو جاتی تھی اور اون کو حرارت بھی رہتی تھی اور اکثر تبرید وغیرہ کے محتاج ہوتے تھے اور بیشتر باتوں میں غیظ بھی آجاتا تھا چنانچہ عظیم آباد میں ایک شخص پچھم کے آئے ہوئے تھے اون کو اپنی شرافت کا دعویٰ اور نسب پر فخر بہت تھا کہتے تھے کہ یہاں کوئی شریف نہیں سب کم ذات ہیں کہیں حضرت شطار پاک ممدوح کا بھی قدم آیا ہوا تھا اون سے بھی تعلی کی تھی آپ نے فرمایا لا افتخار بالنسب ۔ **شعر**

بڑی عطا یہ ہے کہ خدا تجھ کو اپنے ذکر کی توفیق بخشے۔ فرمایا۔ خدا سے بڑھ کر کوئی مددگار نہیں اور کوئی دلیل رسول خدا سے بہتر نہیں ہے اور تقویٰ و پرہیزگاری سے بڑھ کر کوئی توشہ نہیں ہے اور صبر سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں۔ فرمایا۔ خدا نے مخلوق کو پیدا فرمایا اور فرمایا کہ مجھ سے اپنا راز کہو اگر اپنا راز مجھ سے نہیں کہوگے تو میرے ہی ہوگے اور اگر یہ نہیں کروگے تو اپنی ضرورتوں کو مجھ سے طلب کرو۔
آپکی وفات محرم کے مہینہ میں ۲۸۳ھ میں ہوئی اور ان کی عمر اسی سال کی ہوئی۔ نقل ہے کہ جب آپ کا جنازہ اٹھایا جا رہا تھا کافی اجتماع تھا۔ ستر سال کا پرانا کافر دمنکر یہ خبر سنتے ہی اپنے گھر سے نکل آیا اور جنازہ میں شریک ہوا اور کہتا تھا کہ جنازہ میں جو مجھے نظر آتا ہے وہ تم نہیں دیکھ سکتے۔ کسی نے پوچھا کیا دیکھتے ہو کہا آسمان سے فرشتے اتر رہے ہیں اور جنازہ کو لپٹ رہے ہیں۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ کافر مسلمان ہو گیا۔ (نفحات الانس قلمی صفحہ ۳ سفینۃ الاولیاء ص)

آنانکہ فخر برآب واجداد می کنند چوں سگ باستخواں دل خود شاد می کنند

بحث ہو رہی تھی کہ ایک نٹ آیا اور ایک سانپ تماشا دکھلانے کو اپنی پٹاری سے نکالا عجب تماشہ ہوا آپ نے
فرمایا دیکھو ہماری شرافت کی نشانی اور عالی نسبی کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ بزرگوں کی دعا سے یہ سانپ میرے
آگے کیچوا ہے اور اوس سانپ کو ہاتھ سے پکڑ کر ہار کی طرح اپنے گلے میں پہن لیا اب تو وہ ہار مان گئے اور وہ
سانپ آگے کی طرف کپھے بلند کئے ہوئے جوش کر رہا ہے پھر فرمایا ذرا اس کو تھامئے اون کو جان چھوڑانی
مشکل ہوئی بیچارے خدا کا واسطہ دیتے ہوئے بھاگے اور ایک شخص کہ آپ کے مستر شدوں
سے تھا اوس کو بدن پر پتیاں نمودار ہوئیں۔ آپ نے آزمائش کے لئے کشش کی تو آپ کے
جسم مبارک پر پتیاں نمودار ہوگئیں اور وہ اچھا ہو گیا پھر آپ نے اپنے جسم سے اوس کا ازالہ کیا
اور یہ طریق جذب تھی اگر آپ سلب کرتے تو اپنے پر اثر نہ ہوتا۔ آپ لوگوں کو اس قسم کی چیزوں سے
منع فرماتے تھے کہ ان شعبدوں سے کہ ایک قسم کا سحر ہے عجب اور غرور و نمائش اور فائدہ دنیادی
کے سوا دین کا کوئی نفع نہین اور اس سے معدہ خراب ہوتا ہے اور اگر خیال پراگندہ ہوا اور ہمت بستہ
نہ ہوئی اور پھینکنے اور دفع کرنے میں کچھ کوتاہی ہوگئی تو اوس کا اثر اور ضرر اپنے پر ہے اور آپ اکثر جلسہ
خاص میں تصوف کے نکات اور توحید کے دقائق اور معارف و حقائق بیان فرماتے تھے۔ ان
دونوں بزرگوں کے اقوال موافق ہیں کہ ایک پیر کے تربیت یافتہ ہیں اور مذہب اور روش ایک ہے
لیکن اطوار و اخلاق میں فرق تھا اور آپ لوگ نماز عشا کے بعد اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوتے
تھے اور حضرت شاہ عظیم الدین حسین علیہ الرحمتہ اوس وقت گلشن راز اور منطق الطیر وغیرہ
اس قسم کی کتابیں پڑھتے تھے اور سبق تخلیہ میں ہوتا تھا کبھی کبھی نفیر راقم بھی حاضر رہتا تھا اور کمسن تھا
آپ بزرگوں کی کتابیں بہت دیکھتے تھے اور تحقیق بہت رکھتے تھے اور اپنے کام میں محنت بہت کرتے
تھے اور آپ کو میں نے دیکھا کہ بخار ہے اور چہرہ سرخ ہو رہا ہے اور بے خوابی کا بھی حرج ہے مگر
معمولات ناغہ نہیں ہوتے تھے آپ نے فرمایا کہ سالک جب درجۂ اخیار اور ابرار سے ترقی کرے گا اور
مرتبہ شطار میں پہونچے گا اور یہ عشق کا مرتبہ ہے تو وصول الی اللہ اس مرتبہ میں آکر ہوگا اور فرمایا کہ

عروج آسان ہے کہ سالک حالت شوق اور نشاط طلب میں پہاڑ پر چڑھ گیا مشکل نزول میں ہے کہ وہاں جاکر ہوش ہوا تو تعجب کرتا ہے کہ میں کیونکر چڑھ آیا تھا نیچے دیکھتا ہے تو عقبات نظر آتے ہیں۔ اب ڈرتا ہے کہ گر نہ پڑوں اور ہلاک نہ ہو جاؤں اب پیر کا کام ہے کہ اوس کو اوتارے اور صاحب مشرب بنا دے اوس کے دل سے لگی ہوئی ہے کہ رب انزلنی منزلاً مبارکا وانت خیر المنزلین اور فرمایا کہ حضرت خواجہ عبد اللہ[۱] شطار علیہ الرحمتہ نے

---

[۱] حضرت خواجہ عبد اللہ شطارؒ: آپ کا نام عبد اللہ اور لقب حضرت اعلیٰ ہے۔ آپ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ کی اولاد میں ہیں سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ عبد اللہ ابن حسام الدین ابن رشید الدین ابن ضیار الدین بن نجم الدین بن جمال الدین بن شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ۔ آپ کا وطن مالوف بخارا تھا۔ اسی مناسبت سے معدن الاسرار میں شیخ عبد اللہ حسام النوری البخاری السہروردی الصدیقی لکھا ہے۔ آپ شیخ محمد عارفؒ کے خلیفہ ہیں جن کو شیخ محمد عاشق سے خلافت تھی ان کو اپنے والد شیخ خدا قلی ماور النہری سے ان کو شیخ ابو الحسن عشقی سے ان کو ابو المظفر ترک سے ان کو شیخ ابو یزید اعرابی سے ان کو شیخ محمد مغربی سے ان کو سلطان العارفین شیخ ابو یزید بسطامیؒ سے اجازت و خلافت تھی۔ اسی سبب سے اس سلسلہ کو ایران اور توران میں عشقیہ اور دار الملک روم میں بسطامیہ کہتے ہیں۔ آپ نے رسالہ لطائف غیبیہ لکھا ہے جس کو سلطان غیاث الدین خلجی مالوہ کے نام منسوب کیا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ نفی و اثبات کے ذکر کی تلقین بہت سے ہادی اور مقبول اصحاب سے مجھ کو پہنچی ہے۔ میں جن ایام میں بخارا میں تھا اس وقت میں نے سنا تھا کہ شیخ مظفر کتانی خلوتی جو نیشا پور میں ہیں صوفی کو تین دن کی خلوت میں خدا تک پہنچا دیتے ہیں فوراً میں شیخ مظفر کی خدمت میں دوڑا گیا اور جس قدر کانوں سے سنا تھا اس سے ہزار گنا زیادہ آنکھوں سے دیکھا۔ ایک عرصہ تک شیخ مظفر کی ملازمت کر کے نفی اثبات کا ذکر اور اسی کا تصور یاد کر لیا۔ یہ طریقہ شیخ مظفر کو شیخ ابراہیم عشق آبادیؒ سے ان کو سید نظام حسین سے ان کو شیخ محمد خلوتیؒ سے اور ان کو شیخ نجم الدین کبریٰؒ سے حاصل ہوا تھا۔ اسی سلسلہ میں خراسان اور عراق کی سیاحی کرتا ہوا آذربائیجان پہنچا۔ یہاں سید علی موحد کی ملازمت حاصل کی سید علی موحد کو شریعت، طریقت اور حقیقت میں زیور کمالات سے آراستہ پایا اور ان کی صحبت سے مجھ کو فائدہ پہنچا۔ سید علی موحد کو شیخ زین الدین خوانی سے اجازت تھی جو چار واسطوں سے شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ تک پہنچتے ہیں۔

شاہ عبد اللہ شطارؒ کے جسم پر شاہانہ لباس ہوتا اور ہمراہی صوفیوں کے جسم پر فوجی وردی ہوتی تھی شان کے ساتھ علم اٹھاتے ہوئے اور نقارہ بجاتے ہوئے اسی طمطراق کے ساتھ سیاحی کرتے تھے اور اہل جہان کا تماشہ کر کے فیض پہنچاتے تھے اور فائدہ بھی اٹھاتے تھے۔ اثنائے سفر میں جس زمین اور مکان پر پہنچتے تھے اس سرزمین کے مشائخ کو پیغام بھیجتے تھے کہ ایک درویش نے اس خیال سے سیاحی اختیار کی ہے کہ اگر کلمہ توحید کے معنی کوئی شخص اس سے بہتر جانتا ہو تو وہ مسافر کو تعلیم کر دے اور اگر ایسا نہیں کر سکتے تو مقیم لوگوں کا بے مشقت فائدہ اس میں ہے کہ وہ گنج توحید مسافر سے حاصل کر لیں کیونکہ ایسی فرصت جس میں اصحاب

فرمایا ہے کہ حضرت خواجہ فرید الدین عطار اور حضرت مخدوم شرف الدین منیریؒ کا جن جن مقاموں پر گذر ہوا ہے اور یہ دونوں بزرگ جو جو مقامات دکھلائے گئے ہیں اور بزرگان دین کمتر دکھلائے گئے ہیں[۱] اور فرمایا کہ عبد اللہ شطار علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں طلب حق میں شہر مغرب اور بلدیلہ تک گیا علم شطار کہیں اور کسی کتاب میں نہ پایا مگر کلمات میں خواجہ نجم الدین کبریٰ علیہ الرحمۃ کے خانوادہ فردوس سے فقط اور خواجہ عبد اللہ شطار علیہ الرحمۃ فرزندوں سے حضرت خواجہ شہاب الدین[۲] سہروردی کے اور حضرت شیخ غوث گوالیاری

سعادت بھی بہم پہونچی مشکل سے ہاتھ آتی ہے۔ مختصر یہ کہ جب آپ بنگالہ پہنچے تو حسب معمول یہی پیغام شیخ محمد علا قاضن کے پاس بھی بھیجا لیکن آپ نے کوئی پہلے توجہ نہ دی۔ ان ہی ایام میں سلطان غیاث الدین خلجی نے چتوڑ کے قلعہ کا محاصرہ کر رکھا تھا آپ جب بنگالہ سے واپس ہوئے تو اسی راہ سے آکر قلعہ مذکور کے نیچے آٹھہرے۔ سلطان موصوف نے حاضر ہو کر قدمبوسی کی سعادت حاصل کی پھر آپ کی توجہ اور دعا کی بدولت تھوڑے ہی دنوں کے اندر قلعہ فتح ہو گیا کہ جس کے بارے میں گمان بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ سلطان نے نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ آپ کو اپنی روانگی سے پہلے دار السلام مندو روانہ کیا جہاں رشد و ہدایت کا سلسلہ قائم رہا اور سلسلہ شطاریہ کی اشاعت اور ترویج ہوئی۔ حضرت قاضن شطاری یہیں خرقۂ خلافت سے نوازے گئے۔ آپ ۸۹۰ھ آٹھ سو نوے ہجری میں واصل بحق ہوئے اور مانڈو ہی میں سلاطین خلجی کے مقبرہ کے جنوبی سمت میں مدفون ہیں۔ آپ سے ہندوستان میں سلسلہ شطاریہ کی اشاعت ہوئی خصوصیت کے ساتھ حضرت مخدوم شاہ قاضن شطاریؒ سے اس سلسلہ کو بہت فروغ ہوا۔ (گلزار ابرار)

[۱] معدن الاسرار فصل سی وسیوم میں ہے کہ "فرمان شد کہ بندہ معتقد کسے نیست وہمہ بزرگان یکے اند۔ امابندہ معتقد سلطان المحققین شیخ شرف الدین منیریؒ و بندگی خواجہ فرید عطار ہستم وجائے کہ ایں ہر دو بزرگان رسیدہ اند کمتر کسے رسیدہ است و آنچہ ہر دو بزرگان حقائق و دقائق راہ دین بیان کردہ اند کسے بیان نکردہ است و فرمان شد چوں بندہ در زیارت سلطان المحققین شیخ شرف الدین منیری بہ بہار رفتم سلطان المحققین بدیں بندہ ملتفت شدند"

[۲] حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ: آپ کا نام شہاب الدین عمر بن محمد البکسریؒ ہے۔ آپ حضرت شیخ ابو نجیب سہروردیؒ کے حقیقی برادر زادہ اور مرید و خلیفہ ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ماہ رجب المرجب ۵۳۹ھ تسع وثلثین وخمس مائۃ میں ہوئی۔ حضرت ابو نجیبؒ ابتدا ہی سے اپنے برادر زادہ شیخ شہاب الدین سہروردی کی تعلیم و تربیت میں کوشاں رہے اور علم فقہ، علم حدیث وغیرہ پھر علم تصوف اور علم حقیقت کی پوری تعلیم دی اور آپ کو اپنے رباط میں اربعین وغیرہ کے لئے خلوت نشیں کیا اور آپ سے طرح طرح کے مجاہدات اور بڑی بڑی ریاضتیں مکمل کرائیں۔ کم سنی ہی میں آپ حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانیؒ کی خدمت میں پہنچے اور حضرت نے آپ کو دیکھ کر یہ پیشین گوئی کی تھی کہ یا عمر انت آخر المشہورین فی العراق۔ لطائف اشرفی میں ہے کہ آپ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی اولاد میں ہیں۔

اولاد سے خواجہ فریدالدین عطار کے ہیں اور خواجہ عطار کبروی ہیں۔ مرید خاص حضرت خواجہ نجم الدین کبریٰؒ کے یا مجدالدینؒ[۱] بغدادیؒ کے اور حضرت خواجہ نجم الدین کبریٰ رضی اللہ عنہ ہر طور میں ارشاد فرماتے

تصوف میں آپ کے چچا حضرت ابو نجیب سہروردیؒ سے نسبت پہنچتی ہے اور حضرت سید عبدالقادر گیلانیؒ کی صحبت میں بھی داخل ہوئے ہیں ان کے علاوہ اپنے زمانے کے بہت سے مشائخ سے فیض حاصل کیا۔ آپ نے خرقہ خلافت شیخ ابو محمد بن عبداللہ بصریؒ اور شیخ ابو مدین مغربیؒ کے ہاتھ سے بھی پہنا ہے۔ شیخ شہاب الدین کی شہرت ملک عراق میں پورے طرح پر تھی۔ آپ کے درس و تدریس اور رشد و ہدایت کا سلسلہ زور و شور سے شروع ہوا اور تمام اسلامی دنیا میں سلسلہ سہروردی کی عام مقبولیت اور شہرت ہوئی اور زوروں پر اس کی اشاعت بھی ہونے لگی۔ آپ نے خرقہ کمیلیہ کی اجازت اپنے پیر بھائی حضرت نجم الدین کبریٰ ولی تراشؒ سے تبرکاً حاصل کی اور اسی وجہ سے آپ حضرت نجم الدین کبریٰؒ کو شیخنا اور خواجم کے الفاظ سے یاد فرماتے تھے۔ سلسلہ سہروردیہ کی ترویج و اشاعت آپ کے خلفا سے بہت ہوئی۔ آپ کے خلفاء میں شیخ بہاءالدین ذکریا ملتانیؒ، حضرت جلال الدین تبریزیؒ، حضرت خواجہ احمد دمشقیؒ حضرت شیخ سعدیؒ اور بہار میں حضرت شیخ شہاب الدین پیر جگجوت اور بعض قول کی بنا پر حضرت مخدوم یحیٰ منیریؒ ہیں حضرت بہاءالدین ذکریا ملتانیؒ سے بدایوں تک سلسلہ سہروردیہ کی ترویج و اشاعت ہوئی۔ حضرت جلال تبریزیؒ نے دہلی سے بنگال تک تبلیغ اسلام کیا اور رشد و ہدایت اور اشاعت سلسلہ کا کام انجام دیا۔ حضرت خواجہ احمد دمشقیؒ کے مرید و خلیفہ حضرت تقی الدین مہویؒ کی ذات سے بنگال اور اس کے اطراف میں اس سلسلہ کو فروغ ہوا اور ان ہی کے توسط سے بہار میں شیخ احمد چرم پوشؒ اور ضیاءالدین صوفی چند ڈھوسؒ سے سلسلہ سہروردیہ کی خوب اشاعت ہوئی۔

حضرت شیخ الشیوخ نے تصوف کی ایک مایہ ناز تصنیف "عوارف المعارف" مکہ معظمہ میں تصنیف کی اور اسے پھر حضرت نجم الدین کبریٰؒ کو دکھلایا تو آپ نے اسے تمام صوفیوں کے لئے اس کا مطالعہ ضروری قرار دیا۔ اور فرمایا کہ اس کے مطالعہ کے بغیر کسی بھی صوفی کی تعلیم مکمل نہیں ہو سکتی ہے۔ اسی لئے تمام صوفی خانوادہ میں اس کی تعلیم ضروری ہے۔

آپ کی وفات روز چہار شنبہ ماہ محرم ۶۳۲ھ میں خلافت ابوجعفر منصور بن طاہر جن کا لقب مستنصر تھا جو عباسی خلیفہ تھے ان کے زمانہ میں ہوئی۔

(نفحات الانس قلمی ص۲۰۲ گنج ارشدی، تذکرہ ابو نجیب - لطائف اشرفی)

[۱] آپ کی کنیت ابوسعید اور نام شرف بن المؤید بن ابوالفتح ہے۔ قدیمی وطن بغداد ہے۔ شیخ نجم الدین کبریٰؒ کے مرید خلیفہ ہیں مناقب الاصفیاء میں تحریر ہے کہ شیخ نجم الدین ایک روز بازار سے گذر رہے تھے اور اسی اثناء میں ایک صاحب جمیل و شکیل جوان (مجدالدین بغدادیؒ) کو بازار میں ایک شاطر کے ساتھ شطرنج کھیلتے دیکھا۔ گھر آکر نوکر کو بھیجا اور کہا کہ اگر شطرنج کھیلنا ہو تو آکر نجم الدین کے ساتھ کھیلے۔ حضرت شیخ کے نوکر نے جاکر کہا۔ شیخ مجدالدین بساط کو لپیٹکر شیخ کے خادم کے ساتھ ہو لئے۔ شیخ نے دیکھتے ہی کہا کہ آؤ بساط بچھاؤ۔ پھر شیخ نے سفید خانہ کو ان کے سامنے رکھا اور سیاہ کو اپنے سامنے۔ پھر کھیل شروع کیا اور ہر مہرہ کو آگے بڑھا کر طریقت کے مقاموں سے ایک مقام طے کراتے۔ جب ان کو مات کردیا تو واصل باللہ بنادیا اور خلافت عطا فرمائی۔ جب شیخ مجدالدین مسند طریقہ پر بیٹھے تو محمد خوارزم شاہ کی بیٹی

تھے پیران مناجات اور رندان خرابات کے مرشد تھے ہر طریق میں واصل بحق کرتے تھے۔ بیت

بر و در ہر طور ارشادش سبق　　　　در دمے می ساخت او واصل بحق

نقل ہے کہ ایک دن آپ نے خواجہ مجد الدین بغدادیؒ کو دیکھا وہ بہت حسین و جمیل تھے اور شطرنج کے بہت شایق تھے فرمایا مجھ سے شطرنج کھیلو ننانوے چال چلے ہر چال میں ایک مقام تلوین سے عبور کروایا سویں چال میں جب مات کیا مقام تمکین میں واصل بحق کیا اور اجازت و خلافت دی اور اس کے سوا ایک فیض خاص آپ کے لئے مخصوص تھا کہ جب صبح کو حجرہ سے باہر آئے جس پر نظر پڑی وہ ولی ہوا اگر عامی پر نظر پڑی ولی ہو گیا اور اگر ولی پر نظر پڑی وہ درجات کمال میں اعلیٰ درجہ پر پہونچا یہاں تک کہ ایک دن ایک کتے پر نظر پڑ گئی ولی صفت ہو گیا اگر کوئی امتحاناً لقمۂ حرام اس کے سامنے رکھ دیتا وہ نہ کھاتا اور علی الصباح اوس کتے کی نظر جس پر

آپ کے عشق میں مبتلا ہو گئی۔ ہر طرح کی کوشش کی تا کہ کسی صورت سے شیخ مجد الدین محبت و التفات کریں لیکن شیخ مجد الدین خدائے تعالیٰ کی محبت میں اس طرح غرق تھے کہ اپنے سے بھی بے خبر تھے کسی دوسرے کی طرف محبت کہاں سے ہوتی۔ جب کافی عرصہ ہو گیا اور کوئی امید بر نہ آئی تو عشق کا شعلہ اور بھی افزوں ہوا اور اس کے عشق کی داستان مشہور ہو گئی۔ بادشاہ کو ذلت محسوس ہوئی اور غرور سلطنت دماغ میں پیدا ہوا شیخ مجد الدین کے قتل کا مصمم ارادہ کیا تا کہ اس کے عشق کا نام دنیا سے ختم ہو جائے۔ کسی کو اسی کام کے لئے آمادہ کر لیا تا کہ آپ کا خاتمہ کر ڈالے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آپ کے خاتمہ کے بعد دل میں سوچا کہ شیخ مجد الدین شیخ نجم الدین کبریٰؒ کے محبوب نظر تھے ایسا نہ ہو کہ شیخ کے دل میں تکدر پیدا ہو اور سلطنت کو نقصان پہنچے۔ مختلف قسم کے تحائف معذرت خواہی کے لئے حضرت شیخ کی خدمت میں بھیجا۔ جیسے ہی شیخ کی نظران پر پڑی آپ نے فرمایا کہ تم نے مجد الدین کا خون بہالایا ہے۔ اس کا خون بہا پہلے تمہارا سر ہے پھر نجم الدین کا سر اوس کے بعد سارے مخلوق کا سر۔ شیخ کے کہے ہوئے زیادہ دن نہ گذرے تھے کہ چنگیز خاں تو لاکھ سواروں کے ساتھ اس کی مملکت میں گھس گیا اور اچھی طرح تباہ و برباد کیا اور سلطان محمد خوارزم شاہ اور ان کے حواریوں کو تہ تیغ کیا اور یہ کافران شیخ کی خانقاہ میں بھی گھس پڑے اور چوتھے روز شیخ نجم الدین کبریٰؒ کو بھی شہید کر ڈالا یہ واقعہ ۶۱۶ھ کا ہے۔ آپ کی قبر اسفرائن میں ہے۔

(نفحات الانس قلمی ص۱۸ مناقب الاصفیا سفینۃ الاولیا ص۱)

پڑتی وہ ولی ہو جاتا۔ مخدوم شاہ شعیب علیہ الرحمتہ لکھتے ہیں کہ اوس اطراف میں ایک فرقہ صوفیوں کا ہے کہ اون کو کلبیہ کہتے ہیں اسی نسبت سے کہ اوس کتے کی نظر سے فیضیاب ہوئے ہیں۔ حضرت شیخ اوحدیؒ[۱] علیہ الرحمتہ نے حضرت خواجہ ولی تراش کے مناقب میں اشعار لکھے ہیں تین بیتیں اوسکی یہ ہیں

یارب بکمال بخش بے رنج   داصل کن مجد دیں بہ شطرنج

یارب بصباح فیض پاشی   از سگ بنظر ولی تراشی

یارب بنگاہ او کاثر یافت   ہرکس کہ زکلب او نظر یافت

حضرت کی نظر اور صحبت اکسیر کی خاصیت رکھتی تھی چار سو مرد صوفی کامل حضرت خواجہ کی محفل میں بیٹھتے تھے اور حضرت خواجہ شمس الدین تبریزیؒ[۲] صف نعال میں رہتے تھے ایک دن نماز عشا کے بعد

---

[۱] شیخ اوحدیؒ:۔ شیخ اوحدین اصفہانی کی ولادت باسعادت ۶۷۰ھ میں مراغہ میں ہوئی اور اپنی عمر کا بیشتر حصہ اصفہان میں گذرا۔ اوحدی مشہور بزرگ اوحد الدین کرمانی متوفی ۶۹۷ھ بیعت حاصل کی اور اسی مناسبت سے اوحدی تخلص رکھا۔ اوحدیؒ عرفان وتصوف میں کمال رکھتے تھے۔ وہ صوفی شاعر کی حیثیت سے مشہور ہیں آپ کے کلام کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ علوم دینی اور تصوف وعرفان پر عمیق نظر رکھتے ہیں۔ آپ کی عرفانی غزلیں اور صوفیانہ مثنوی بلند درجے کی ہیں۔ مثنوی دہ نامہ یا منطق العشاق ۷۰۶ھ میں کہی ہے۔ آپ کی دوسری مشہور مثنوی جام جم ہے جس میں پچاس ہزار اشعار ہیں۔ یہ مثنوی ۷۳۳ھ میں نظم ہوئی ہے۔ جام جم کے آخری حصہ میں شاعر نے مرشد کے صفات سالک کے مقامات اور عارفانہ اصطلاحات اپنا موضوع سخن بنایا ہے اور شیخ سنائی کے حدیقہ کے طرز پر لکھا ہے۔ اوحدی کی وفات ۷۳۸ھ میں ہوئی۔ آپ کی قبر تبریز کے شہر مراغہ میں ہے۔

(نفحات الانس قلمی ص۲۶۵ تاریخ ادبیات ایران)

[۲] شمس تبریز:۔ آپ کا نام شمس الدین بن علی بن ملک داد تبریزی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بلوغ سے قبل میں ابھی مکتب ہی میں تھا کہ میری حالت یہ تھی کہ سیرت محمدی کے عشق میں چالیس چالیس دنوں تک مجھے کچھ کھانے کی خواہش نہ ہوتی تھی اگر کوئی کھانے کیلئے کہتا تو میں سر اور ہاتھ کے اشارہ سے منع کر دیتا۔ آپ شیخ ابوبکر سلہ باف تبریزی کے مرید ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ باکمال خجندی کے مرید ہیں اور بعض شیخ رکن الدین سنجانی کا مرید کہتے ہیں ہو سکتا ہے کہ سب سے فیض اٹھایا ہو۔ مناقب الاصفیا مصنفہ مخدوم شاہ شعیبؒ کے ص۱۰۳ میں ہے کہ آپ حضرت نجم الدین کبریٰؒ کے مرید ہیں۔ آپ پر جذب کا عالم طاری رہتا۔ آپ حضرت نجم الدین کبریٰؒ کے حکم سے قونیہ جلال الدین رومی کی تلاش میں آئے اور آپ پر ایک ایسی نظر ڈالی کہ دل میں عشق ومحبت کا شعلہ بھڑکا اور سب کچھ بھول کر بیعت کا ہاتھ

حضرت خواجہ نے فرمایا کہ قاضی بچہ روم نہایت قابل نکلا ہے کوئی جائے اور اوس کو ہاتھ میں لائے۔ شیخ شمس الدین تبریزؒ اوٹھے عرض کیا اگر حکم ہو میں جاؤں فرمایا جاؤ یہ تمہارا کام ہے اوسی وقت روانہ ہوئے اور مولانا جلال الدین رومی کے مکان پر پہونچے بزور تصرف و کرامت و بقوت باطن اون کے دل کو لے لیا اور امتحانات کے بعد بیعت لی اور بیعت کے بعد فرمایا کہ میرا چہرہ دیکھو پھر فرمایا میرے پیر خواجہ نجم الدین کبریٰؒ کی صورت یہ ہے اور وہی صورت ہوگئی پھر فرمایا دیکھو اون کے پیر خواجہ ضیاالدین[۱] ابونجیب سہروردیؒ کی صورت یہ تھی تا حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر فرمایا آنکھیں بند کرو اور

بڑھایا اور آپ سے مرید ہوئے اور آخر عمر تک آپ کے روحانی پیشوا رہے اور آپ سے حضرت مولانا روم کو غایت عقیدت رہی جس کا اظہار کثرت سے اپنی مثنوی میں کیا ہے کہتے ہیں کہ شمس تبریز مقام وجد و شوق میں عنانِ اختیار اپنے ہاتھ سے دیدی تھی اور تصوف کے رموز و اسرار کا اظہار کرتے تھے۔ عوام کے سطحی عقائد پر ضرب کاری لگا اس لئے ان کے بہت سے دشمن ہوگئے ایک دن ان کو قتل کر ڈالا ۶۴۵ھ میں یہ واقعہ پیش آیا۔ کہا جاتا ہے کہ شیخ شمس الدین مولانا بہاء الدین ولد کے پہلو میں مدفون ہیں۔ (نفحات الانس، مناقب الاصفیا ص۱۰۳)

۱؎ حضرت خواجہ ضیاء الدین ابونجیب سہروردیؒ:۔ آپ کا نام عبدالقاہر کنیت ابوالنجیب اور ضیاء الدین نجیب الدین وغیرہ القاب ہیں آپ کا سلسلہ نسب بارہ واسطوں سے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ تقریباً ۴۹۰ھ میں بمقام سہرورد پیدا ہوئے۔ آپ کی پرورش و تربیت آپ کے چچا قاضی وجیہ الدین ابوحفص عمرؒ کے کنار عاطفت میں ہوئی۔ پھر آپ تحصیل علم کے شوق میں مدینۃ السلام بغداد تشریف لے گئے۔ بغداد اس وقت اسلامی خلافت کا پایہ تخت تھا اور علماء صلحاء مشائخ اور صوفیا کا مرکز تھا۔ مدرسہ نظامیہ کو شہرت حاصل تھی چنانچہ آپ نظامیہ میں داخل ہوئے۔ شیخ اسعد میہنی سے فقہ، ابوالحسن نحوی سے علم ادب اور قاضی ابوبکر انصاری اور ابومنصور مقری سے علم حدیث حاصل کیا۔ پھر آپ مدرسہ نظامیہ میں مدرس ہوئے اور آپ کو مفتی العراقین کا معزز لقب دیا گیا۔ درس و تدریس کے بعد تصوف اور درویشی کی تکمیل کی طرف متوجہ ہوئے۔ مدرسہ نظامیہ کی مدرسی بھی ترک کردی اور خلق سے کنارہ کش ہوکر ایک خیال میں مستغرق ہوگئے حضرت شیخ احمد غزالیؒ جیسے شیخ وقت و رہنمائے طریقت کی خدمت و صحبت اختیار کی اور ان کی ہدایت کے بموجب مجاہدات شاقہ اور سلوک کی منزلیں طے کرنے میں ہمہ تن مصروف ہوگئے۔ آپ کا یہ معمول تھا کہ سات دن کے بعد نفس کو آب و دانہ دیتے وہ بھی صرف چند خرمے۔ اور تیس سال تک رات کو خواب و خور یک قلم ختم کردیا۔

حضرت ابونجیبؒ نے بہتیرے مشائخ وقت سے فیض پایا ہے۔ ۱۔ شیخ حماد دباسؒ سے پہلے فیض اٹھا اور خرقہ خلافت پایا۔ ۲۔ دوسرے شیخ حضرت شیخ احمد غزالیؒ ہیں ایک مدت تک حضرت ابونجیب آپ کے سفر و حضر میں برابر بلازم صحبت

اپنے باطن میں دیکھو پھر تو ایک حالت عجیبہ طاری ہوئی اور جوش میں آئے اور یوں غزل سرا ہوئے۔ ؎

ہر لحظہ بشکلے بت عیار بر آمد دل برد و نہاں شد ہر دم بلباس دگر آں یار بر آمد گہہ پیر و جوان شد

رومی سخن کفر نگفتہ است و نگوید منکر مشوید ش کافر شود آنکس کہ بانکار بر آمد از دوزخیاں شد

آپ کے کلمات میں مولانا شمس تبریز کا ذکر بہت ہے اور اون کی غلامی پر اقرار و افتخار رکھتے ہیں قولہ غلام شمس تبریزم قلندر وار میگردم۔ شعر

چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

آفتاب اشارہ حضرت شمس تبریزؒ کے وجود باوجود سے ہے۔ نقل ہے کہ امام فخرالدین رازیؒ[۱] نے

رہے اور آپ سے فیض اٹھایا۔ ؏۳ حضرت ابو نجیب نے حضرت غوث الاعظم سید محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ سے بھی فیض پایا ہے ؏۴ حضرت ابو نجیب کے اصل پیر و شیخ اور مرشد طریقت آپ کے عم بزرگوار حضرت خواجہ وجیہ الدین ابو حفص عمرؒ ہیں جنھوں نے بچپن ہی سے اپنے کنار تربیت میں رکھا۔ آپ مخلوق کی رشد و ہدایت کے لئے دجلہ کے کنارے ایک ویرانہ میں رہتے تھے پھر ایک وسیع سرائے اور خانقاہ کی بنیاد بھی ڈالی اس لئے کہ طالبین و مسترشدین کے رہنے بسنے کی جگہ ہو۔ اور اسی سے متصل ایک مدرسہ کی بنیاد بھی ڈالی۔ آپ نے وعظ و تذکیر کا سلسلہ بھی قائم کیا اور آپکی مجلس وعظ میں سینکڑوں بندگان خدا نے اپنے گناہوں اور بد کرداروں سے توبہ کی۔ مورخین کا بیان ہے کہ محرم ۵۴۵ھ میں المقتفی لامر اللہ کی اجازت سے آپ کو نظامیہ یونیورسٹی کا پرنسپل مقرر کیا گیا آپ ایک زمانہ تک علم شریعت اور علم طریقت کی ترویج و اشاعت کرتے رہے اور تہتر سال کی عمر میں یعنی ۱۷ جمادی الثانی بروز جمعہ ۵۶۳ھ کو آپ کا وصال ہوا۔ دوسرے دن صبح کو حضرت کا جنازہ اٹھایا گیا اور آپ کی رباط یا مدرسہ میں آپ کو دفن کیا گیا۔ آپ کا مزار مبارک بغداد میں مرجع خلائق ہے آپ کی مشہور تصنیف عربی میں آداب المریدین ہے جس کی شرح حضرت مخدوم جہاں نے بھی کی ہے جو شرح آداب المریدین کے نام سے مشہور ہے آپ کے مشہور خلفا اور مریدین میں حضرت نجم الدین کبریؒ، شہاب الدین سہروردیؒ حضرت عمار یاسر۔ شیخ اسماعیل قصری۔ روزبہان مصری۔ عبد اللہ مطر رومی وغیرہم ہیں۔ (نفحات الانس ص۴۲۳ مناقب الاصفیا تذکرہ ابو نجیب)

؏۱ ابو عبد اللہ فخرالدین محمد رازی اپنے زمانہ کے متکلمین فقہا اور علوم اسلامی کے بہت بلند پایہ بزرگ اور عالموں میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۵۴۳ھ میں ہوئی۔ آپ علم کلام اور مناظرہ میں یکتائے روزگار تھے۔ اپنی زندگی کا بڑا حصہ ہرات میں گذارا اور درس و تدریس مجالس وعظ وغیرہ کا سلسلہ رہا۔ آپ کئی تصانیف کے مصنف بھی ہیں۔ آپ کی اہم کتابوں میں نہایت العقول اور کتاب المحصل کلام اور حکمت پر ہے۔ کتاب المباحث المشرقیہ تصوف پر ہے شرح اشارات ابو علی سینا منطق اور حکمت پر لکھی گئی ہے۔ مناقب الاصفیا ص۹۹ میں تحریر ہے کہ منقول ہے کہ شیخ نجم الدین جب بغداد پہنچے تو وہاں شیخ الشیوخ شہاب الدینؒ اور امام فخرالدین رازیؒ بھی تھے۔ خلیفہ نے ایک مجلس ترتیب دی اور اس میں شیخ نجم الدین کبریؒ۔ شیخ الشیوخ، مشائخ اور دوسرے علمائے کرام کو بھی دعوت دی لیکن امام فخر کو خصوصی طور پر مدعو نہیں کیا اور کہا کہ وہ بحث کرنیوالا مرد ہے۔ بحث میں مشائخ کو پریشان کرے گا۔ امام فخر نے یہ بات سنی اور بغیر دعوت کے آپہنچے اور

ایک سو ایک دلیلیں با صواب دلا جواب چن رکھی تھیں کہ نزع میں شیطان سے بحث ہو گی تو جواب دوں گا۔ جب حالت نزع میں بحث ہونے لگی اوس نے سب دلیلیں قطع کیں ایک باقی رہ گئی تھی اوس میں بحث شروع ہوئی اوس وقت حضرت خواجہ نجم الدین کبریٰؒ ادام اللہ ظلہ علینا وضو فرما رہے تھے چلو میں پانی لیا اور مارا اور اپنے کو اون پر ظاہر کیا اور فرمایا کہ وہ ذات پاک عقل و ادراک سے منزہ اور مبرہ اور بے چون و چرا ہے۔ کہہ کہ میں نے خدا کو بے دلیل پہچانا۔ مثنوی

جب مجلس میں پہنچے تو شیخ نجم الدین پر اپنی فوقیت ظاہر کی۔ اگرچہ درویش اس قسم کے خیال سے مستغنی ہیں۔ شیخ نے باطنی توجہ خلیفہ پر کی۔ خلیفہ نے امام فخر کو اس جگہ سے اوٹھ کر دوسری جگہ بیٹھنے کو کہا۔ امام فخر نے ذلت و شرمندگی محسوس کی۔ شرمندگی دور کرنے کے لئے پہلے شیخ الشیوخ سے مسئلہ پوچھا اس سے غرض یہ تھی کہ مشائخ کو ملزم قرار دیں تاکہ خلیفہ ان کے مرتبے کی بلندی سمجھے اور شرمندہ ہو۔ شیخ الشیوخ نے اس مسئلہ کا جواب شافی دیا لیکن امام فخر نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ شیخ نجم الدین سے بھی سوال کیا۔ شیخ نجم الدین نے غور کیا کہ ہم لوگ درویش ہیں اگر ان کے بحث کا جواب دیتے ہیں تو پھر ہمارے اور اون کے درمیان کیا فرق ہوگا۔ بظاہر کچھ نہ کہا لیکن نظر باطن ڈالی اور ان کا آدھا علم ان کے دل سے محو کر ڈالا۔ امام فخر ایسے متحیر ہوئے کہ نہ سمجھ سکے کہ کس طرح سب علم بھول گئے ہیں۔ جواب کا تقاضا کیا شیخ نے کہا کہ پورا جواب چاہتا ہے تو دوسری طرف نظر کر۔ تمام علوم کو فراموش کر ڈالا۔ چنانچہ امام فخر الدین نے خود ایک رسالہ میں لکھا ہے کہ جتنا بھی میں نے غور کیا مجھ کو حروف تہجی بھی یاد نہیں آتا۔ علم کی برکت سلب ہو گئی۔ خلیفہ کے حضور میں معافی چاہی شیخ نے کہا جا اپنی جگہ پر رہ۔ امام فخر الدین نے لکھا ہے کہ جیسے ہی شیخ نے کہا جا اپنے حال پر رہ تو میں نے اپنے اندر علم پایا کہ اس پہلے نہ تھا۔ گنج لا یخفیٰ ملفوظ حسین نوشہ توحید بلخیؒ کے مجلس سی و چہارم میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت شیخ الشیوخ اور حضرت خواجہ نجم الدین کبریٰؒ ایک مجلس میں ہم پہلو بیٹھے ہوئے تھے کہ اس اثنا میں امام فخر الدین رازیؒ آئے اور دونوں بزرگوار کے بیچ میں بیٹھ گئے اور حضرت شیخ الشیوخ سے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں جو حضرت کے ہم پہلو بیٹھے ہیں۔ شیخ الشیوخ نے فرمایا یہ خواجہ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردیؒ کے خلیفہ ہیں۔ امام فخر الدین رازیؒ نے حضرت نجم الدین کبریٰؒ سے سوال کیا بم عرفت اللہ کہ آپ نے خدا کو کس طرح پہچانا۔ حضرت نے جواب دیا بالوارد ات الالٰہیۃ الغیبیۃ التی لا تحملہا الافہام الضعیفۃ۔ یعنی ہم نے خدا کی معرفت ان واردات الٰہیہ غیبیہ کے ذریعہ سے حاصل کیا جو افہام ضعیفہ کے ادراک و تحمل و طاقت سے باہر ہیں۔ امام رازی یہ جواب سنکر عالم حیرت میں آگرہ ساکت ہو رہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ آخر میں امام رازی آپ سے مرید ہو گئے اور بعض کہتے ہیں کہ عقیدت تھی اور چند مرتبہ کی ملاقات تھی جس نے وقت آخر ین میں آپ کو کفر سے بچایا۔ امام فخر الدین رازی نے ۶۰۶ھ میں مقام ہرات وفات پائی۔ (مناقب الاصفیا ص ۹۹)

آب در کف داشت زد آنزا برو	در جہاں بر زخش بنمود رو
گفت در بیچوں چہ جائے قال وقیل	ہاں بگو بشناختیمش بے دلیل

پس ہوش آیا لاحول پڑھی اور کلمہ کہا اور دل پاک کے ساتھ عالم پاک میں گئے اور فرمایا مرید کو چاہئے
کہ مواعظہ اور محاسبہ کیا کرے۔ مواعظہ یہ ہے کہ نفس کو پند دے اور سمجھا دے کہ اے نفس ایک
دن مرنا ہے اور لذت دنیا فانی ہے۔ اس لذت فانی کے لئے حکم خدا کے خلاف نہ کر۔ کیا تجھ کو
خدائے تعالیٰ کے سوا اور کہیں پناہ کی جگہ ہے یا عذاب خدا کی برداشت کی طاقت رکھتا ہے۔
اس طرح کی باتیں کہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ جتنا نفس کو پند دیگا وہ مانے گا اور محاسبہ یہ ہے کہ
ہر روز بعد مغرب کے اور بعضے کہتے ہیں کہ بعد نماز عصر کے نیکی و بدی جو کچھ اوس دن کی ہے سب کا
حساب کرے اور توبہ و استغفار کرے یہ طریق معاملت ہے اور جب مقامات محاسبہ پر نزول ہوگا تو
آپ ہی اپنے اعمال پیش نظر ہوں گے وہ قیامت کا نمونہ ہے اور گویا اپنا نامۂ اعمال پڑھتا ہے۔
حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے کہ حاسبوا قبل ان تحاسبوا خبر میں ہے کہ اگر کسی کے ذمہ کوئی حق شرعی
باقی ہے جب تک اوس سے فارغ نہ ہوگا عرصات قیامت سے قدم اوٹھا نہیں سکتا۔ شعر

بمردی وارہاں خود را چو مرداں	ولیکن حقِ کس ضایع مگرداں

اور مراقبہ بحقیقت محاسبہ سے فارغ ہونے کے بعد ہے آپ کا انتقال روز پنجشنبہ ماہ ربیع الاولیٰ
کی اٹھارہویں ۱۲۹۳ھ ایکہزار دو سو ترانوے ہجری میں ہے۔ قطعہ تاریخ

شد بحق واصل عظیم الدین حسین	سال میلاد است اسم سایشش
از محب دریاب عمرِ آں ولی	سال روشن شد چو نام نامیش

پھر حضرت شیخ کا ذکر خیر ہے۔ جب زمانہ وصال قریب آیا آپ کے داہنی ہتھیلی میں ایک زخم نکلا
زہر باد کا مادہ تھا اور چلہ بھر تک آپ بیمار رہے۔ حالت یہ تھی کہ تمام کف دست غربال ہوگئی اور
شانہ تک ورم تھا اور ہاتھ کی رگ کھل گئی کہ جب ہاتھ نیچے کو جھکا تو نالی کی طرح خون جاری
ہو جاتا تھا۔ اوس تکلیف میں کبھی آہ نہ کی اور جب کسی نے حال پوچھا تو فرمایا اچھا ہوں۔ مثنوی

زحمت آں زخم بودش تا چلہ　　سر نزد از وے گہے حرف گلہ

دم بجز حرف رضا گاہے نزد　　با چناں زخم صعب آہے نزد

اور کبھی حالت میں آکر فرماتے تھے کہ میں راضی ہوں اور مغرب کے بعد گھنٹے دو گھنٹے بیہوشی رہتی تھی اوس کے بعد جب افاقہ ہوتا تھا تو خوش وقت ہوتے تھے اور جوش کی باتیں فرماتے تھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا کچھ تقویت پائی ہے۔ ایک دن اُسی حالت میں فرمایا کہ افسوس میں بدنام نہ ہوا۔ شعر

خار رہ طلب ہوس جاہ و نام ہے　　بدنام ہونا عشق میں مردوں کا کام ہے

شعر　بروبگنج خرابات و خاک شو آنجا　　کزاں پیالہ کنند و مے وصال دہند

اور انتقال کے کئی دن پہلے سے غذا قلیل بلکہ اقل اور کئی وقت متروک رہی اگر کسی نے کہا کچھ کھا لیجئے کہ ترک غذا سے ضعف اور زیادہ ہو جائے گا تو فرمایا مضائقہ نہیں بدن ہلکا رہتا ہے اگر کسی نے زیادہ اصرار کیا تو فرمایا سمجھتے نہیں تنگ نہ کرو۔ ایک دن انتقال کے پہلے سے ضعف کے باعث آواز نہ نکلتی تھی صرف لب ہلتے تھے آخر روز چارشنبہ ماہ صفر کی بیسویں دوپہرے گھنٹہ بھر پہلے ۱۳۰۷ھ ایکہزار تین سو سات ہجری میں باآواز بلند کئی بار زور سے فرمایا لا الہ الا اللہ پھر اللہ اللہ کہا اور نوش دارو ئے وصال حق نوش فرمائی انا للہ وانا الیہ راجعون رضی اللہ عنہم ورضو عنہ۔ آپ کی ولادت صبح پنجشنبہ رجب کی ستائیسویں ۱۲۳۹ھ ایکہزار دو سو انتالیس ہجری میں ہے اور غریب زاہدی آپ کی تاریخ ولادت ہے۔ آپ ہی کی فرمائی ہوئی عمر شریف سرسٹھ برس چھ مہینے بائیس دن۔ قطعہ تاریخ

جناب سید اولاد کز بزرگی او　　فزوں ز پلۂ ایں وزن نام نامی اوست

چو جاں سپرد بحق شد ندا بعالم قدس　　بداد جاں بہدیہ رسید دوست بدوست

عصر کے وقت اوس گنج معانی کو زیر خاک کیا۔ دفن کے بعد ہم لوگ گھر آئے اور آفتاب قریب غروب تھا کہ شاہ فتح محمد خادم درگاہ کی جو نظر پڑی تو دیکھا کہ مزار مبارک میں سوراخ ہو گیا ہے وہ

ایک آدمی کو وہاں بٹھلاکر میرے پاس دوڑے ہوئے آئے۔ ہم لوگ نماز مغرب سے فارغ ہو چکے تھے اوٹھے اور درگاہ میں آئے اور لوگوں نے مشعل لے کر داہنے بائیں سرہانے پیتانے مزار مبارک کے گرد تمام پھر پھر کر خوب دیکھا اور شور کیا کہ اس میں لاش نہیں ہے اور قبر بغلی کھودی گئی تھی۔ پورب کی طرف سینہ کے مقابل اتنا بڑا سوراخ تھا کہ ایک آدمی فراغت سے آئے اور جائے حیرت تھی کہ اتنے میں کسی شخص نے کہا کہ جب نعش مبارک اس میں نہیں ہے تو پھر ٹٹولنے کی حاجت نہیں۔ قبر بھر دی جائے۔ فقیر راقم بھی متحیر و مبہوت ہو رہا تھا کہا اچھا اور لوگ مٹی بھرنے لگے اور گمان یہ تھا کہ پہلے قبر کے اندر مٹی بھرے گی تو اوپر آئے گی مگر سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ دو چار ہی لپ مٹی دی گئی ہوگی کہ وہ سوراخ بند ہو گیا جیسے کسی نے اندر سے روک لیا ہو اور تختہ لگا دیا ہو۔ صبح کو کوئی ڈیڑھ پہر دن اوٹھے ہوئے خبر پہونچی کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ غلط مشہور ہوا ہے ایسا کبھی ہوا نہیں۔ یہ نئی بات ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر ایک خادمِ درگاہ نے آکر خبر دی کہ مزار مبارک میں پچھم کی طرف چہرۂ انور کے مقابل ایک گھڑے کے منہ کے برابر سوراخ ہو گیا ہے۔ الغرض ہم لوگ گئے تو دیکھا کہ لوگوں نے ہجوم کیا ہے اور ایک شخص شانہ تک ہاتھ ڈال کر ٹٹول رہا ہے۔ وہ لوگ ہٹائے گئے اور یہ خبر سنکر بعضے عمائدین بھی آئے اور سبھوں نے دیر تک بار بار دیکھا مگر نعش مبارک کیا کفن کی سپیدی تک نظر نہ آئی۔ آپ نام و نشان سے بیزار تھے اور قبر پختہ پسند نہ کرتے تھے اور فرماتے تھے۔ **مصرع** مرد راکے سود دارد گور یا نقش و نگار۔

اور مجھ کو اس کا خیال تھا مگر اتفاق کچھ ایسا ہوا کہ آپ کی قبر شریف پختہ ہی بن گئی۔ **شعر**

ہر آنکہ زاد بنا چار بایدش نوشید　　　زجام دہر مئے کل من علیہا فان

خلفا:۔ ۱۔ حضرت سید شاہ فرزند علی صوفی منیریؒ۔ آپ کے حقیقی چھوٹے بھائی اور مرید و جانشیں تھے۔ آپ مرزا غالب کے شاگرد تھے اور آپ کی شاعری پر جناب ڈاکٹر خالد رشید صبا صاحب تحقیقی کام کر چکے ہیں۔ ۲۔ حضرت سید شاہ اسد منیریؒ ابن حضرت صوفی منیریؒ آپ ہی کے مرید و مجاز تھے۔　تمام شد

قطعہ تاریخ طبع جدید وسیلۂ شرف و ذریعہ دولت

از

جناب پروفیسر سید شاہ عطاء الرحمن عطا کاکوی۔ ڈائرکٹر ادارہ تحقیقات عربی و فارسی پٹنہ

چھپیں کیا خوب دونوں ہی کتابیں — حقیقت میں ہیں یہ گنجِ سعادت
وسیلے ہیں یہ دنیا میں شرف کے — ذریعے ہیں برائے کسبِ دولت
چھپیں اب کے بہ تصحیح و حواشی — جزاک اللہ طیب کی بدولت
عطا کو جب ہوئی تاریخ کی فکر — ندا آئی "فیوضِ اہلِ جنت"
۱۳۸۵ھ

قطعہ تاریخ دیگر

از

جناب ابوالخیر موسیٰ المدعو بہ حضرت سید شاہ ایوب ابدالی صاحب نیرؔ (خانقاہ اسلامپور پٹنہ)

نیرؔ! یہ وسیلۂ شرف ہے — دولت کا ذریعہ حسب دلخواہ
شطارِ طریق اہلِ فردوس — ق — مخدوم جہاں کی ہے یہی راہ
یا حضرتِ صوفی منیری — مخدومِ مقام خادمِ راہ
با وصفِ ہمائے اوجِ ہمت — لب تشنہ غریقِ در تہہِ چاہ
با عز و جلال و شان و شوکت — ہیں کوہِ شکوہ حلم میں کاہ
طیب کی قبول ہو یہ خدمت — مقبول بحق ہے تیری درگاہ
محنت سے کیا اسے محشیٰ — ہمت کو ہے اس کی آفریں واہ
ایجاز کلام کی بھی تبئیں — ق — درگاہ و مزار کے بھی اشباہ
ہے جلوۂ قد تبین الرشد — مطبوع انام غیر اکراہ

ہجری سے ہے طبع کی یہ تاریخ
نخخانۂ بادۂ ھو اللہ
۱۳۸۵ھ

فہرستِ مضامینِ حواشی

ناموں کی ترتیب شہرت اور عام استعمال کے نقطۂ نظر سے ترتیب کی گئی ہے

کتابیات

(الف) مخطوطات

اجازت نامہ نجیب الدین فردوسی مخطوطہ سنہ — کتبخانہ صوفی منیری منیر شریف پٹنہ

اخبار الاخیار عبدالحق محدث دہلوی مخطوطہ سنہ ۱۱۳۳ھ کتبخانہ مشرقیہ خدابخش پٹنہ

اخبار الاصفیا عبدالصمد بن افضل مخطوطہ سنہ ۱۰۱۸ھ " " "

افسانہ بادشاہان شیخ محمد کبیر مخطوطہ سنہ ۱۱۸۹ھ فوٹو سٹیٹ کاپی جیسوال ریسرچ انسٹی ٹیوٹ پٹنہ

اوراد مبارک مصطفیٰ جلال منیری سنہ ۱۲۱۲ھ کتبخانہ صوفی منیری۔ منیر شریف پٹنہ

پندنامہ لطف علی کرسی منیری مخطوطہ سنہ — کتبخانہ صوفی منیری منیر شریف پٹنہ

تذکرہ صوفیہ برکت علی جونپوری مخطوطہ سنہ — کتبخانہ مشرقیہ خدابخش پٹنہ

جواہر خمسہ محمد غوث گوالیاری مخطوطہ سنہ ۱۱۵۶ھ کتبخانہ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ

جنۃ العارفین۔ ابوالحیات چشتی ابوالعلائی مخطوطہ سنہ ۱۲۶۳ھ کتبخانہ بلخیہ فردوسیہ فتوحہ پٹنہ

حضرت خمس حسین نوشہ توحید بلخی مخطوطہ سنہ ۱۱۹ھ کتبخانہ بلخیہ فردوسیہ فتوحہ پٹنہ

خلافت نامہ نعمت اللہ قادری مخطوطہ سنہ ۱۲۱۲ھ کتبخانہ صوفی منیری منیر شریف پٹنہ

راحت روح صوفی منیری مخطوطہ سنہ ۱۳۰۶ھ مملوکہ شاہ ایوب ابدالی۔ اسلام پور پٹنہ

رسالہ بہرام بہاری۔ بہرام بہاری مخطوطہ سنہ — کتبخانہ بلخیہ فردوسیہ فتوحہ پٹنہ

رسالہ ذکر۔ پیر بدر عالم مخطوطہ سنہ — کتبخانہ صوفی منیری منیر شریف پٹنہ

سفینۃ الاولیاء شہزادہ داراشکوہ مخطوطہ سنہ ۱۱[illegible]ھ کتبخانہ مشرقیہ خدابخش پٹنہ

سلاسل رشیدیہ۔ مخطوطہ سنہ ۱۲۷[illegible]ھ کتبخانہ زاہد سجاد محل پر بہار شریف پٹنہ

سند حدیث و خلافت نامہ حسین نوشہ توحید مخطوطہ سنہ ۱۱۹ھ کتبخانہ بلخیہ فردوسیہ فتوحہ پٹنہ

شرح عقائد نسفی مولانا مظفر بلخی مخطوطہ سنہ — کتبخانہ بلخیہ فردوسیہ فتوحہ پٹنہ

صبح صادق۔ صادق ہمدانی مخطوطہ سنہ — کتبخانہ مشرقیہ خدابخش پٹنہ

فوائد رکنیہ ملفوظ رکن الدین جندھوی مخطوطہ سنہ — کتبخانہ زاہد سجاد محل پر بہار شریف

کاشف الاسرار حسن دائم جشن بلخی مخطوطہ سنہ ۱۱۹۶ھ کتبخانہ بلخیہ فردوسیہ فتوحہ پٹنہ

کتاب الانساب عبدالقادر اسلام پوری مخطوطہ سنہ — کتبخانہ قادریہ اسلام پور پٹنہ

کرسی نامہ قدیم لطف علی منیری مخطوطہ سنہ — کتبخانہ صوفی منیری منیر شریف

کلمات الصادقین محمد صادق ہمدانی مخطوطہ سنہ ۱۰۸۱ھ کتبخانہ مشرقیہ خدابخش پٹنہ

گلزار ابرار محمد غوثی مخطوطہ سنہ — کتبخانہ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ

گنج ارشدی غلام رشید ارشد جونپوری مخطوطہ سنہ ۱۱۶۴ھ کتبخانہ رشیدیہ جونپور

گنج لایخفی ملفوظ حسین نوشہ توحید بلخی مخطوطہ سنہ ۱۱۸۴ھ کتبخانہ بلخیہ فردوسیہ فتوحہ پٹنہ

گوہرستان عزیز اللہ بنارسی مخطوطہ سنہ — کتبخانہ مشرقیہ خدابخش پٹنہ

لطائف المعانی حسن دائم جشن بلخی مخطوطہ سنہ ۱۱۹۵ھ کتبخانہ بلخیہ فردوسیہ فتوحہ پٹنہ

مجموعہ سلاسل ایوب ابدالی مخطوطہ سنہ — مملوکہ شاہ ایوب ابدالی اسلام پور پٹنہ

مراۃ الاسرار عبدالرحمن چشتی مخطوطہ سنہ ۱۱۳۰ھ کتبخانہ مشرقیہ خدابخش پٹنہ

مراۃ مداری عبدالرحمن چشتی مخطوطہ سنہ ۱۰۸۰ھ کتبخانہ مشرقیہ خدابخش پٹنہ

معدن الاسرار ملفوظ قاضن شطاری مخطوطہ سنہ — مملوکہ شاہ یوسف شطاری پٹنہ

مکتوبات مولانا مظفر بلخی مخطوطہ سنہ — کتبخانہ بلخیہ فردوسیہ فتوحہ پٹنہ

ملفوظ المبارک ملفوظ مولانا آموں مخطوطہ سنہ ۱۱۵۰ھ کتبخانہ بلخیہ فردوسیہ فتوحہ پٹنہ

مناقب الاصفیا شاہ شعیب مخطوطہ سنہ ۱۱۳۳ھ کتبخانہ بلخیہ فردوسیہ فتوحہ پٹنہ

منبع الانساب معین الحق جھونسوی مخطوطہ سنہ — کتبخانہ مشرقیہ خدابخش پٹنہ

مونس القلوب ملفوظ احمد لنگر دریا بلخی مخطوطہ سنہ ۱۲۳۱ فصلی کتبخانہ بلخیہ فردوسیہ پٹنہ

نام حق شرف الدین ابوتوامہ مخطوطہ سنہ ۱۱۵۶ھ کتبخانہ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ

نسب نامہ ابدالی و زاہدی غلام مرتضیٰ مخطوطہ سنہ ۱۱۳۳ھ کتبخانہ صوفی منیری پٹنہ

نسب نامہ خاندان منیر و مخدوم جہاں امین علی شطاری مخطوطہ سنہ ۱۲۳۶ فصلی کتبخانہ خانقاہ منیر شریف پٹنہ

نفحات الانس عبدالرحمن جامی مخطوطہ سنہ ۹۶۶ھ کتبخانہ قادریہ اسلام پور پٹنہ

ہدایت القواعد، ہدایت اللہ منیری مخطوطہ سنہ ۱۱۳۲ھ کتبخانہ خانقاہ منیر شریف پٹنہ

(ب) مطبوعات

آثار شرف قاضی سید محمد نور الحسنین مطبع قیصری پٹنہ ۱۲۸۲ھ

اجوبہ کاکوی مخدوم جہاں شرف الدین

اذکار الابرار - تقی الدین حیدر کاکوری

اسد الغابہ فی احوال الصحابہ - ابن اثیر جوزی

اصابہ فی تمیز الصحابہ جز ثانی ابن حجر عسقلانی

الدر المنثور عبد الرحیم صادق پوری ہادی المطابع ۱۳۰۹ھ

بزم صوفیا صباح الدین عبد الرحمن

تاریخ اوجینیہ جلد دوم منشی بنایک پرشاد

تاریخ فرشتہ (گلزار ابراہیم) محمد قاسم فرشتہ - مطبع نولکشور ۱۸۸۴ء

تاریخ فیروز شاہی شمس سراج عفیف مطبوعہ ۱۸۹۰ء

تاریخ فیروز شاہی ضیاء الدین برنی مطبوعہ ۱۸۶۲ء

تاریخ مفصل ادبیات ایران رضا زادہ شفق (مترجم) الجمیعۃ پریس ۱۹۵۵ء

تذکرۂ ابو نجیب، حسن میاں پھلواری فتح محمد تائب لکھنؤ ۱۳۲۸ھ

تذکرۃ الاولیاء فرید الدین عطار - فخر المطابع لکھنؤ ۱۸۴۷ء

تذکرۃ الکرام نعمت اللہ قادری پھلواری

خزینۃ الاصفیا غلام سرور نولکشور ۱۳۱۲ھ

خوان پر نعمت ملفوظ مخدوم جہاں شرف الدین احمدی پریس پٹنہ ۱۳۲۱ھ

دعوت و عزیمت حصہ سوم ابو الحسن علی ندوی

سیر الاولیا ملفوظ نظام الدین اولیا مطبع محب ہند دہلی ۱۳۰۲ھ

سیر المتاخرین حصہ اول غلام حسین طباطبائی نولکشور ۱۲۸۲ھ

طبقات الصوفیہ - عبد الرحمن سلمی

طبقات ناصری - ابو عمر منہاج الدین - مطبع کلکتہ ۱۸۶۴ء

قاموس المشاہیر جلد دوم نظامی بدایونی - نظامی پریس بدایوں ۱۹۲۴ء

لطائف اشرفی ملفوظ مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی نصرۃ المطابع دہلی ۱۲۹۵ء

مآثر الامرا شاہ نواز خاں خوافی

معدن المعانی ملفوظ مخدوم جہاں شرف الدین شرف الاخبار بہار ۱۳۰۱ھ

منتخب التواریخ عبد القادر بدایونی - مطبع کلکتہ ۱۸۶۹ء

نزہۃ الخواطر جز ثالث - مولانا عبد الحی

وفات نامہ مخدوم جہاں شرف الدین

JOURNAL ROYAL ASIATIC SOCIETY

1894 A - LONDON

SUFISM BY ARBERRY

(ج) رسائل

آجکل دہلی - موسیقی نمبر اگست ۱۹۵۶ء

المجیب پھلواری - ماہ شعبان ۱۳۸۳ھ

تاج کراچی - ستمبر ۱۹۶۳ء

روشنی پٹنہ (ہفتہ وار) ۸ ستمبر ۱۹۶۲ء

معارف اعظم گڈھ - جنوری ۱۹۵۹ء جولائی ۱۹۶۲ء

ندیم گیا - بہار نمبر فروری تا مئی ۱۹۳۹ء